اسلام میں

روحانیت کا تصوّر

www.KitaboSunnat.com

علامہ عفیف عبدالفتاح طبّارہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ...عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

DEPARTMENT
OF
ISLAMIC STUDIES
University Of The Punjab, Lahore
LIBRARY
☆
CLASS NO. R.-I
BOOK NO. 44
ACC. NO. 2891

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

297.4
Ab 11 Sa

اسلام میں روحانیت کا تصوّر

www.KitaboSunnat.com

تالیف

علامہ عفیف عبدالفتاح طبّارہ

ترجمہ

ڈاکٹر عبیداللہ فہد فلاحی

2891

SEERAH LIBRARY
Institute of Islamic Studies
University of the Punjab Lahore.

مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی ۲۵

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مطبوعات یومن ویلفیئر ٹرسٹ (رجسٹرڈ) نمبر ۱۱۵۸
© جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب : اسلام میں روحانیت کا تصور

مصنف : علامہ عفیف عبدالفتاح طبارہ

مترجم : ڈاکٹر عبیداللہ فہد فلاحی

صفحات : ۱۶۸

اشاعت : اگست ۲۰۱۱ء

تعداد : ۱۱۰۰

قیمت : -/۶۰ روپے

ناشر : مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز

ڈی ۳۰۷، دعوت نگر، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی۔ ۱۱۰۰۲۵

فون: ۲۶۹۷۱۶۵۲، ۲۶۹۵۴۳۴۱ فیکس ۲۶۹۴۷۸۵۸

E-mail: mmipublishers@gmail.com

Website: www.mmipublishers.net

مطبوعہ : بھارت آفسٹ، دہلی-۶

ISBN 81-8088-313-2

ISLAM MEIN ROOHANIYAT KA TASAWWUR (Urdu)

By: Allama Afif Abdulfattah Tabbarah

Translated by Dr Obaidullah Fahad Falahi

Pages : 168

Price: Rs. 60.00

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

2891

ترتیب

www.KitaboSunnat.com

عرض مترجم ۷

فصل (۱) اسلامی نظریۂ روحانیت ۱۹

انسان روح اور مادہ سے مرکب ہے ۱۹

دنیا آج روحانی ثقافت کی حاجت مند ہے ۲۰

مذاہب کا روحانی نظام ۲۳

فصل (۲) دنیا سے رابطے کا صحیح تصور ۲۷

روح اور جسم کے مطالبات کے درمیان اعتدال ۲۷

دنیا پر آخرت کو ترجیح ۳۱

فریبِ دنیا سے تنبیہ ۳۲

دنیا-ایک امتحان گاہ ۳۴

عیش کوشی کی مذمت ۳۶

قرآن کی روحانی تعلیمات مال کے فتنہ کو ہلکا کر دیتی ہیں ۳۸

مال فتنہ ہے ۳۹

دولت رضائے الٰہی کا مظہر نہیں ہے ۴۰

دولت ڈھلتی چھاؤں ہے ۴۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مال کی کثرت کی مذمت ۴۱
خوشی سے اِترانے کی ممانعت ۴۲
کنجوسی کی ممانعت ۴۲

فصل (۳) خدا سے رابطے کا صحیح تصور ۴۵

خدا سے انسان کے رشتے کا مقصد ۴۵
ایمان اور انسانی زندگی پر اس کے اثرات ۴۷
ذکرِ الٰہی ۴۹
خدا اور بندے کے درمیان محبت ۵۳
بندوں کی اللہ سے محبت ۵۴
اللہ کی بندوں سے محبت ۵۶
خشیت الٰہی ۶۰
امید و بیم ۶۲
استغفار ۶۳
استغفار نفسی علاج ہے ۶۵
استغفار کا فائدہ ۶۷
توبہ ۶۸
رحمتِ الٰہی کی طلب ۷۰
عبادت ۷۳
عبادت کے تقاضے ۷۶
شکرِ الٰہی ۷۶
توکل ۸۲
اخلاص ۸۵
دعا ۸۷
دعا نفسی علاج ہے ۸۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خوش حالی و بدحالی میں دعا کرنا ۸۸
روحانی بلندی کے لیے دعا کرنا ۹۰
دعا کی فضیلت ۹۲

فصل (۴) تصور اخلاق اور اس کی جامعیت ۹۹

اخلاق کا مقصد ۹۹
اسلام پر حملہ ۱۰۰
استقامت ۱۰۱
اصلاح نفس ۱۰۲
تزکیۂ نفس ۱۰۳
احسان ۱۰۴
تقویٰ ۱۱۲
صبر ۱۱۶
عفو و درگزر ۱۲۰
صدق اور اس کی صورتیں ۱۲۴
اصلاح بین الناس ۱۲۶
تعاون ۱۲۸
ایثار ۱۲۹
خوش گفتاری ۱۳۱
صحبتِ صالح ۱۳۳
اجازت لینا اور سلام کرنا ۱۳۵

فصل (۵) غیر اسلامی اخلاق ۱۴۱

خواہش نفس کی پیروی ۱۴۱
تکبر ۱۴۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شراب نوشی اور جوابازی	۱۴۷
جھوٹ اور اس کی شکلیں	۱۵۱
مذاق اڑانا، طعن کرنا اور ایک دوسرے کو برے لقب سے یاد کرنا	۱۵۴
بدگمانی، تجسّس اور غیبت	۱۵۶
زنا	۱۵۸
غصّہ	۱۵۹
حسد	۱۶۱
لغو	۱۶۳
لالچ	۱۶۴
منتخب مآخذ	۱۶۸

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض مترجم

پیش نظر کتاب مصری مصنف علامہ عفیف عبد الفتاح طبارہ کی ضخیم عربی کتاب ''روح الدین الإسلامی'' کی تین طویل فصلوں کا اردو ترجمہ ہے۔ پہلی اور عربی کتاب کی دسویں فصل، صلة الانسان بالدنیا فی الإسلام کے عنوان سے، دوسری اور اصل کتاب کی گیارہویں فصل صلة الإنسان بالله فی الإسلام کے نام سے، اور تیسری اصل کتاب کی بارہویں فصل الأخلاق فی الإسلام کی سرخی کے تحت اسلام کے روحانی نظام سے مفصل بحث کرتی ہے۔ فاضل مصنف نے ان معرکہ آرا بحثوں کے لیے الحیاة الروحیّة کا نام تجویز کیا ہے، جسے خاکسار نے ''اسلام میں روحانیت کا تصور'' کا جامہ پہنایا ہے۔

یہ اصطلاح کچھ نامانوس اور عجیب سی معلوم ہوتی ہے کیونکہ اس کے متبادل کے طور پر اسلامی مادیت کی اصطلاح ذہن میں آتی ہے جب کہ ان متبادل اور متضاد الفاظ و مفاہیم کا اسلام میں کوئی گزر نہیں ہے۔ اسلام نے اسی روحانیت کو قبول کیا ہے، جو رہبانیت سے ممتاز اور مادیت کے جلو میں ہو اور اُسی مادیت کو گوارا کیا ہے، جس کا مقصد روحانیت کا حصول ہو۔ اس طرح اسلامی ادبیات میں روحانیت اور مادیت لازم و ملزوم نظر آتی اور ایک دوسری کی تکمیل کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔ عام مروج معنوں میں اسلام میں نہ کوئی مادیت ہے نہ روحانیت۔ یہ دین مادہ اور روح دونوں کا حسین امتزاج پیش کرتا ہے۔

اس اصطلاح کی غرابت کی ایک وجہ انگریزی مترادف Spirituality کی اصطلاح

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے، جو بلاشبہ مضبوط عیسائی پس منظر رکھتی ہے(۱) گرچہ اردو میں 'روحانیت'، عربی میں 'روحیۃ' اور فارسی میں 'معنویت' کی اصطلاحیں رائج ہیں۔ بطور خاص تصوف کی پوری دنیا اسی اصطلاح کے گرد گھومتی دکھائی دیتی ہے۔ مگر متصوفانہ روحانیت اور فاضل مصنف کی اسلامی روحانیت میں فرق ہے۔ تصوف کی کتابوں میں عام طور پر جس روحانیت کا تذکرہ ملتا ہے وہ علم باطن، تاویل قرآن اور علم لدنی کی پراسرار اور ژولیدہ فکر اصطلاحوں میں لپٹی دکھائی دیتی ہے جب کہ زیر بحث اسلامی روحانیت عبادات و اعمال کا مغز، اخلاق حسنہ کی پیروی اور رذائل سے کنارہ کشی کا ثمرہ ہے۔ اس روحانیت کو قرآن نے ''تزکیۂ نفس'' سے اور حدیث جبریلؑ نے ''احسان'' سے تعبیر کیا ہے۔

'روح' کا لفظ خود قرآن پاک میں استعمال ہوا ہے اور مختلف معانی و مضمرات کے ساتھ آیا ہے۔ سورۂ بنی اسرائیل کی درج ذیل آیت اس سیاق میں کافی نقل کی جاتی ہے:

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ۭ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ (بنی اسرائیل:۸۵)

''یہ لوگ تم سے روح کے متعلق پوچھتے ہیں، کہو ''یہ روح میرے رب کے حکم سے آتی ہے، مگر تم لوگوں نے علم سے کم ہی بہرہ پایا ہے۔''

---

(۱) Spirituality مغربی فلسفہ کے مطابق اس نظریہ کا نام ہے کہ کائنات میں حتمی اور قطعی حقیقت 'روح' ہے، جو انسانی روح کی مانند عقل و ذہن کی گرفت سے ماورا ہے اور پوری کائنات اس کا محور اور عقلی تعبیر ہے۔ بسا اوقات روحانیت کی تعریف اس آئیڈیلزم یعنی عینیت سے کی جاتی ہے کہ حتمی روح کے سوا کسی چیز کا وجود نہیں ہے۔ اس تعریف میں حواس کی دنیا نظریات و افکار کی قلم رو سے عبارت ہے۔ ایک تیسری تعریف کے مطابق مذہبی اصطلاحات کے دائرے میں یہ عبارت ہے مذہب پر روح القدس کے اثرات سے، خاص طور سے سینٹ جان کی انجیل کی یہ تعلیم کہ خدا روح القدس کا نام ہے اور یہ کہ عبادت کا مطلب ہے کہ روح القدس کا ارواح سے براہ راست رابطہ استوار ہو۔ اس لفظ کے ایک معنی یہ بھی بیان کئے گئے ہیں کہ مردہ انسانوں کی روح زندہ انسانوں کے اندر مختلف واسطوں اور مظاہر سے حلول کر جائے۔ آخر الذکر معنی کو بطور خاص Spiritism بیان کرتی ہے۔ دیکھیے:

Runes, Dagobert D., The Dictionary of Philosophy, Bomboy, 1956, p. 30

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دشوار گزار گھاٹی

قرآن مجید کی یہ اصطلاح متصوفانہ مباحث میں بڑے جوش وخروش سے استعمال ہوتی رہی ہے۔ علامہ طبارہ اس طرح کی بحثوں سے کوئی سروکار نہیں رکھتے۔ وہ تو ایک عام قاری کو قرآن کے تصور تزکیہ تک لے جانا چاہتے ہیں اور یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ عبادت اور خدمت خلق کے راستے سے ہی نفس کا تزکیہ ہوتا اور روحانیت پیدا ہوتی ہے۔ دیکھیے قرآن کتنی خوب صورتی سے اس حقیقت کو ذہن نشین کراتا ہے:

اَیَحْسَبُ اَنْ لَّنْ یَّقْدِرَ عَلَیْهِ اَحَدٌ ۘ یَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا ؕ اَیَحْسَبُ اَنْ لَّمْ یَرَهٗۤ اَحَدٌ ؕ اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَیْنَیْنِ ۙ وَلِسَانًا وَّ شَفَتَیْنِ ۙ وَهَدَیْنٰهُ النَّجْدَیْنِ ۚ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۖ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ؕ فَكُّ رَقَبَةٍ ۙ اَوْ اِطْعٰمٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَةٍ ۙ یَّتِیْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۙ اَوْ مِسْكِیْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ؕ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْمَیْمَنَةِ ؕ (البلد:۵-۱۸)

''کیا اُس نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ اُس پر کوئی قابو نہ پا سکے گا؟ کہتا ہے کہ میں نے ڈھیروں مال اڑا دیا۔ کیا وہ سمجھتا ہے کہ کسی نے اس کو نہیں دیکھا؟ کیا ہم نے اسے دو آنکھیں اور ایک زبان اور دو ہونٹ نہیں دیئے؟ اور (نیکی اور بدی کے) دونوں نمایاں راستے اُسے (نہیں) دکھا دیئے؟ مگر اُس نے دشوار گھاٹی سے گزرنے کی ہمت نہ کی۔ اور تم کیا جانو کہ کیا ہے دشوار گزار گھاٹی؟ کسی گردن کو غلامی سے چھڑانا، یا فاقے کے دن کسی قریبی یتیم یا خاک نشین مسکین کو کھانا کھلانا۔ پھر (اُس کے ساتھ یہ کہ) آدمی اُن لوگوں میں شامل ہو، جو ایمان لائے اور جنہوں نے ایک دوسرے کو صبر اور (خلق خدا پر) رحم کی تلقین کی۔ یہ لوگ ہیں دائیں بازو والے۔''

یہاں انسان کی باغیانہ فطرت کی پہلے منظر کشی کی گئی۔ ہر جبار اور ظالم شخص یہی گمان رکھتا ہے کہ کوئی بالاتر اقتدار اسے اپنی گرفت میں نہیں لے سکتا، نہ کوئی اس کی ناک نیچی کر سکتا ہے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب کہ شب و روز کے مطابق معمول تماشے اسے اس کی اصل حیثیت یاد دلاتے رہتے ہیں۔ زلزلے کا ایک جھٹکا، ہوا کا ایک طوفان، سمندر کا ایک سنامی اسے باور کرا دیتا ہے کہ وہ کتنا بے بس، لاچار اور مجبور محض ہے۔ ایک ہلکا جھٹکا آدمی کو عرش سے فرش پر پھینک دیتا ہے، پل جھپکتے بڑے سے بڑا دولت مند شخص دیوالیہ بن کر رہ جاتا ہے۔ تقدیر بدلتی ہے تو فتح و عروج کے نشہ میں بدمست قوم ذلت و شکست کے کھڈ میں جا گرتی ہے، مگر انسان پھر بھی اپنے کو تمام گرفت سے بالا تصور کر لیتا ہے۔ پھر اُسے غرّہ اس بات کا ہے کہ اس نے ڈھیر دولت لٹا دی اپنی امارت کی نمائش اور اپنے فخر و غرور کے اظہار میں۔ اور بھول گیا کہ کوئی خدا بھی ہے، جو دیکھ رہا ہے کہ کن ذرائع سے اس نے یہ دولت حاصل کی اور کن کاموں میں کس نیت اور جذبہ سے اسے صرف کیا۔ اس تفاخر و تکاثر، فضول خرچی و اسراف، شہرت طلبی و ناموری کی خدا کے ہاں کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ انسان یہ بھی نہیں سمجھتا کہ یہ دو آنکھیں، ایک زبان اور دو ہونٹ آخر خدا نے کیوں دیئے؟ علم و عقل کے ان ذرائع کے صحیح استعمال کو وہ فراموش کر بیٹھتا ہے اور صحیح و غلط، نیکی و بدی، عدل و بے انصافی میں تفریق نہیں کرتا اور شتر بے مہار کی زندگی بسر کرنے لگتا ہے۔

قرآن یہ بھی صراحت کرتا ہے کہ محض عقل و فکر کی صلاحیتیں ہی انسان کو نہیں دی گئیں بلکہ نیکی اور بدی کے دونوں راستے بھی خدا نے نمایاں کر کے رکھ دیے تا کہ وہ اپنی ذمے داری پر، اپنی قوت فیصلہ و اختیار کا استعمال کر کے کسی ایک راہ کا انتخاب کرے اور پھر اس کے انجام سے ہمکنار ہو۔(۱)

مذکورہ بالا آیت میں قرآن نے انسان کے روحانی سفر کو "گھاٹی سے گزرنے" سے تعبیر دی ہے۔ لفظ اقتحام کے معنٰی ہیں اپنے آپ کو کسی سخت اور مشقت طلب کام میں ڈالنا اور عَقبہ اس دشوار گزار راستے کو کہتے ہیں، جو بلندی پر جانے کے لیے پہاڑوں میں سے گزرتا ہے۔ گویا قرآن یہ واضح کر رہا ہے کہ بلندی کی طرف جانے والا راستہ مشقت طلب اور دشوار گزار

(۱) سورۃ الدّھر میں اسی حقیقت کو اس طرح بیان کیا گیا ہے: اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا○ اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا○ (آیت: ۲-۳) یعنی ہم نے انسان کو ایک مخلوط نطفے سے پیدا کیا تا کہ اس کا امتحان لیں اور اس غرض کے لیے ہم نے اُسے سننے اور دیکھنے والا بنایا۔ ہم نے اسے راستہ دکھا دیا خواہ شکر کرنے والا بنے یا کفر کرنے والا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔اس میں آدمی کو نفس کے خلاف جہاد کرنا پڑتا ہے، شیطان کے وسوسوں اور اس کی ترغیبات کو شکست دینی پڑتی ہے۔ نمود و نمائش اور افراط و تفریط سے کنارہ کشی کرنی پڑتی ہے اور ایمان اور خدمت کی راہ پر ثابت قدمی کے ساتھ گامزن ہونا پڑتا ہے۔ پھر آگے اس کی تفصیلات بیان کی گئیں۔

غلامی سے آزادی دلانا، نیکیوں میں سرفہرست قرار دیا۔ انفرادی و اجتماعی دونوں سطحوں پر یہ آزادی مطلوب ہے اور آزادی بھی محض جسمانی کافی نہیں ہے۔ سیاسی، سماجی، معاشی، فکری ہر طرح کی آزادی درکار ہے کہ فرد اور قوم اپنی روحانی زندگی کی بابت آزادانہ فیصلہ کر سکے اور اس راہ کے سارے حجابات اٹھا دیے جائیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''جس شخص نے ایک مومن غلام کو آزاد کیا اللہ تعالیٰ اُس غلام کے ہر عضو کے بدلے میں آزاد کرنے والے شخص کے ہر عضو کو دوزخ کی آگ سے بچا لے گا، ہاتھ کے بدلے میں ہاتھ، پاؤں کے بدلے میں پاؤں، شرمگاہ کے بدلے میں شرمگاہ''۔ (مسند احمد، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی)

مسکینوں اور یتیموں کی مدد۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بکثرت احادیث اس بابت وارد ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الساعی علی الأرملة والمسکینِ کالسّاعی فی سبیل اللّٰہ وأحسبهٗ قال کالقائم لایفتر و کالصائم لا یفطر ''بیوہ اور مسکین کی مدد کے لیے دوڑ دھوپ کرنے والا ایسا ہے، جیسے جہاد فی سبیل اللہ میں دوڑ دھوپ کرنے والا۔ (حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ) مجھے خیال ہوتا ہے کہ آپؐ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ وہ ایسا ہے جیسے وہ شخص جو راتوں میں تہجد ادا کرے اور آرام نہ لے اور وہ جو پے در پے روزے رکھے اور کبھی روزہ نہ چھوڑے'' (بخاری و مسلم)

ایمان و مرحمت

قرآن نے زیر بحث آیت میں یہ تاکید بھی کر دی کہ روحانی سفر کو کامیاب بنانے کے لیے محض نیکیاں کمانا کافی نہیں ہے اس کے لیے تین صفات مزید درکار ہیں: (۱) ایمان۔ عمل صالح بغیر ایمان کے اللہ کے ہاں مقبول و معتبر نہیں ہے۔ (۲) صبر و ثبات۔ پوری زندگی ایمان پر جماؤ اور استقامت کے ساتھ گزاری جائے کیونکہ مومن کی پوری زندگی صبر کی زندگی ہوتی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نفس اور اس کی خواہشات سے لے کر اپنے اہل وعیال، اپنے خاندان، اپنے معاشرے، اپنے ملک وقوم اور دنیا بھر کے شیطانوں کی مزاحمتوں کا سامنا حتیٰ کہ راہِ خدا میں ہجرت اور جہاد کے جاں گسل مراحل سے گزرنا صبر کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ (۳) مرحمت اور مواسات کہ یہ ایک مسلمان فرد اور معاشرے کی پہچان ہے۔ وہ انسانوں کے لیے رحیم وشفیق اور ہمدرد وغم گسار ہوتے ہیں۔ انفرادی حیثیت میں وہ اللہ کی شان رحیمی کا مظہر ہوتے ہیں اور اجتماعی حیثیت میں بھی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے ارشادات اس بابت واضح ہیں۔ آپؐ نے سب سے زیادہ زور اسی اخلاقی صفت پر دیا ہے:

لایرحم اللّٰہُ من لایرحم الناسَ (بخاری ومسلم)

''اللہ اُس شخص پر رحم نہیں کرتا، جو انسانوں پر رحم نہیں کرتا۔''

الرَّاحِمُونَ یرحَمھُم الرَّحمٰنُ إرحمُوا مَن فی الارض یرحمکم من فی السماء۔ (ابوداؤد، ترمذی)

''رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم کرتا ہے۔ زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔''

من لا یَرحم لا یُرحم۔ (بخاری، الأدب المفرد)

''جو رحم نہیں کرتا اُس پر رحم نہیں کیا جاتا۔''

یہ ہے قرآن کا وہ تصور روحانیت جو ایمان، عمل صالح اور خدمت کے جلو میں پرورش پاتا اور بلندی کے مراحل طے کرتا ہے۔

محبّت ومحبوبیت

اسلامی روحانیت کا سب سے بڑا مظہر خدا سے محبت کرنا ہے۔ قرآن نے اللہ کے اسمائے حسنیٰ میں 'الودود' کو بھی شمار کیا ہے۔ دیکھیے کتنا دل آویز ذکر ہے خدا اور بندے کے درمیان تعلق اور استواری کا۔ قرآن کہتا ہے:

وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ۭ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ ۝

(ہود:۹۰)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''دیکھو اپنے رب سے معافی مانگو اور اس کی طرف پلٹ آؤ، بے شک میرا رب رحیم ہے اور اپنی مخلوق سے محبت رکھتا ہے۔''

اللہ اپنی مخلوق سے کس قدر محبت رکھتا ہے اور توبہ وندامت اور رجوع کی صورت میں اس کا دامنِ رحمت کس قدر وسیع ہے۔ اس کی مثال رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے یہ دی ہے کہ اگر تم میں سے کسی شخص کا اونٹ ایک بے آب وگیاہ صحرا میں کھو جائے اور اس کے کھانے پینے کا سامان بھی اسی اونٹ پر ہو اور وہ شخص اس کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر مایوس ہو چکا ہو یہاں تک کہ زندگی سے ناامید ہو کر وہ ایک درخت کے نیچے لیٹ گیا ہو اور عین اس حالت میں یکا یک وہ دیکھے کہ اس کا اونٹ سامنے کھڑا ہے تو اس وقت جیسی کچھ خوشی اس کو ہوگی اس سے بہت زیادہ خوشی اللہ کو اپنے بھٹکے ہوئے بندے کے پلٹ آنے سے ہوتی ہے۔

دوسری مثال اس سے بھی زیادہ دلچسپ اور موثر ہے۔ حضرت عمرؓ کی روایت ہے کہ ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں کچھ جنگی قیدی گرفتار ہو کر آئے۔ ان میں ایک عورت بھی تھی، جس کا شیر خوار بچہ چھوٹ گیا تھا اور وہ مامتا کی ماری ایسی بے چین تھی کہ جس بچے کو پالیتی اسے چھاتی سے چمٹا کر دودھ پلانے لگتی تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے اس کا حال دیکھ کر ہم لوگوں سے پوچھا کہ کیا تم یہ توقع کر سکتے ہو کہ یہ ماں اپنے بچے کو خود اپنے ہاتھوں آگ میں پھینک دے گی؟ ہم نے عرض کیا، ہرگز نہیں، خود پھینکنا تو درکنار، وہ آپ گرتا ہو تو یہ اپنی حد تک تو اسے بچانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھے گی۔ فرمایا:

اللّٰهُ أرحمُ بِعبادِهٖ مِنْ هٰذهٖ بِوَلَدِهَا

''اللہ کا رحم اپنے بندوں پر اس سے بہت زیادہ ہے، جو یہ عورت اپنے بچے کے لیے رکھتی ہے۔''

سورۃ البروج میں خدا کی اس صفت کا تذکرہ دوسرے انداز میں کیا گیا ہے:

اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ۝ اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيْدُ ۝ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ۝ (البروج: ۱۲-۱۴)

''درحقیقت تمہارے رب کی پکڑ بہت سخت ہے۔ وہی پہلی بار پیدا کرتا ہے اور وہی دوبارہ پیدا کرے گا اور وہ بخشنے والا ہے، محبت کرنے والا ہے۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خدا سے محبت کرنے والا، قرآنی تصریحات کے مطابق محبوب خلائق بنتا ہے۔ اگر اسے ذلت ورسوائی کی زندگی گزارنی پڑتی ہے تو وہ وقتی اور عارضی ہوتی ہے اور اس آزمائش کا مقصد اس کے درجات کو بلند کرنا ہوتا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَھُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ○ (مریم:۹۶)

''یقیناً جولوگ ایمان لے آئے ہیں اور عمل صالح کررہے ہیں عنقریب رحمٰن ان کے لیے دلوں میں محبت پیدا کردے گا۔''

کفار مکہ کی اذیت رسانیوں کے جواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جاں نثار ساتھیوں کو تسلی دی گئی کہ عنقریب وہ محبوب عالم بن کر دنیا میں چمکیں گے اور دل لامحالہ اُن کی طرف کھنچیں گے۔ دنیا اُن کے آگے پلکیں بچھائے گی اور چاردانگ عالم میں اُن کے حسن اخلاق، خدا پرستی اور وفاشعاری کا ڈنکا بجے گا۔ اور بعض تفسیری نکات کے مطابق یوم حشر میں جب کہ کس مپرسی اور نفسا نفسی کا عالم ہوگا اِن اہل ایمان کے لیے خدائے رحمٰن ہر طرف مہر ومحبت کی فضا پیدا کردے گا۔ فرشتے بھی ان کا خیر مقدم سلام وتحیت کے ساتھ کریں گے۔ رب العزت کی طرف سے بھی ان کو سلام کہلایا جائے گا اور خود اہل ایمان بھی ایک فتح مند ٹیم کی طرح ایک دوسرے کو مبارک باد دیں گے۔ غرض ہر طرف فضا احسنت ومرحبا کے کلمات سے گونج رہی ہوگی۔

مومنانہ صفات

اس محبت کا دوسرا پہلو- جو ماسبق سے کم اہمیت نہیں رکھتا- خلق خدا سے محبت، اُن کے ساتھ غم خواری ومواسات، اُن کے تئیں نرمی وانکساری اور ملاطفت کی اعلیٰ اقدار کی پاسداری ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس اعلیٰ صفت کو قرآن نے فضل الٰہی سے تعبیر کیا ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَا انْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۖ (آل عمران:۱۵۹)

''یہ اللہ ہی کا فضل ہے کہ تم ان کے لیے نرم خو ہو۔ اگر تم درشت خو اور سخت دل ہوتے تو تمہارے پاس سے یہ منتشر ہوجاتے۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن نے مخلص اہل ایمان کی یہ صفت گنائی ہے کہ وہ خدا کی محبت سے سرشار ہوتے اور بندگانِ خدا کے لیے سراپا تواضع اور حسن اخلاق ہوتے ہیں۔ سورۃ المائدہ میں منافقین کی روشِ ارتداد پر تبصرہ کرنے کے بعد قرآن کہتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِى اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۡ يُجَاهِدُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ۭ (المائدہ: ۵۴)

''اے ایمان والو، جو تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے گا تو اللہ کو کوئی پروا نہیں۔ وہ جلد ایسے لوگوں کو اٹھائے گا جن سے وہ محبت کرے گا اور وہ اس سے محبت کریں گے۔ وہ مسلمانوں کے لیے نرم مزاج اور کافروں کے مقابلے میں سخت ہوں گے، اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کی پروا نہ کریں گے۔''

یہاں اہل ایمان کی جو صفات بتائی گئی ہیں اُن میں خدا سے محبت کرنا اور خدا کی محبت کا حق دار ہونا اولین صفت ہے۔ خدا سے محبت کی شہادت یہ ہے کہ آدمی خدا کے احکام و ہدایات پر مخلصانہ عمل پیرا ہو، اس کے نبیؐ کے طریقے اور فیصلے کی بے چوں و چرا پابندی کرے[1]۔ اہل ایمان سے وفاداری اور دشمنانِ دین سے بیزاری اس کا شعار ہو تب وہ خدا کی محبت کا سزاوار ٹھہرتا ہے اس لیے کہ خدا کی محبت کسی کے نام و نسب، شکل و صورت اور مال و جاہ سے نہیں بلکہ ایمان و عمل اور اخلاق و کردار سے ہوتی ہے۔

دوسری صفت مسلمانوں کے لیے 'ذلیل' اور کافروں کے لیے 'عزیز' ہونے کی ہے۔ ذلیل کے معنٰی ہیں نرم خو، نرم مزاج، فرماں بردار، متواضع اور سہل الانقیاد۔ اس کے مقابل میں عزیز کی صفت ہے، جس کے معنٰی ہیں سخت، مشکل، بھاری، ناقابل شکست اور عسیر الانقیاد۔ مطلب یہ ہے کہ مخلص اہل ایمان مسلمانوں کے لیے نرم خو، بھولے بھالے، ہر پہلو سے لچک قبول کرنے والے اور ہر سانچے میں ڈھل جانے والے ہوتے ہیں۔ لیکن کافروں کے لیے یہ پتھر کی

(۱) مزید صراحت کے لیے دیکھیے آل عمران: ۳۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چٹان اور لوہے کا چنا ہوتے ہیں۔ وہ کافروں کے مفادات اور اغراض کی تکمیل کا زینہ نہیں بنتے۔ انہیں کفر کے لیے خریدا جا سکتا ہے نہ دبایا جا سکتا ہے۔(۱)

پھر ان مخلصین کی صفت یہ بیان ہوئی کہ یہ جہاد کرنے والے اور اللہ کا کلمہ بلند کرنے والے ہیں۔ یہ لوگ اپنے تمام مفادات سے دست کش ہو کر، تمام مصروفیات اور دلچسپیوں سے منہ موڑ کر اور دوسروں کی نصیحتوں اور ملامتوں سے کان بند کر کے مجاہدانہ و سرفروشانہ اقدام کرتے ہیں۔ انہیں صرف اللہ کی رضا اور جنت کی طلب اس کام پر آمادہ کرتی ہے۔ اولوالعزمی اور بہادری کے ساتھ یہ دین کی خدمت کے لیے یکسو ہوتے ہیں۔ گویا اقبال کی زبان میں مردِ مومن کا پیغام ہے کہ ؎

مصافِ زندگی میں سیرتِ فولاد پیدا کر — شبستانِ محبت میں حریر و پرنیاں ہو جا
گزر جا بن کے سیلِ تند رو کوہ و بیاباں سے — گلستاں راہ میں آئے تو جوئے نغمہ خواں ہو جا

مسجد قرطبہ کو خطاب کر کے اقبال نے مردِ مومن کا جو ہیولیٰ پیش کیا ہے وہ انہی صفات سے جگمگ کرتا دل و دماغ کو منور بناتا ہے ؎

تجھ سے ہوا آشکار بندۂ مومن کا راز — اس کے دنوں کی تپش، اس کی شبوں کا گداز
اس کا مقامِ بلند، اس کا خیالِ عظیم — اس کا سرور اس کا شوق، اس کا نیاز اس کا ناز
ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ — غالب و کار آفریں، کار کشا، کارساز
خاکی و نوری نہاد، بندۂ مولا صفات — ہر دو جہاں سے غنی، اُس کا دلِ بے نیاز
اس کی امیدیں قلیل، اس کے مقاصد جلیل — اس کی ادا دل فریب، اس کی نگہ دل نواز

---

(۱) سورۂ فتح آیت ۲۹ میں صحابہ کرام کی یہی صفت زیادہ جامعیت کے ساتھ بیان ہوئی ہے۔ فرمایا:
مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّاۗءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۡ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ۭ (محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کفار پر سخت اور آپس میں رحیم ہیں۔ تم جب دیکھو گے انہیں رکوع و سجود اور اللہ کے فضل اور اس کی خوشنودی کی تلاش میں مشغول پاؤ گے۔ سجود کے اثرات ان کے چہروں پر موجود ہیں جن سے وہ الگ پہچانے جاتے ہیں۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نرم دمِ گفتگو، گرم دمِ جستجو رزم ہو یا بزم ہو، پاک دل و پاکباز
نقطۂ پرکارِ حق، مردِ خدا کا یقیں اور یہ عالم تمام وہم و طلسم و مجاز

فاضل مصنف علامہ عفیف عبدالفتاح طبارہ بندہ مومن کے اسی جلال و جمال کو اسلامی روحانیت کا نام دیتے ہیں۔ خاکسار نے اس ترجمہ میں اس امر کو ملحوظ رکھا ہے کہ مصنف کے مفہوم کی ترجمانی آسان اور عام فہم زبان میں ہو جائے اور عربی کی طویل عبارتوں کو حسب ضرورت اور اردو زبان کی رعایت سے مختلف فقروں میں تقسیم کر دیا جائے۔ جہاں ناگزیر محسوس ہوا ہے حواشی کا اضافہ کر دیا گیا ہے اور اس کی صراحت قوسین میں کر دی گئی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ رب العزت اس کوشش کو قبول فرمائے۔ آمین

قصر فہد
یونیورسٹی فورٹ انگلیو، بروولی روڈ،
علی گڑھ ۲۰۲۰۰۲
(ڈاکٹر) عبید اللہ فہد فلاحی

2891
www.KitaboSunnat.com
محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصل:۱

اسلامی نظریۂ روحانیت

بعض شکوک وشبہات ہیں، جو دشمنوں نے اسلام کے خلاف پھیلا رکھے ہیں۔ مثال کے طور پر بعض لوگوں نے اسلام پر یہ اعتراض کیا ہے کہ ''اس میں روحانیت کی کمی ہے اور وہ مادی دین ہے''(۱) ایک اعتراض یہ بھی اٹھایا جاتا ہے کہ ''اسلام روحانی واخلاقی نظام سے زیادہ قانونی نظام کی حیثیت رکھتا ہے''(۲)

امر واقعہ یہ ہے کہ ان دو اعتراضات سے زیادہ غلط اور باطل اعتراض اور کوئی نہیں۔ اسلام ایسے روحانی اصولوں اور مبادیات پر مشتمل ہے جن کی نظیر ان کی بلندی میں اور نفس کے ان پر فوراً لبیک کہنے میں دوسرے ادیان میں ناپید ہے۔ ہم مندرجہ ذیل بحثوں میں اسی موضوع سے متعلق تفصیلات پیش کریں گے۔

انسان روح اور مادہ سے مرکب ہے

انسان کی تخلیق دو عناصر سے ہوتی ہے: ایک مادی عنصر ہے، جو حرکت میں رہتا ہے اور نشو ونما پاتا رہتا ہے۔ دوسرا عنصر جوہر ہے، جو مادہ سے الگ تھلگ ہے۔ اس کے خاص مظاہر ہیں جیسے غور وفکر، علم وارادہ، محبت ونفرت، اخلاقِ حسنہ یا اخلاقِ ذمیمہ۔

ان دونوں عناصر کی اپنی مرغوبات ہیں جن کی تحصیل کے لیے انسان آخری حدود تک دوڑ دھوپ کرتا ہے۔ جسم کی مرغوبات کھانا، پانی اور دوسری تمام خواہشات اور جسمانی لذتیں ہیں اور روح کی ترقی کے بھی مدارج ہیں جن سے محنت اور جدوجہد کے لحاظ سے مختلف نصیبے حاصل کئے جاسکتے ہیں۔

روح کا بدن سے اتصال ہے اور اس اتصال میں بہت سی آزمائشیں ہیں۔ چنانچہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اکثریت آج اپنی خواہشات اور لذتوں کی غلام بن کر رہ گئی ہے اور ان کی انسانیت محض حیوانیت کے درجہ میں گر چکی ہے بلکہ بسا اوقات لوگ عام حیوانیت کی سطح سے بھی گر جاتے ہیں کیونکہ انھیں غور وفکر کی صلاحیت سے نوازا گیا ہے چنانچہ وہ ایسی ایسی شہوتیں ایجاد کرتے ہیں جن تک حیوان کی عقل بھی نہیں جاتی۔

اسی لیے قرآن نے ایسی روحانی شریعت پیش کی، جس کی بنیاد اللہ پر ایمان اس کی ایسی یقینی معرفت کا حصول ہے جس میں کوئی شک وشبہ راہ نہ پا سکے۔ یہ معرفت انسان کو بلندیوں پر اٹھاتی ہے، اسے انسانی معاشرے کا ایک صالح فرد بناتی ہے اور ان نفسانی مسائل ومعاملات سے نکال دیتی ہے، جو اس کائنات کے راز سے ناواقفیت کے سبب انسان کو پریشان کئے ہوئے ہیں۔ پھر قرآن نے انسان کو دعوت دی کہ وہ اپنے نفس سے مجاہدہ کرے، اسے اچھائیوں کے انجام دینے پر آمادہ کرے اور شہوت اور نفس کی گندگیوں سے، بغض وحسد اور دوسری بیماریوں سے اپنے قلب کو پاک وصاف کرے تاکہ تمام انسان محبت واخوت اور امن وسلامتی پر مجتمع ہو سکیں۔

دنیا آج روحانی ثقافت کی حاجت مند ہے

آج دنیا کو روحانی ثقافت کی ضرورت ہے۔ یہ مادی دنیا اس مستحکم عقیدہ پر قائم تھی کہ وہ اپنی مادی ترقیات کی بدولت ہی کمال کے مرتبے تک پہنچ سکی ہے۔ لیکن حالیہ واقعات وحالات نے اس عقیدہ وفکر میں کافی تبدیلی پیدا کر دی ہے۔

وہ مادی ترقی، جو ہم نے اس صدی میں حاصل کی، اپنے علمی ثمرات نہ دے سکی اور انسان سعادت سے ہمکنار نہ ہو سکا بلکہ اس کے برعکس پیہم عالمی جنگوں نے تباہی وبربادی میں اضافہ کر دیا۔ طاقت ور آج بھی کمزور کو لوٹ رہا ہے اور جنگل کا قانون آج بھی حکمراں ہے۔ سامراج کمزور اور پسماندہ ممالک کے سینوں میں اپنے پنجے گاڑے ہوئے ہے، قومیں ایک دوسرے سے نفرت کرتی ہیں۔ یہ تمام حالات روحانی اقدار سے خالی مادی تہذیب کے افلاس کو نمایاں کرتی ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ ہندستانی شاعر ٹیگور(۲) اس جدید تہذیب پر بھرپور تنقید کرتا ہے، جو روحانی اقدار سے یکسر اعراض کر کے سائنس اور مادہ کی بنیادوں پر قائم ہے۔ اپنی وفات سے چند

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گھنٹے پہلے اس نے یہ باتیں اپنے کسی شاگرد سے کہی تھیں۔ ''علمی، معاشرتی اور اقتصادی اصلاح مزاج میں تہذیب و شائستگی پیدا کر دیتی ہے، اسے لطیف بناتی اور صیقل کرتی ہے لیکن انسان اس سے بس ایک ممتاز حیوان سے زیادہ کچھ نہیں بن پاتا۔ وہ فرد کے لیے ایک مستقل وحدت کی حیثیت سے مطلوب روحانی کمال کا کوئی واضح راستہ نہیں کھینچ سکتی کیونکہ میری معلومات کے مطابق روحانی کمال مادی ترقی میں مقید نہیں ہے۔ وہ ایک ابدی اور لازوال جوہر ہے، جو ہمارے دلوں میں پوشیدہ ہوتا ہے چاہے یہ مادی ترقی میں آگے ہوں یا پس ماندہ۔ یہ ضرور ہے کہ جس حد تک ہو سکے ہم اس ابدی جوہر کو اپنی ارواح میں ڈھونڈھیں، اس کے مظاہر کی اپنے اندر جستجو کریں اور اپنے اور دوسروں کے درمیان اس کی مشترک طاقتوں کی تلاش کریں۔

ان صلاحیتوں اور طاقتوں کے سلسلے میں ہمارے احساس کے بقدر کمال کی طرف ہماری پیش رفت ہوگی۔

ہم سے پہلے بہت سے لوگوں نے اس حقیقت کا ادراک کیا ہے اور وہ روحانی کمال کی زندہ مثال تھے۔ حالانکہ ہماری طرح ان کے پاس تہذیب تھی، نہ علوم تھے اور نہ ہماری مادی ترقیوں کا وہ خواب دیکھ سکتے تھے۔ انہوں نے نگہہ داشت اور تربیت کے ذریعے اپنی ابدی طاقتوں کی حفاظت کی چنانچہ وہ طاقتیں بارآور ہوئیں اور بابرکت ثمرات سے انھیں لطف اندوز کیا۔ لیکن وہ ابدی طاقتیں کیا تھیں؟ پاکیزگی، محبت، رحمت، ایثار و قربانی کی صفات تھیں اور وہ تمام چیزیں تھیں، جو ہمیں یہ احساس دلاتی ہیں کہ اپنے دلوں میں امن و اطمینان کی تخم ریزی اور معاشرے میں عدل و اخوت کی ترویج کے لیے ہمیں نظاموں اور قوانین کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

سب سے زیادہ تعجب اس پر ہے کہ ہماری تہذیب ہماری ترقی کے لیے قوانین اور نظاموں کے اصلاح کا سہارا لیتی ہے لیکن کسی مذہب یا عقیدہ کے لیے تعصب سے خالی پر جوش دعوت کے ذریعے اس اصلاح کو ان روحانی طاقتوں سے نہیں ملاتی، جو لازوال مشترک عناصر کا مجموعہ ہیں جن سے فائدہ اٹھانا اسی طرح ضروری ہے، جس طرح ہم لوہے، کوئلے، بھاپ اور بجلی سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

بخدا اس موضوع پر کوئی عبقری ادیب ایک آسان اور مفصل کتابچہ تیار کر دے اور اس پر حکومتیں متفق ہو جائیں اور اس کے لاکھوں نسخے طبع کرائے جائیں اور دنیا کے تمام مدارس میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بچوں اور بچیوں کو اس کی تعلیم دی جائے۔ یہ اس انفرادی کمال اور انسانی رابطے کے حصول کے لیے اس سے ہزار درجہ بہتر ہے کہ ایسے افراد پر مشتمل کوئی سیاسی پارٹی بنائی جائے، جس کی نظر میں عقل ہی ہر چیز کی بنیاد ہو اور نجی فائدہ ہر چیز کی منزل مقصود ہو۔

میں سمجھتا ہوں کہ بچوں کو بجلی کے فوائد پڑھانے کے ساتھ محبت کے فوائد بھی پڑھائے جائیں۔ لوہا اور کوئلہ کی منفعتوں کو نمایاں کرنے کے ساتھ ہی رحمت اور پاکیزگی کی برکتیں بھی بتائی جائیں۔ یعنی یہ ضروری ہے کہ ان کے دلوں میں علوم اور ان کے عملی نفاذ کے ساتھ ابدی جذبات کی پرورش بھی ہو ورنہ یہ علوم و معارف اور ان کے انطباقات مقصود و مطلوب کی راہ میں رکاوٹ ثابت ہوں گے۔ جذبات دب جائیں گے اور انسان ماضی کی وحشت کی طرف پلٹ جائے گا۔

حقیقت یہ ہے کہ آج دنیا ابدی اصولوں کی زیادہ ضرورت مند ہے، جو ایک مشترک انسانی دین کی شکل میں منظم کیے جائیں اور ان کا اقرار و اعتراف کیا جائے، جنہیں سب سمجھ سکیں اور محسوس کر سکیں۔

عقل و روح یعنی علم اور اس کی جدید اصلاحات اور نفس اور اس کے ابدی فضائل، ان دونوں کے ذریعے جدید انسان امن و اطمینان کی حالت میں مستقبل کی تہذیب کی تعمیر کر سکتا ہے۔

یہ میری وصیت ہے، جس کا میں دنیا میں اعلان کرنا چاہتا ہوں جب کہ میں موت کے دروازے پر ہوں۔ اسے میں نے اللہ سے حاصل کیا ہے، جس کے اندر میں اپنے شعر کے ذریعے سرایت کرنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن اس نے مجھے بتایا کہ سب سے پہلے اس طرح کی کوشش حق و محبت اور رحمت کے سائے میں انسان اور اس کے بھائی کے درمیان ہونی چاہئیے'' (۴)

آج اس مقصد کے لیے امریکہ وغیرہ میں بعض انجمنیں بن چکی ہیں۔ ان میں ایک ''جمعیت اخلاقی ہتھیار بندی'' ہے جسے ڈاکٹر فرانک بکمان نے قائم کیا ہے۔ اس سے اس کا مقصد افراد کی تبدیلی کے ذریعے معاشرے میں انقلاب لانا تھا۔ اس کا وسیلہ یہ تھا کہ ان اصولوں سے مسلح ہو جنھیں بغیر کسی تساہل کے وہ اختیار کرے۔ ان اصولوں میں چند یہ ہیں: اللہ سے لو لگانا اور اس کے احکامات اور اس کی اطاعت پر کان دھرنا، جب بھی وہ گناہ کرے اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور برائیوں سے بچنے کا عزم مصمم کرے۔ افراد ان اصولوں کے حصول میں ایک دوسرے کی مدد کریں تا کہ معاشرے پر ان کی حکمرانی ہو سکے۔ دھڑے بندی ہمارے زمانے کی علامت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے اور اتحاد ہمارا فوری مقصود ہے اور دھڑے بندی تکبر، کینہ، شہوت اور طمع کی پیداوار ہے اور یہ مادیت کا کارنامہ ہے اور ایسی علامت ہے جو انہیں الگ اور نمایاں کر دیتی ہے۔

قرآن نے ایسی روحانی بنیادیں پیش کیں، جو تمام لوگوں کے لیے اخوت، سلامتی اور امن واطمینان کی ضمانت ہیں اور وہ اصول افسوس ہے کہ آج بہت سی قوموں کے نزدیک غیر متعارف ہیں۔ انسانیت کے مفکرین جیسے ٹیگور اور فرانک بکمان وغیرہ جو ہماری مضطرب ومنتشر دنیا میں امن وسلامتی اور محبت واخوت کے بہترین وسائل کی تلاش میں ہیں، ان ابدی اصولوں سے ناآشنا ہیں۔ اس لیے اس بحث کو تحریر کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی تاکہ ہم صاف صاف بتادیں کہ مستقبل قریب میں ان شاء اللہ اسلام ہی انسانیت کا دین ہوگا۔

مذاہب کا روحانی نظام

اسلام کا روحانی نظام کیا ہے؟ اسے سمجھنے اور اس کی گہرائیوں کا ادراک کرنے کے لیے ضروری ہے کہ دوسرے ادیان اور فلسفیانہ نظام ہائے حیات میں روحانیت کا کیا تصور ہے اور اس میں اور اسلام میں کیا فرق ہے اسے اچھی طرح ذہن نشین کرلیں۔

فلسفوں اور مذاہب کی دنیا میں جس فکر کا غلبہ رہا ہے وہ یہ کہ روح اور جسم اپنے مفادات میں ایک دوسرے سے متعارض ہیں اس لیے ان دونوں کا پہلو بہ پہلو ترقی کرنا اور آگے بڑھنا ناممکن ہے۔ جسم اور مادی دنیا روح کے لیے قید خانہ ہے، جس میں وہ پھڑ پھڑا رہی ہے اور دنیوی رشتے اور اس کی لذتوں اور شہوتوں میں انہماک وہ بیڑیاں اور ہتھکڑیاں ہیں جن میں انسانی روح مقید ہے۔ یہ وہ رکاوٹیں اور گھاٹیاں ہیں، جو اس کے راستے میں حائل ہیں اور روحانی ترقی کی راہ میں اس کے لیے پہاڑ بن کر کھڑے ہیں۔

اس نقطۂ نظر کا نتیجہ روحانی اور مادی طریقوں کے درمیان تفریق کی شکل میں رونما ہوا۔ جن لوگوں نے مادہ کو ترجیح دی وہ پہلے ہی قدم پر روحانی سفر میں مایوس ہوگئے اور مادیت کی پرستش میں پوری طرح لگ گئے اور روحانیت سے بالکل ہٹ گئے۔ اور جنہوں نے روحانیت کی وادی کو پسند کیا انہوں نے اپنی روح کی ترقی کے لیے ایسے طریقے اور لائحۂ عمل بنائے، جو انہیں دنیوی معاملات سے بالکل دور کر دیتے تھے۔ کیونکہ ان کی نظر میں یہ ناممکن تھا کہ روح کی ترقی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لیے کوئی ایسا راستہ بھی ہوسکتا ہے، جو دنیوی زندگی اور اس کے معاملات کے درمیان سے گزرے۔ اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ روح کی ترقی کے لیے انہوں نے جسم کو نظر انداز کر دیا اور اس پر توجہ دینا باعثِ حقارت سمجھا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم انہیں ایسی سخت ترین بدنی ریاضتیں ایجاد کرتے ہوئے پاتے ہیں، جو نفس کی تمام رغبتوں کو کچل دیتی ہیں۔ مثال کے طور پر ہندستان میں برہمنوں اور بدھ مت کے علمبرداروں نے یہی راستہ اختیار کیا۔ چنانچہ ان میں سے بعض لوگ کھانا پانی اس حد تک کم کر دیتے ہیں کہ ہڈی کے ڈھانچوں کی طرح بے جان اور لاغر و نحیف ہو جاتے ہیں۔ کچھ لوگ اس سے بڑھ کر اپنے جسموں کو لوہے کی زنجیروں میں کس لیتے ہیں بلکہ ان میں ایک ایسا گروہ بھی ہے، جو میخوں کے تیز دندانوں پر بیٹھتا اور سوتا ہے تاکہ اس کی نوکیں ان کے بدن میں چبھیں اور تکلیف دیں۔

اور جب مسیحیت کی طرف نظر دوڑاتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ زہد و تقشف کا مذہب اور دنیوی رشتوں سے جدائی اور محض روح کی تیاری و تربیت کا دھرم ہے۔ انجیل متی (۲۴) کے چھٹے باب میں ہے کہ کوئی شخص دو خداؤں کی عبادت نہیں کر سکتا اس لیے کہ وہ یا تو ایک سے محبت کرے گا اور دوسرے سے نفرت کرے گا یا ایک سے چمٹا رہے گا اور دوسرے کو چھوڑ دے گا۔ تم اللہ اور مال دونوں کی عبادت نہیں کر سکتے، (۲۵) اس لیے میں تم سے کہتا ہوں کہ تم اس کی فکر نہ کرو کہ کیا کھاؤ گے اور کیا پہنو گے۔ کیا نفس کھانے سے اور جسم لباس سے افضل نہیں ہیں؟ یہاں تک کہ وہ کہتے ہیں (۳۳) سب سے پہلے اللہ کے اقتدار اور اس کی اطاعت کو تلاش کرو بس یہ تمہارے لیے کافی ہوگا (۳۴)۔ کل کی فکر نہ کرو کل اپنی فکر خود کرے گا۔ ہر دن کے لیے اس کا شر کافی ہے۔ انیسویں باب (۲۳) میں ہے۔ یسوعؑ اپنے سچے شاگردوں سے کہتے ہیں: میں تم سے کہتا ہوں کہ مال دار کے لیے آسمانوں کے اقتدار میں داخل ہونا بہت مشکل ہے (۲۴) اور میں یہ بھی کہتا ہوں کہ اونٹ کا سوئی کے ناکے میں داخل ہونا اِس سے کہیں آسان ہے کہ مال دار آسمانوں کے اقتدار میں داخل ہو۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حواشی

(1) The Prospect of Islam by Laurence E. Browne, London 1944.pp. 111,113. 116.

(2) Islam and Christianity by Lootfy Levonidn, London 1940. pp. 71-73.

التبشیر والاستعمار، ڈاکٹر عمر فروخ، ڈاکٹر مصطفیٰ خالدی، ص ۳۸

۳- رابندر ناتھ ٹیگور (Tagore) (۱۸۶۱-۱۹۴۱) بنگالی شاعر اور مفکر، جس نے ۱۹۱۳ء کا نوبل انعام برائے ادب حاصل کیا۔ ہندستانی تہذیب کو مغرب میں متعارف کرانے کا سہرا بڑی حد تک اس کے سر بندھتا ہے۔ یہ انعام اس کے دیوان گیتا نجلی (۱۹۱۰ء) کے انگریزی ترجمہ کی بدولت ملا۔ ۱۹۱۵ء میں اسے نائٹ کا خطاب ملا، جو اس نے ۱۹۱۹ء میں امرتسر قتل عام کے خلاف احتجاج کے طور پر لوٹا دیا۔ ایک ادیب کی حیثیت سے اس کی آخری ۲۵ سالہ زندگی میں اکتیس مجموعے شائع ہوئے۔ اس نے امریکہ، چین، جاپان، ملایا، انڈونیشیا اور یورپ میں لمبے لمبے سفر کئے اور اپنے خطبات پیش کئے۔ ۱۹۰۱ء میں شانتی نکیتن میں اس نے ایک اسکول کی بنیاد رکھی اور ۱۹۲۱ء میں وشو بھارتی یونیورسٹی کا افتتاح کیا۔ اس کی شاعری سیاسی و سماجی مسائل کی ترجمان ہے۔ (مترجم)

۴- جارج مجلوار، فرانسیسی مصنف کی کتاب ''علی ابواب الابدیة'' سے ماخوذ، اس زیر بحث فصل کا عربی ترجمہ کیا ادیب ابراہیم المصری نے، جو مصری اخبار الیوم کے شمارہ ۲۷ رجون ۱۹۵۳ء میں شائع ہوا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصل:۲

دنیا سے رابطے کا صحیح تصور

روح اور جسم کے مطالبات کے درمیان اعتدال

اسلام جسم و روح کے مطالبات کے درمیان اعتدال قائم کر کے دوسرے تمام ادیان ومذاہب سے ممتاز ہو جاتا ہے۔ وہ دنیا حاصل کرنے والے کو اس پر مجبور نہیں کرتا کہ وہ مادی منفعت یا جسمانی لذت کے حصول سے اپنے کو محروم رکھے بشرطیکہ اس کی کوشش شریعت کے بتائے ہوئے راستے کے مطابق اور معتدل انداز میں ہو حتی کہ ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن کی بہت سی آیات روحانی منزلت کے حصول کے ساتھ مادی منزلت کے حصول پر بھی زور دیتی ہیں۔ قرآن میں آتا ہے:

وَابْتَغِ فِيمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ (القصص:۷۷)

''جو مال اللہ نے تجھے دیا ہے اس سے آخرت کا گھر بنانے کی فکر کر اور دنیا میں سے بھی اپنا حصہ فراموش نہ کر۔ احسان کر جس طرح اللہ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے۔''

اسلام اپنے پیروکاروں کو زیب و زینت سے آراستہ ہونے اور جائز لذتوں کو استعمال کرنے کا حکم دیتا ہے بشرطیکہ وہ اعتدال کے اندر ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يٰبَنِيٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۭ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اٰمَنُوْا فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا خَالِصَۃً یَّوْمَ الْقِیٰمَۃِ ؕ کَذٰلِکَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ○ (الاعراف:۳۱،۳۲)

''اے بنی آدم، ہر عبادت کے موقعے پر اپنی زینت سے آراستہ رہو اور کھاؤ پیو اور حد سے تجاوز نہ کرو۔ اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اے نبیؐ، ان سے کہو، کس نے اللہ کی اُس زینت کو حرام کر دیا جسے اللہ نے اپنے بندوں کے لیے نکالا تھا اور کس نے خدا کی بخشی ہوئی پاک چیزیں ممنوع کر دیں؟ کہو، یہ ساری چیزیں دنیا کی زندگی میں بھی ایمان لانے والوں کے لیے ہیں اور قیامت کے روز تو خالصۃً انہی کے لیے ہوں گی۔ اس طرح ہم اپنی باتیں صاف صاف بیان کرتے ہیں ان لوگوں کے لیے جو علم رکھنے والے ہیں۔''

اللہ نے مسلمانوں کو جو دعا سکھائی اس میں دنیا و آخرت دونوں کے مطالبات جمع ہیں:

فَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا وَمَا لَهٗ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنْ خَلَاقٍ○ وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ○ اُولٰٓئِکَ لَهُمْ نَصِیْبٌ مِّمَّا کَسَبُوْا ؕ وَاللّٰهُ سَرِیْعُ الْحِسَابِ○ (البقرۃ:۲۰۰-۲۰۲)

''انسانوں میں کوئی تو ایسا ہے جو کہتا ہے کہ اے ہمارے رب، ہمیں دنیا ہی میں سب کچھ دے دے۔ ایسے شخص کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ اور کوئی کہتا ہے کہ اے ہمارے رب، ہمیں دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی، اور آگ کے عذاب سے ہمیں بچا۔ ایسے لوگ اپنی کمائی کے مطابق (دونوں جگہ) حصہ پائیں گے اور اللہ کو حساب چکاتے کچھ دیر نہیں لگتی۔''

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو پاکیزہ رزق منتخب کرنے کا حکم دیتا ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ وَاشْکُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ کُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ○ (البقرۃ:۱۷۲)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اگر تم حقیقت میں اللہ ہی کی بندگی کرنے والے ہو تو جو پاک چیزیں ہم نے تمہیں بخشی ہیں انہیں بے تکلف کھاؤ اور اللہ کا شکر ادا کرو۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسری جگہ وہ کہتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝ وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۠ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ۝

(المائدۃ:۸۷،۸۸)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، جو پاک چیزیں اللہ نے تمہارے لیے حلال کی ہیں انہیں حرام نہ کرلو اور حد سے تجاوز نہ کرو، اللہ کو زیادتی کرنے والے سخت ناپسند ہیں۔ جو کچھ حلال وطیب رزق اللہ نے تم کو دیا ہے اُسے کھاؤ پیو اور اُس خدا کی نافرمانی سے بچتے رہو جس پر تم ایمان لائے ہو۔''

اس آیت میں قابلِ توجہ امر یہ ہے کہ اللہ نے جن چیزوں کو حلال ٹھہرایا ہے ان سے اپنے کو محروم کرنا ظلم قرار دیا ہے۔ یعنی یہ اس اعتدال سے ہٹا ہوا راستہ ہے، جو روحانیت اور مادیت کے درمیان توازن پیدا کرتا ہے۔

مادی اور جسمانی گوشے پر اللہ نے جو توجہ کی ہے وہ یہ کہ قرآن نے اعلان کردیا کہ اللہ نے زمین کی تخلیق اس لیے کی ہے تاکہ انسان اسے مسخر کرکے اپنی منفعت حاصل کرے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر احسان جتاتے ہوئے کہتا ہے:

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۤ (البقرۃ:۲۹)

''وہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین کی ساری چیزیں پیدا کیں۔''

ایک دوسری جگہ فرمایا:

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ (الجاثیہ:۱۳)

''اس نے زمین اور آسمانوں کی ساری چیزوں کو تمہارے لیے مسخر کردیا، سب کچھ اپنے پاس سے۔ اس میں بڑی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو غور وفکر کرنے والے ہیں۔''

یہ آیت بتاتی ہے کہ انسان کو مادی دنیا پر کس قدر اقتدار واختیار حاصل ہے۔ قرآن کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرح فلسفیانہ معجزاتی گفتگو انیسویں صدی سے پہلے علمی حیثیت سے کسی نے نہیں کی۔ کائنات ہمیشہ سے حیرت انگیز، معجزنما اور غیر معلوم سمجھی جاتی تھی، آج جب کہ انسان نے دنیا کو اپنے فائدے کے لیے مسخر کرلیا ہے، ہم کہہ سکتے ہیں کہ اسلام نے یہ حقیقت اس وقت کھول کر رکھ دی تھی، جب کہ اس کے آثار بھی ظاہر نہ ہوئے تھے اور انسان زمین میں اپنے وجود پر مطمئن بھی نہ ہوسکا تھا۔

اس وضاحت سے یہ بات اظہر من الشمس ہوجاتی ہے کہ اسلام میں رہبانیت کا کوئی مقام نہیں ہے اور مسیحیت کے ہاں رہبانیت کا جو تصور پایا جاتا ہے اس میں غلو پایا جاتا ہے، جس سے اسلام روکتا ہے۔ اسی لیے قرآن نصاریٰ کے بارے میں کہتا ہے:

وَرَهْبَانِيَّةَ ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللَّهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا (الحدید: ۲۷)

''اور رہبانیت انہوں نے خود ایجاد کرلی، ہم نے اسے ان پر فرض نہیں کیا تھا، مگر اللہ کی خوشنودی کی طلب میں انہوں نے آپ ہی یہ بدعت نکالی اور پھر اس کی پابندی کرنے کا جو حق تھا اسے ادا نہ کیا۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ''اسلام میں کوئی رہبانیت نہیں ہے''[1] اس لیے کہ رہبانیت خدا کے صالح بندوں پر بس اپنی نجات کی فکر مسلط کر دیتا ہے اور وہ غاروں اور خانقاہوں میں گوشہ نشین ہوجاتے ہیں اور اقتدار کی باگ ان لوگوں کے ہاتھ میں آجاتی ہے، جو فساد فی الارض کے سوا اور کوئی پروگرام ہی نہیں رکھتے۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے روح اور مادہ کے درمیان ہم آہنگی کا جو طریقہ اختیار کیا ہے وہی ہے جسے انسانی فطرت قبول کرتی ہے۔ اللہ نے انسان کی خواہشات اور اس کی طبعی طاقتوں کو بے کار نہیں بنایا۔ نہ نفسی ریاضت کے ذریعے انہیں دبانے کی کوشش اسے مطلوب ہے۔ اس نے مختلف میلانات اور متنوع رجحانات کے ساتھ انسان کی تخلیق اس لیے کی ہے تاکہ انسان اُن پر قابو پاکر اور انھیں بلند اقدار کی طرف موڑ کر اپنے رب سے قریب ہوسکے۔

انتہا پسند روحانیت اور غالی مادیت کے درمیان اعتدال وہ نکتہ ہے، جو معاشرے کو مطلوب ہے اور ہمارے سامنے جو تعلیمات ہیں ان میں اسلام کے سوا اور کسی میں یہ خوبی نہیں پائی جاتی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دنیا پر آخرت کو ترجیح

اسلام جسم و روح کے درمیان اس عادلانہ طریقے پر اس حیثیت سے قائم نہیں ہے کہ وہ دونوں درجہ میں برابر ہیں۔ بلکہ حکمتِ خداوندی مقتضی ہوئی کہ اسلام کی بنیاد نوامیس طبیعت اور علم کے قوانین پر ہو۔ سائنس نے یہ اقرار کرلیا ہے کہ صحیح وسلیم عقل صحت مند جسم ہی میں ہوسکتی ہے اور یہ کہ روحانی بلندی جسم کو اس کی ضروریات سے محروم کردینے سے نہیں ملتی بلکہ اعتدال کے دائرے میں ان ضروریات کی تکمیل سے حاصل ہوتی ہے۔ اس کے باوجود قرآن اعلان کرتا ہے کہ آخرت کی زندگی دنیا کی زندگی سے افضل ہے اور روحانی کمال ہی وہ منزل ہے، جس کی طرف ہر مسلمان کو آگے بڑھنا چاہیے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو تنبیہ کرتا ہے، جو عمل صالح کا اندوختہ جمع کیے بغیر دنیا کے پیچھے دوڑے پھرتے ہیں:

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ○ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ○ (ھود:۱۵،۱۶)

''جو لوگ بس اس دنیا کی زندگی اور اس کی خوش نمائیوں کے طالب ہوتے ہیں ان کی کارگزاری کا سارا پھل ہم یہیں ان کو دے دیتے ہیں اور اس میں ان کے ساتھ کوئی کمی نہیں کی جاتی۔ مگر آخرت میں ایسے لوگوں کے لیے آگ کے سوا کچھ نہیں ہے (وہاں معلوم ہوجائے گا کہ) جو کچھ انہوں نے دنیا میں بنایا وہ سب ملیامیٹ ہوگیا اور اب ان کا سارا کیا دھرا محض باطل ہے۔''

اللہ تعالیٰ اپنے مقرب بندوں کی اس طرح توصیف کرتا ہے:

وَقِيْلَ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا مَاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۭ قَالُوْا خَيْرًا ۭ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۭ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ ۭ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِيْنَ○ (النحل:۳۰)

''خدا ترس لوگوں سے جب پوچھا جاتا ہے کہ یہ کیا چیز ہے، جو تمہارے رب کی طرف سے نازل ہوئی ہے تو وہ جواب دیتے ہیں کہ ''بہترین چیز اتری ہے''۔ اس طرح کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نیک وکار لوگوں کے لیے اس دنیا میں بھی بھلائی ہے اور آخرت کا گھر تو ضرور ہی ان کے حق میں بہتر ہے۔ بڑا اچھا گھر ہے متقیوں کا۔''

دنیوی زندگی پر آخرت کی ترجیح کا ذکر قرآن میں متفرق مقامات پر ہوا ہے:

وَمَاهٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ؕ وَ اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ○ (العنکبوت: ۶۴)

''اور یہ دنیا کی زندگی کچھ نہیں ہے مگر ایک کھیل اور دل کا بہلاوا۔ اصل زندگی کا گھر تو دار آخرت ہے۔ کاش یہ لوگ جانتے۔''

تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ؕ (الانفال: ۶۷)

''تم لوگ دنیا کے فائدے چاہتے ہو حالانکہ اللہ کے پیش نظر آخرت ہے۔''

بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۖ○ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى ؕ○

(الاعلیٰ: ۱۶، ۱۷)

''مگر تم لوگ دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو حالانکہ آخرت بہتر ہے اور باقی رہنے والی ہے۔''

دنیوی زندگی سے آخرت کو افضل سمجھنے کا عقیدہ ہی انسانوں کو صبر و اطمینان اور تسلی و ثابت قدمی کا پیغام دیتا ہے جب کہ ان پر اس زندگی کے مصائب حملہ آور ہوتے ہیں۔ اس طرح یہ عقیدہ مسلمانوں کو وہ روحانی قوت عطا کرتا ہے، جس کے بعد وہ کسی ناکامی اور نامرادی کی پروا نہیں کرتے۔

فریب دنیا سے تنبیہ

قرآن نے دنیا کا ذکر کیا اور اس کی مذمت کی اور اس کی فریب دہی سے ہوشیار کیا کیونکہ وہ لہو ولعب کے سوا کچھ نہیں۔ اور دھوکے کی ٹٹی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِى الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ؕ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا ؕ وَ فِى الْاٰخِرَةِ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ○ (الحدید:۲۰)

''خوب جان لو کہ یہ دنیا کی زندگی اس کے سوا کچھ نہیں کہ ایک کھیل اور دل لگی اور ظاہری ٹیپ ٹاپ اور تمہارا آپس میں ایک دوسرے پر فخر جتانا اور مال واولاد میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرنا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک بارش ہوگئی تو اس سے پیدا ہونے والی نباتات کو دیکھ کر کاشتکار خوش ہو گئے۔ پھر وہی کھیتی پک جاتی ہے اور تم دیکھتے ہو کہ وہ زرد ہوگئی پھر وہ بھس بن کر رہ جاتی ہے۔ اس کے برعکس آخرت وہ جگہ ہے جہاں سخت عذاب ہے اور اللہ کی مغفرت اور اس کی خوشنودی ہے۔ دنیا کی زندگی ایک دھوکے کی ٹٹی کے سوا کچھ نہیں۔''

اللہ نے دنیوی زندگی کو لہو ولعب، ظاہری ٹیپ ٹاپ، ایک دوسرے پر فخر کرنے اور مال واولاد میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش سے تعبیر فرمایا ہے تاکہ وہ یہ پیغام دے کہ جس زندگی پر تم مرمٹ رہے ہو وہ بس ایک ڈھلتی چھاؤں ہے، جیسے بارش ہوتی ہے تو نباتات کی ہریالی دیکھ کر کسان خوش ہو جاتے ہیں لیکن جلد ہی وہ کھیتی بھس بن کر رہ جاتی ہے۔

قرآن دنیوی زندگی کی تصویر کشی اس شکل میں بھی کرتا ہے:

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ○ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا ○ (الکہف:۴۵،۴۶)

''اے نبیؐ، انہیں حیات دنیا کی حقیقت اس مثال سے سمجھاؤ کہ آج ہم نے آسمان سے پانی برسا دیا تو زمین کی پود خوب گھنی ہوگئی اور کل وہی نباتات بھس بن کر رہ گئی جسے ہوائیں اڑائے لیے پھرتی ہیں اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ یہ مال اور یہ اولاد محض دنیوی زندگی کی ایک ہنگامی آرائش ہے اصل میں تو رہ جانے والی نیکیاں ہی تیرے رب کے نزدیک نتیجے کے لحاظ سے بہتر ہیں اور انہی سے اچھی امیدیں وابستہ کی جاسکتی ہیں۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ نے دنیا کی شادابی اور سرسبزی کے مائل بہ زوال ہونے کی مثال اس پودے سے دی، جو پھولا پھلا، خوب گھنا ہوا اور پھر بھس بن کر رہ گیا جسے ہوا اڑائے پھرتی ہے۔ اس لیے انسانوں کو مال و دولت اور اولاد سے دھوکہ نہ کھانا چاہیے، جو اس فانی زندگی کے لیے باعثِ زینت و آرائش ہیں۔ بہترین اعمال اللہ کو پسند ہیں اور ان کو انجام دینے والا آخرت میں وہ سب کچھ حاصل کر لے گا۔ جس کی اس نے دنیا میں توقع کی تھی۔ اس دنیا کی حالت اللہ تعالیٰ ان الفاظ میں بھی بیان کرتا ہے:

وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ ؕ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ (الانعام:۳۲)

''دنیا کی زندگی تو ایک کھیل اور ایک تماشا ہے، حقیقت میں آخرت ہی کا مقام ان لوگوں کے لیے بہتر ہے، جو زیاں کاری سے بچنا چاہتے ہیں۔''

تمام انسانوں کو مخاطب کر کے کہتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۪ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝ (فاطر:۵)

''لوگو، اللہ کا وعدہ یقیناً برحق ہے۔ لہٰذا دنیا کی زندگی تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے اور نہ وہ بڑا جھوٹا تمہیں اللہ کے بارے میں دھوکہ دینے پائے۔''

اس کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن حساب کا وعدہ برحق ہے اور اچھے اور برے اعمال کا بدلہ مل کر رہے گا۔ اس لیے دنیا کی آرائشوں سے دھوکہ نہ کھاؤ اور اللہ کے احکام کو پسِ پشت نہ ڈالو۔

دنیا - ایک امتحان گاہ

قرآن نے دنیوی زندگی کو امتحان گاہ قرار دیا ہے اور اخروی سعادت کی کامیابی کے لیے وسیلہ کہا ہے۔ گھر، بازار، کارخانہ، دکان، ہوٹل، پارلیمنٹ، زندگی کے یہ تمام شعبے آدمی کے امتحان کے لیے مختلف تجربات ہیں۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے:

اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ۝

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ○ (العنکبوت:۲،۳)

''کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ بس اتنا کہنے پر چھوڑ دیئے جائیں گے کہ ''ہم ایمان لائے'' اور ان کو آزمایا نہ جائے گا؟ حالانکہ ہم اُن سب لوگوں کی آزمائش کر چکے ہیں، جو ان سے پہلے گزرے ہیں۔ اللہ کو تو ضرور یہ دیکھنا ہے کہ سچے کون ہیں اور جھوٹے کون؟''

یعنی کیا لوگ سمجھتے ہیں کہ ایمان کا دعویٰ کرنے سے حق کے علمبرداروں میں شامل ہو جائیں گے اور ان کا امتحان نہیں ہوگا کہ ان کے دعویٰ کی سچائی یا جھوٹ ظاہر ہو؟ اسلام میں محض انتساب نجات کے لیے کافی نہیں ہے بلکہ سخت ترین حالات میں بھی آدمی پر اسلام کی تعلیمات کے اثرات و نتائج ظاہر ہونے چاہئیں اور عیش و آرام کے ماحول میں بھی۔ گردش زمانہ اسے اس کے رب سے دور نہ کر دے۔ مصیبتیں، شر اور خیر یہ سب اس کے جوہر کے امتحان اور آزمائش کے لیے ہیں۔ اسی لیے وہ کہتا ہے:

وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ ۙ وَنَبْلُوَاْ اَخْبَارَكُمْ○ (محمد:۳۱)

''ہم ضرور تم لوگوں کو آزمائش میں ڈالیں گے تاکہ تمہارے حالات کی جانچ کریں اور دیکھ لیں کہ تم میں مجاہد اور ثابت قدم کون ہیں۔''

ایک دوسری جگہ کہتا ہے:

وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ؕ وَاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ○ (الانبیآء:۳۵)

''اور ہم اچھے اور بُرے حالات میں ڈال کر تم سب کی آزمائش کر رہے ہیں آخر کار تمہیں ہماری ہی طرف پلٹنا ہے۔''

سورۂ مُلک میں ارشاد ہوتا ہے:

تَبٰرَكَ الَّذِىْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ ۡ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرُ ۙ○ الَّذِىْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ

(الملک:۱،۲)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''نہایت بزرگ و برتر ہے وہ جس کے ہاتھ میں (کائنات کی) سلطنت ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ جس نے موت اور زندگی کو ایجاد کیا تا کہ تم لوگوں کو آزما کر دیکھے کہ تم میں سے کون بہتر عمل کرنے والا ہے۔''

زندگی کے تئیں یہ نظریہ افراد کی اخلاقی ترقی کا اہم ترین محرک ہے اور اُن برائیوں کو مغلوب کرنے کے لیے جن کی طرف نفس مائل ہوتا ہے، نفسی جہاد کا بڑا عامل ہے۔ یہ ان مذاہب کے نظریات کے خلاف ہے، جو اپنے پیروکاروں کو اس بات کی تعلیم دیتے ہیں کہ اللہ نے انہیں محبوب بنالیا ہے اور نفس سے جہاد کرنے سے معاف کر دیا ہے۔

عیش کوشی کی مذمت

روحانی اصول جسم کی بہت سی خواہشات اور لذتوں کی قربانی چاہتے ہیں اور یہ عیش کوش اور تن پرور نفس کے بس سے باہر ہے، اس لیے کہ عیش کوشی انسان کے ارادہ کو کم زور کر دیتی ہے اور اسے اپنی موجودہ حالت پر برقرار رہنے کا حریص بنا دیتی ہے بلکہ اس کی لذتوں اور آرام طلبیوں کے اضافہ اور بڑھاوا کی راہیں سجھاتی ہے۔ اس لیے وہ صالح تعلیمات کے نئے آفاق کی سیر نہیں کر سکتا اور امت کی ترقی اور کامرانی کی راہ پر گامزن نہیں ہو سکتا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں خوش حال اور عیش کوش طبقے کے بارے میں کہا ہے کہ وہ ہر اصلاح کے دشمن اور حق کے مخالف ہوتے ہیں۔ ہر زمانے میں اس کے خلاف رہتے ہیں اور اللہ کے ان رسولوں کی پکار پر کان نہیں دیتے، جنہیں وہ اصلاح کے لیے بھیجتا ہے۔ قرآن کہتا ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّذِیْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ○ وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّ اَوْلَادًا ۙ وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ○ (سبا: ۳۴، ۳۵)

''کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ہم نے کسی بستی میں ایک خبردار کرنے والا بھیجا ہو اور اُس بستی کے کھاتے پیتے لوگوں نے یہ نہ کہا ہو کہ ''جو پیغام تم لے کر آئے ہو اس کو ہم نہیں مانتے''۔ انہوں نے ہمیشہ یہی کہا کہ ہم تم سے زیادہ مال اولاد رکھتے ہیں اور ہم ہرگز سزا پانے والے نہیں ہیں۔''

قرآن نے کہا کہ یہ لوگ تقلید جامد اور آباء کی اندھی پیروی میں مبتلا رہتے ہیں اس لیے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کسی اصلاحی دعوت کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ اس لیے کہ اس میں ان کی سابقہ زندگی کی حفاظت اور استقلال پوشیدہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے:

وَكَذٰلِكَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّ اِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ○ قٰلَ اَوَ لَوْ جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰى مِمَّا وَجَدْتُّمْ عَلَيْهِ اٰبَآءَكُمْ ؕ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ○ (الزخرف:۲۳، ۲۴)

''اس طرح تم سے پہلے جس بستی میں بھی ہم نے کوئی نذیر بھیجا اُس کے کھاتے پیتے لوگوں نے یہی کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقے پر پایا ہے اور ہم اُنہی کے نقشِ قدم کی پیروی کر رہے ہیں۔ ہر نبی نے اُن سے پوچھا، کیا تم اُس ڈگر پر چلے جاؤ گے خواہ میں تمہیں اس راستے سے زیادہ صحیح راستہ بتاؤں، جس پر تم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ انہوں نے سارے رسولوں کو یہی جواب دیا کہ جس دین کی طرف بلانے کے لیے تم بھیجے گئے ہو ہم اُس کے کافر ہیں۔''

کھاتے پیتے اور خوش حال لوگوں کا منکرات وفواحش اور فسق وفجور میں گرنے کا زیادہ اندیشہ رہتا ہے اس لیے کہ شکم سیری، تن پروری، لذت اندوزی اور مال جمع کرنا وہ واحد مقصد ہوتا ہے، جس کی خاطر یہ لوگ زندہ رہتے ہیں۔

مشہور فرانسیسی مصنف مونٹسکو[۲] کا خیال ہے کہ خوش حالی دونوں ہی شکلوں میں عوام کے لیے باعثِ فساد ہے۔ جمہوریت میں یہ عوام کو وطن کی محبت سے باز رکھتی ہے اور طبقۂ اشرافیہ (aristocrats)[۳] کی حکومت میں اشراف اپنے شخصی مفادات ومصالح کے پیچھے دوڑتے پھرتے ہیں اور یہ بلا عام ہو جاتی ہے۔

قرآن کریم کہتا ہے کہ عیش کوشی تمام امّت کے لیے باعثِ ہلاکت ہے اس لیے مفسد طبقۂ اشراف سے جنگ کرنا اور شرعی حدود کے اندر انھیں رکھنا ضروری ہے۔ اس لیے کہ تباہی صرف اسی طبقہ تک محدود نہ رہے گی بلکہ اس پوری جماعت کو اپنی لپیٹ میں لے لے گی، جو طبقۂ مترفین کی گنجائش رکھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا ○ (بنی اسرائیل:۱۶)

''جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو اس کے خوش حال لوگوں کو حکم دیتے ہیں اور وہ اس میں نافرمانیاں کرنے لگتے ہیں۔ تب عذاب کا فیصلہ اُس بستی پر چسپاں ہو جاتا ہے اور ہم اسے برباد کر کے رکھ دیتے ہیں۔''

یعنی کسی ایسی بستی کو جس میں نافرمانیوں اور گناہوں کا ظہور ہوتا ہے، جب ہم ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو عذاب فوراً نہیں بھیج دیتے بلکہ اس کے خوش حال لوگوں کو اطاعت کا حکم دیتے ہیں لیکن جب وہ اپنی نافرمانی پر اڑ جاتے ہیں تو ان کے گناہوں کی پاداش میں ان پر عذاب واجب ہو جاتا ہے۔

اس طرح ہر قوم میں عیش کوشی اور خوش حالی اس کے بہت سے افراد کی محرومی اور فقر و افلاس پر منتج ہوتی ہے۔ امت کو کھانا پانی اور دوسری بنیادی ضروریات کی جو کمی محسوس ہوتی ہے وہ عیش پرستوں کی عیاشی کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اس سے دلوں میں نفرت و عداوت جنم لیتی ہے، دل پھٹتے ہیں، قوم کے افراد سے محبت و رحمت اور امن و سلامتی کا جنازہ اٹھ جاتا ہے اسی لیے اللہ نے عیش کوشوں کو ظالم اور مجرم کہا ہے:

وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَآ اُتْرِفُوْا فِيْهِ وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ○ (ھود:۱۱۶)

''اور ظالم لوگ ان ہی مزوں کے پیچھے پڑے رہے جن کے سامان انہیں فراوانی کے ساتھ دیے گئے تھے اور وہ مجرم بن کر رہے۔''

قرآن کی روحانی تعلیمات مال کے فتنہ کو ہلکا کر دیتی ہیں

اس دور میں مال و دولت کی کشمکش اپنے شباب پر پہنچ چکی ہے۔ اس نے انسانوں کو خدا سے اور اخلاقی اقدار کی پابندی سے برگشتہ کر دیا ہے۔ یہ وہ فتنہ ہے جس نے ان بیشتر مسائل کو جنم دیا ہے، جن سے آج دنیا پریشان ہے۔ اسی لیے قرآنی تعلیمات مال کے فتنوں کو کم کرنے اور ان کے نقصانات بیان کرنے کی طرف بطور خاص توجہ دیتی ہیں تاکہ ان سے لوگ بچ سکیں، اور مال و دولت کی لامحدود ہوس سے خبردار کرتی ہیں جو انھیں ان کے دین و مذہب سے غافل کر دیتی ہے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ذکر الٰہی کی راہ میں رکاوٹ ڈالتی ہے۔ مومنین صادقین کی صفت بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کہتا ہے:

رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ ۙ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ۝

(النور:۳۷)

''یہ ایسے لوگ ہیں جنہیں تجارت اور خرید وفروخت اللہ کی یاد سے اور اقامتِ نماز اور ادائے زکوٰۃ سے غافل نہیں کر دیتی۔ وہ اُس دن سے ڈرتے ہیں، جس میں دل الٹنے اور دیدے پتھرا جانے کی نوبت آ جائے گی۔''

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو متنبہ کرتا ہے کہ ان کے دل مال و دولت کے جمع کرنے میں نہ الجھیں بلکہ ضروری ہے کہ وہ اللہ واحد کی رضا کے لیے تیاری کریں:

وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝ (الزخرف:۳۲)

''اور تیرے رب کی رحمت اس دولت سے زیادہ قیمتی ہے، جو یہ سمیٹ رہے ہیں۔''

پھر قرآن نے مال سے اس طرح بحث کی کہ اس سے جنم لینے والے فتنے اور برائیاں ختم ہو جائیں اور یہ مختلف شکلوں سے ممکن ہے۔

مال فتنہ ہے

مال انسانی زندگی میں وجہ آزمائش اور باعثِ امتحان ہے کیونکہ شر اور خیر دونوں کا وسیلہ یہی ہے۔ یہ انسان کی ذمے واری ہے کہ رضائے الٰہی کے حصول کے لیے خیر کا طریقہ اختیار کرے۔ اللہ کا فرمان ہے:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝ (الانفال:۲۸)

''اور جان رکھو کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد حقیقت میں سامان آزمائش ہیں اور اللہ کے پاس اجر دینے کے لیے بہت کچھ ہے۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دولت رضائے الٰہی کا مظہر نہیں ہے

قرآن نے کثرت دولت کو رضوان الٰہی کا مظہر ہونے کی نفی کر دی اور کھل کر کہا کہ مال و دولت میں اضافہ کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس سے اللہ خوش ہے۔ فرماتا ہے:

وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّ اَوْلَادًا ۙ وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ۝ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِيْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓى اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۡ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا (سبا:۳۵-۳۷)

''انہوں نے کہا کہ'' ہم تم سے زیادہ مال اولاد رکھتے ہیں اور ہم ہرگز سزا پانے والے نہیں ہیں۔'' اے نبیؐ، ان سے کہو میرا رب جسے چاہتا ہے، کشادہ رزق دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ناپ تول عطا کرتا ہے، مگر اکثر لوگ اس کی حقیقت نہیں جانتے۔ یہ تمہاری دولت اور تمہاری اولاد نہیں ہے جو تمہیں ہم سے قریب کرتی ہو ہاں مگر جو ایمان لائے اور نیک عمل کرے۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے ان کے عمل کی دوہری جزا ہے۔''

دولت ڈھلتی چھاؤں ہے

قرآن وضاحت کرتا ہے کہ مال و دولت متاعِ دنیا کا ایک حصہ ہے، جو اس کے ساتھ ہی فنا پذیر ہے۔ جب کہ حق اور خیر دائمی ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کے پیروکاروں کو آخرت میں حسنِ جزا سے نوازے گا۔ فرماتا ہے:

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ۭ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ۝ قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ۭ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ۚ

(آل عمران: ۱۴، ۱۵)

''لوگوں کے لیے مرغوبات نفس: عورتیں، اولاد، سونے چاندی کے ڈھیر، چیدہ گھوڑے، مویشی اور زرعی زمینیں بڑی خوش آئند بنا دی گئی ہیں مگر یہ سب دنیا کی چند روزہ زندگی کے سامان ہیں حقیقت میں جو بہتر ٹھکانہ ہے وہ تو اللہ کے پاس ہے۔ کہو: میں تمہیں بتاؤں کہ ان سے زیادہ اچھی چیز کیا ہے؟ جو لوگ تقویٰ کی روش اختیار کریں اُن کے لیے ان کے رب کے پاس باغ ہیں، جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، وہاں انہیں ہمیشگی کی زندگی حاصل ہوگی، پاکیزہ بیویاں ان کی رفیق ہوں گی اور اللہ کی رضا سے وہ سرفراز ہوں گے۔ اللہ اپنے بندوں کے رویّے پر گہری نظر رکھتا ہے۔''

مال کی کثرت کی مذمت

قرآن کہتا ہے کہ انسان جب طاقت ور ہو جاتا ہے اور دولت اس کے گھر کی باندی بن جاتی ہے تو وہ حد سے تجاوز کرنے لگتا ہے اور سرکشی کا رویہ اختیار کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے:

كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى ۝ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ۝ اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى ۝

(العلق: ۶-۸)

''ہرگز نہیں، انسان سرکشی کرتا ہے اس بنا پر کہ وہ اپنے آپ کو بے نیاز دیکھتا ہے (حالانکہ) پلٹنا یقیناً تیرے رب ہی کی طرف ہے۔''

یعنی انسان جب مال و دولت پا کر بے نیازی محسوس کرتا ہے تو عقل و عدل کی حدود لانگ جاتا ہے۔ پھر اللہ نے انسانوں کو طغیان و سرکشی سے روکنے اور ان کی بغاوت و جبروت کو ہلکا کرنے کے لیے اس کی تخلیق کی حقیقت واضح کی، اس کی کمزوریاں اور حاجات بیان کیں تاکہ اسے معلوم ہو جائے کہ اس کی بغاوت بے بنیاد ہے، اسے اپنے رب ہی کی طرف پلٹنا ہے اس لیے مالک وہی ہے ہم مالک نہیں ہیں۔

اللہ نے وضاحت کی کہ رزق کی کثرت انسانوں کو بغاوت اور سرکشی پر ابھارتی ہے لیکن اللہ انھیں روزی اپنی مشیت کے مطابق دیتا ہے اور وہ ان کی حالت سے زیادہ واقف ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ۭ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ۝ (الشوریٰ:۲۷)

''اگر اللہ اپنے سب بندوں کو کھلا رزق دے دیتا تو وہ زمین میں سرکشی کا طوفان برپا کر دیتے مگر وہ ایک حساب سے جتنا چاہتا ہے نازل کرتا ہے۔ یقیناً وہ اپنے بندوں سے باخبر ہے اور اُن پر نگاہ رکھتا ہے۔''

خوشی سے اِترانے کی ممانعت

قرآن نے انسان کو اس خوشی سے روک دیا ہے، جو تکبر اور غرور تک پہنچاتی ہے۔ اسے جو نعمتیں اور نوازشیں ملتی ہیں ان کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ کا شکر ادا کرے اس لیے کہ اس پر پھولنا اور اِترانا اُن فقراء کو رنجیدہ کر سکتا ہے، جو کسی طرح کی مصیبت جھیل رہے ہیں۔ اس طرح یہ خوشی انسان کو نعمت کی ناقدری اور گردش زمانہ سے سبق نہ سیکھنے پر آمادہ کر دیتی ہے اور اس کے اندر غرور اور تکبر پیدا ہو جاتا ہے۔ اس لیے اللہ کے نزدیک خوشی سے اترانا مبغوض اور ناپسندیدہ ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ ۝ (القصص:۷۶)

''اللہ خوشی سے پھول جانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔''

انسان کے لیے زیبا نہیں کہ مال اور اس دنیا کی زیب و زینت پر اِترائے بلکہ اس سے بلند تر مقصد اس کے سامنے ہونا چاہیے اور وہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت پر مسرت کا اظہار ہے۔ اس کی دعوت خود قرآن دیتا ہے:

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ۭ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝ (یونس:۵۸)

''اے نبیؐ، ان سے کہو کہ یہ تو محض اللہ کا فضل اور اس کی مہربانی ہے اس پر تو لوگوں کو خوشی منانی چاہیے، یہ اُن سب چیزوں سے بہتر ہے، جنہیں لوگ سمیٹ رہے ہیں۔''

کنجوسی کی ممانعت

قرآن نے بخل سے روک دیا اس لیے کہ یہ انسانوں کی باہمی مودت و محبت پر قینچی چلا دیتا ہے۔ بخیل باہمی تعاون سے نفرت کرتا ہے اور کمزوروں اور ناداروں پر دو کوڑی بھی خرچ کرنے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لیے تیار نہیں ہوتا۔ ان کے دل تعاون کے خلاف نفرت سے بھر جاتے ہیں۔ جب بخل کسی امت میں سرایت کر جائے تو اس کے افراد کے درمیان سے تعاون کی روح کا ختم ہو جانا یقینی ہے۔ اس لیے اللہ نے فلاح کا وعدہ ان ہی مسلمانوں سے کیا ہے، جو اس برائی سے پاک ہوں:

وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۝ (الحشر:۹)

''حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ اپنے دل کے بخل سے بچا لیے گئے وہی فلاح پانے والے ہیں۔''

بخیل مال سے شدید محبت کی بنا پر مال دار ہونے کے باوجود مفلس ہوتا ہے کیونکہ مال کا جمع کرنا بھی، جب کہ اس کا استعمال نہ کیا جا سکے، ایک طرح کی مفلسی ہے، جو ناداروں کے افلاس سے بڑھ کر ہے اور انسان کو ذلت و رسوائی اور قوم کی طرف سے نفرت و عداوت سے دو چار کرتی ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ ۭ وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَاۗءُ ۚ (محمد:۳۸)

''جو بخل کرتا ہے وہ درحقیقت اپنے آپ ہی سے بخل کر رہا ہے۔ اللہ تو غنی ہے، تم ہی اس کے محتاج ہو۔''

جو لوگ نفس کا سکون و اطمینان چاہتے ہیں انھیں اس رذیل برائی سے دور رہنا چاہیے لیکن دوسری طرف دوسری انتہا یعنی اسراف اور تبذیر سے بچنا بھی ضروری ہے۔ اللہ نے مومنین کاملین کی صفت یہ بیان کی ہے:

وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا۝ (الفرقان:۶۷)

''جو خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں نہ بخل، بلکہ اُن کا خرچ دونوں انتہاؤں کے درمیان اعتدال پر قائم رہتا ہے۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حواشی

(۱) سنن الدارمی کتاب النکاح حدیث نمبر ۳ کے الفاظ ہیں: أنی لم أومر بالرّهبانیةِ ''مجھے رہبانیت کا حکم نہیں دیا گیا ہے۔'' مسند احمد بن حنبل حدیث ۶ اور ۲۲۶ کے الفاظ ہیں کہ إنَّ الرّهبانیةَ لم تکتب علینا ''رہبانیت ہم پر فرض نہیں کی گئی ہے۔'' مسند احمد حدیث ۳، ۷۲، ۲۲۶ نے صراحت کردی ہے اللہ کے رسول نے فرمایا: عَلیکَ بالجهادِ فإنَّهٗ رَهبانیةُالإسْلَامِ ''جہاد کرو، اس اُمت کی رہبانیت یہی ہے۔'' (مترجم)

(۲) Montesquieu (۱۶۸۹-۱۷۵۵) فرانسیسی سیاسی مفکر، جس کی تصنیف The Spirit of Laws سیاسی فکر کی تاریخ میں ایک اہم اضافہ ہے۔ اس نے متقدمین کی تقسیم حکومت سے ہٹ کر اپنی درجہ بندی اور تعریف متعین کی۔ اس کے نزدیک جمہوریت اخلاق پر، بادشاہت اعزاز پر اور آمریت خوف پر قائم ہوتی ہے۔ حکومت کے تین بنیادی اجزا: مقننہ، عدلیہ اور انتظامیہ کی تقسیم اختیارات کو بھی اس نے اپنے انداز سے برتا ہے۔ نیز ماحول اور جغرافیہ کی سیاست میں اثر پذیری کی نظریہ کاری تو اس کا انفرادی کارنامہ ہے۔ (مترجم)

(۳) Aristocracy یا اشرافی حکومت وہ طرز حکومت ہے، جس میں ایک مخصوص طبقہ حکومت کرتا ہے۔ وہ اپنے کو علمی و اخلاقی اعتبار سے بلند تر تصور کرتا ہے اور اسی برتری کی وجہ سے حاکمیت کا دعویٰ کرتا ہے۔ افلاطون اور ارسطو نے اس کی حمایت اس لیے کی تھی کہ چند منتخب کردہ عناصر کی حکومت، جو علمی و اخلاقی اعتبار سے بلند تر ہوں گے، عوام کے مفاد میں ہوگی۔ یہ طرز حکومت اصولی طور پر بادشاہت و آمریت سے، جمہوریت سے، خود غرض مفاد پرستانہ عناصر یا فوجی حکومت سے قطعی مختلف ہے کیونکہ اولین نظریہ سازوں کے نزدیک اس طرز حکومت میں عوامی مفاد کی رعایت بہر حال رہے گی۔ مگر ناقدین کہتے ہیں کہ ''علمی و اخلاقی بلندی'' کی اصطلاح اضافی ہے اور عملی سطح پر بے غرض اشرافیہ اور خود غرض چند سری حکومت (Oligarchy) کے درمیان تفریق کرنا بہت مشکل ہے۔ (مترجم)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصل: ۳

خدا سے رابطے کا صحیح تصور

خدا سے انسان کے رشتے کا مقصد

قرآن کی نظر میں انسان اور اس کے خالق کے درمیان بنیادی رشتہ ایمان باللہ، محبت خداوندی اور شکر الٰہی پر قائم ہے۔ ان کے ساتھ قرآن انسان اور اس کے خالق کے درمیان اس رشتے کے تین اور مقاصد بتاتا ہے: انسانی ضمیر کی تربیت، نفسی سعادت کا حصول اور نفسی امراض سے شفایابی۔

ضمیر وہ مستحکم نفسی محرک ہے، جو انسان کے لیے مرشد کی حیثیت رکھتا ہے، اس کی راہِ حیات میں رہنمائی کرتا اور اس کے تمام افعال و اعمال کے انجام سے اسے باخبر رکھتا ہے۔

چونکہ ضمیر بسا اوقات کمزور ہو جاتا ہے اس لیے انفرادی و اجتماعی تربیت کے ذریعے اس میں نمو و ارتقاء کی کوشش کی جاتی ہے۔ یہ ضمیر افراد اور قوموں کے لحاظ سے طاقت اور ضعف میں مختلف ہوتا ہے۔ ضمیر کی اہم ترین ذمّے داری ایک قادر و توانا خدا پر عقیدہ رکھنا ہے، جو چھوٹے بڑے تمام گناہوں پر گرفت کر سکے اور دل کی پوشیدہ باتوں سے بھی واقف ہو۔ ضمیر کی تعریف میں کسی فلسفی نے کیا خوب کہا ہے: ''خدا پر عقیدہ کے بغیر ضمیر ایسا ہی ہے جیسے بغیر قاضی کے عدالت ہو''۔

قرآن نے ضمیر کی طرف اس آیت میں اشارہ کیا ہے:

وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۚ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ۝ (ق:۱۶)

''ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور اس کے دل میں ابھرنے والے وسوسوں تک کو ہم جانتے ہیں۔ اور اس کی رگِ گردن سے بھی زیادہ اس سے قریب ہیں۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہاں وسوسوں سے مراد ضمیر کی وہ آواز ہے، جو اللہ سے پوشیدہ نہیں رہتی۔

نفسی سعادت بھی قرآن کی نظر میں انسان اور اس کے خالق کے درمیان اتصال کا نتیجہ ہے۔ آج انسان سے وہ راستہ پوشیدہ ہے، جو اسے اس سعادت تک پہنچا سکے۔ وہ سمجھتا ہے کہ جس قدر بس چلے مادی و عقلی ساز و سامان سے اپنی تمام خواہشات کی تکمیل کے ذریعے نفسی اطمینان اور قلبی سعادت حاصل کر لے گا، حالانکہ نفسی سعادت ان خواہشات کی تکمیل میں نہیں ہے کیونکہ یہ فانی ہیں۔ دولت ڈھلتی چھاؤں ہے، علمی، کتابی اور فنی شہرت بھی زمانے کے ساتھ مرجھانے لگتی ہے جبکہ مقابلہ کرنے والے فریقوں سے پالا پڑ جائے، صحت مضمحل ہو جاتی ہے اور گھر کا ساز و سامان، ازدواجی زیب و زینت اور موروثی اثاثہ سب فانی ہیں، انھیں بقا حاصل نہیں ہے۔ یہ مادی آلائشیں ہماری زندگی کی پاکیزگی کو گندہ کر دیتی ہیں لیکن ان آلائشوں سے ہماری نفسی سطوت کو الگ تھلگ ہو جانا چاہیے۔

ہماری نفسی سعادت کا اولین عامل خدا سے رشتہ قائم کرنا ہے۔ یہی چیز ہمارے ساتھ ہمیشہ رہ سکتی ہے۔ ہم زندگی کے حادثات کے سامنے تنہا نہیں ہیں بلکہ خدا اپنی رحمت اور مدد کے ذریعے ہماری تائید کرتا ہے۔

نفس کی شفایابی آج نفسیاتی طب سے ہوتی ہے۔ یہ بات پایۂ تحقیق کو پہنچ چکی ہے کہ غم و حسرت اور رنج و اندوہ اعضائے جسمانی کے وظائف اور ذمے داریوں پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ مغرب کی یونیورسٹیوں میں یہ پہلو کافی پرانا ہو چکا ہے اور نفسی طب کے شفاخانے کھل چکے ہیں اور یہ بات بھی پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ ان امراض کی شفایابی میں دین کا زبردست کارنامہ اور کردار ہے۔ یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ اسلام نے نفس کے امراض کا علاج کیا ہے اور قرآن کریم کی آیات نے اس کی صراحت بھی کر دی ہے:

وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَاهُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ

(بنی اسرائیل: ۸۲)

''ہم اس قرآن کے سلسلۂ تنزیل میں وہ کچھ نازل کر رہے ہیں، جو ماننے والوں کے لیے شفا اور رحمت ہے۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس رشتے کی تعیین کے سلسلے میں قرآن میں جو کچھ آیا ہے ہم اس سے یہاں بحث کریں گے۔

ایمان اور انسانی زندگی پر اس کے اثرات

ایمان ہی روحانی زندگی کا ستون، نفسی اطمینان وسکون کا منبع اور ہر نوع کی سعادت کا سرچشمہ ہے۔ اور یہ ایمان محض اس مجمل عقیدہ سے پیدا نہیں ہوتا کہ ایک خدا ہے، جو اس کائنات کی نگہبانی کر رہا ہے بلکہ اللہ کی قدسی صفات اور اس کی عظمت کی معرفت ہونی چاہیے اور اس ایمان کا ظہور اس کے اعمال کے ذریعے بھی ہونا چاہیے۔

اللہ پر ایمان نفس کو اس کے مادی بندھنوں سے آزاد کرتا ہے۔ وہ شہوتوں پر مصر نہیں ہوتا اور ذاتی نفع ونقصان کی پروا نہیں کرتا۔ انسان اپنے لیے، اپنی امت کے لیے اور تمام انسانوں کے لیے حق کے عام قوانین اور خیر کے جامع اصولوں کے تحت سعی وجہد کرنے لگتا ہے۔

انسان کے اندر خیر و پاکیزگی، ایثار وقربانی، لذتوں سے اعراض و بے نیازی کی جو صفات پیدا ہوتی ہیں وہ سب اسی ایمان سے ماخوذ ہوتی ہیں۔ یہ ایک ثابت حقیقت ہے، جس کی تائید عام انسانی تجربے سے بھی ہوتی ہے۔ ہر دور میں ہر ملک میں ایسے لوگ موجود رہے ہیں جن کے اندر ایمان باللہ کے ذریعے پاکیزہ جذبات کے سوتے پھوٹے ہیں اور انھوں نے اپنی زندگی انسانیت کے مفاد کے لیے وقف کر دی ہے۔ یہ ہے انسان کی وہ حقیقت، جس کا اعتراف واعلان قرآن کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے ایمان کے ساتھ عمل صالح کا ہر جگہ ذکر کیا ہے، جس سے اس بات کا اشارہ ملتا ہے کہ ایمان کو عمل صالح سے مربوط ہونا چاہیے کہ وہی اس کا مظہر اور پھل ہے۔

ایمان باللہ اور عمل صالح کے نتیجے میں اللہ کی رضا اور دار آخرت کی کامیابی نصیب ہوتی ہے۔ اس کی مثالیں قرآن میں بے شمار ہیں۔ مثال کے طور پر مندرجہ ذیل آیات کو دیکھیے:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِکَ ھُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ ۝

(البینہ: ۷)

''جو لوگ ایمان لے آئے اور جنھوں نے نیک عمل کیے وہ یقیناً بہترین خلائق ہیں۔''

وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَھُمْ جَنّٰتٍ

(البقرۃ: ۲۵)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اور اے پیغمبر، جو لوگ اس کتاب پر ایمان لے آئیں اور اس کے مطابق اپنے عمل درست کر لیں انھیں جنتوں کی خوش خبری دے دو۔''

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِیْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا۝ (الکہف:۳۰)

''جو لوگ ایمان لے آئیں اور نیک عمل کریں تو یقیناً ہم نیکوکار لوگوں کا اجر ضائع نہیں کیا کرتے۔''

یہی وجہ ہے کہ ایمان ارتکاب معاصی میں رکاوٹ بنتا ہے اس لیے کہ انسان اپنے تمام اقوال وافعال میں اپنے عقیدے کی طاقت کے سامنے سرافگندہ اور اس کے حکم کا پابند ہوتا ہے۔ اللہ کے رسولؐ کہتے ہیں: لا یزنی الزانی حین یزنی وھو مؤمن، ولا یسرق السارق حین یسرق وھو مؤمن، ولا یشرب الخمر حین یشربھا وھو مؤمن(۱) ''زانی زنا کرتے وقت مومن نہیں ہوتا۔ چور چوری کرتے وقت مومن نہیں رہتا اور شرابی شراب پیتے وقت مومن نہیں رہتا۔'' اس لیے کہ ایمان کامل اس بات سے ابا کرتا ہے کہ ایک مسلمان اس کے منافی اعمال کرے اور مقتضیات کو نظر انداز کر دے۔

ایمان باللہ اس زندگی کی تاریکیوں کا پردہ ہمارے سامنے چاک کر دیتا ہے۔ ناکامی کی گھڑیوں میں ایک مسلمان کو یہ بات یاد رہتی ہے کہ ایک ایسی پناہ گاہ ہے جہاں اسے پناہ مل سکتی ہے اور اس کا رب اس کی مدد کرنے پر قادر ہے۔ مایوس ہونے اور جزع وفزع کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ پھر اس کے دل میں طمانیت پیدا ہونے لگتی ہے اور اس کے سامنے خطرات ومصائب بے وزن ہو جاتے ہیں۔ قرآن میں مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ بتاتا ہے کہ اس کی تائید ومدد کا ہاتھ ان کے لیے دراز ہے:

وَمَنْ یُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ یَهْدِ قَلْبَهٗ ؕ (التغابن:۱۱)

''جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہے، اللہ اس کے دل کو ہدایت بخشتا ہے۔''

وَ اِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۝ (الحج:۵۴)

''یقیناً اللہ ایمان لانے والوں کو سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۙ یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ

(البقرۃ:۲۵۷)

''جولوگ ایمان لاتے ہیں ان کا حامی ومددگار اللہ ہے اور وہ ان کو تاریکیوں سے روشنی میں نکال لاتا ہے۔''

اسی طرح قرآن یہ بھی کہتا ہے کہ عمل صالح سے مربوط ایمان دنیوی نعمتوں کا بھی وسیلہ بنتا ہے، جو ان ہی کے لیے مخصوص ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْیِیَنَّهٗ حَیٰوةً طَیِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِیَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ۝

(النحل:۹۷)

''جو شخص بھی نیک عمل کرے گا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، بشرطیکہ ہو وہ مومن، اسے ہم دنیا میں پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے اور (آخرت میں) ایسے لوگوں کو ان کا اجر ان کے بہترین اعمال کے مطابق بخشیں گے۔''

اس زندگی میں انسان آلام ومصائب کی آماجگاہ ہے۔ چنانچہ جو شخص خدا پر ایمان نہیں لاتا، مصیبتوں میں اسے ملجا وماویٰ نہیں بناتا اور مشکلات میں اس سے مدد نہیں حاصل کرتا وہ اپنی زندگی میں سب سے نامراد اور ناکام انسان رہتا ہے لیکن جو شخص اس پاکیزہ ایمان کی زندگی بسر کرتا ہے اس کی زندگی مختلف ہوتی ہے، جس کی صراحت اوپر قرآن نے کی ہے۔

ذکرِ الٰہی

روحانی زندگی کا مقصد انسان کے دل ودماغ میں طمانیت پیدا کرنا اور اسے رنج وقلق سے نجات دلانا ہے، جو اس کے لیے بدترین دشمن ثابت ہوتے ہیں اور ذکر الٰہی اس مقصد کے حصول کا فعّال وسیلہ ہے۔ یہاں اس کی کچھ وضاحت کی جاتی ہے۔

مادی اور روحانی آلام کی فکر، مستقبل کے اندیشہ کی تاثیر اور زندگی کے واقعات کے تئیں عقل کی خصوصیات کا انقسام یہ تمام افکار اور وسوسے انسان پر بے رحمی سے حملہ کرتے ہیں اور اسے اس زندگی کی ذمے داریوں کی انجام دہی سے عاجز بنا دیتے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعض لوگوں کو یہ گمان گزرتا ہے کہ غم وقلق اور الجھن و پریشانی ایک نفسیاتی حالت ہے، جس کا بدن سے کوئی تعلق نہیں ہے لیکن علمی وسائنسی تجربات نے ثابت کر دیا ہے کہ غم میں انہماک اور قلق کا شکار ہونا عضویاتی حالات ہیں، جو بڑی تیزی سے جسم کے وظائف حیات کو کمزور کر دیتے ہیں اور انسان کو مختلف امراض کا صید زبوں بنا دیتے ہیں۔

امریکی شفا خانوں کی ایک تنظیم کے ڈاکٹر جوبر کا کہنا ہے کہ ''نفسی امراض وہمی اور خیالی امراض نہیں ہیں بلکہ وہ امر واقعہ ہیں جن کی تکلیف گرنے والے دانتوں کی تکلیف سے کم نہیں ہوتی بلکہ بسا اوقات اس سے سیکڑوں گنا زیادہ ہوتی ہے۔ ان امراض کی مثال کے لیے مجھے نظامِ ہضم کی پریشانی، معدہ کا پھوڑا، قلب کی دھڑکنیں، بے خوابی، دردسر اور بعض قسم کی سستی اور گھبراہٹ یاد آ رہی ہے۔

رنج وغم کا سرچشمہ حوادث حیات کے سامنے انسان کا اپنے کو کمزور سمجھنا ہے۔ لیکن اگر اس خدا پر ایمان ہو، جس کے ہاتھ میں کائنات کا تصرف ہے اور اس پر اعتماد کامل ہو تو دل میں سکون وطمانیت اور قوت وطاقت پیدا ہوتی ہے، جس کے سامنے زندگی کے مصائب پھیکے پڑ جاتے ہیں اور انہیں وہ بے وزن، معمولی اور ناقابلِ توجہ سمجھتا ہے۔

اس حقیقت کا اعتراف ڈاکٹر بریل نے کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ''دین دار آدمی کبھی کسی نفسیاتی مرض کا شکار نہیں ہوتا''۔ ڈیل کارنیگی کہتا ہے: ''نفسیات کے طبیبوں کا یہ تجربہ ہے کہ مستحکم ایمان اور دین کی پابندی دونوں اس بات کی ضامن ہیں کہ قلق اور اعصابی مرض کو دبا دیں اور ان بیماریوں سے انسانوں کو شفا دیں''۔

ایمان باللہ کا ایک مظہر ذکر الٰہی ہے۔ یہ وہ روحانی غذا ہے، جو نفس انسانی کا علاج کرتا ہے اور وہ سکینت فراہم کرتا ہے، جس کی اسے ضرورت ہوتی ہے۔ اس حقیقت کا اعتراف قرآن ان لفظوں میں کرتا ہے:

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ۝ (الرعد:۲۸)

''ایسے ہی لوگ ہیں وہ جنہوں نے (اس نبیؐ کی دعوت) کو مان لیا ہے اور ان کے دلوں کو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ کی یاد سے اطمینان نصیب ہوتا ہے۔ خبردار رہو! اللہ کی یاد ہی وہ چیز ہے، جس سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوا کرتا ہے۔''

ذکرِ الٰہی معرفت رب اور اس کی حمد و توصیف کا مظہر ہے اسی لیے قرآن کہتا ہے کہ ذکرِ الٰہی قربت خداوندی کا وسیلہ ہے اور یہ کہ ذکر کرنے والوں کو وہ اپنی محبت و رحمت کا صلہ عطا کرے گا۔ ذکر کے فضائل میں مندرجہ ذیل قرآنی آیات ہمارے لیے کافی ہیں:

فَاذْكُرُونِيٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ۝

(البقرۃ:۱۵۲)

''تم مجھے یاد رکھو، میں تمہیں یاد رکھوں گا اور میرا شکر ادا کرو، کفرانِ نعمت نہ کرو۔''

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا۝ وَّ سَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا۝ هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا۝ (الاحزاب:۴۱-۴۳)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ کو کثرت سے یاد کرو اور صبح و شام اس کی تسبیح کرتے رہو۔ وہی ہے جو تم پر رحمت فرماتا ہے اور اس کے ملائکہ تمہارے لیے دعائے رحمت کرتے ہیں تاکہ وہ تمہیں تاریکیوں سے روشنی میں نکال لائے۔ وہ مومنوں پر بہت مہربان ہے۔''

وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ ۙ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا۝ (الاحزاب:۳۵)

''اور اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور عورت ہیں، اللہ نے ان کے لیے مغفرت اور بڑا اجر مہیا کر رکھا ہے۔''

قرآن ذکرِ الٰہی کی فضیلتیں بیان کرتا ہے تو دوسرے مقامات پر اس بات کا بھی اعلان کرتا ہے کہ اس ذکر سے اعراض انسان کو گمراہ کر دیتا اور بدبختی و نامرادی سے دوچار کرتا ہے:

وَ مَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ۝ وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ۝

(الزخرف:۳۶، ۳۷)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''جو شخص رحمٰن کے ذکر سے تغافل برتتا ہے، ہم اس پر ایک شیطان مسلّط کر دیتے ہیں اور وہ اس کا رفیق بن جاتا ہے۔ یہ شیاطین ایسے لوگوں کو راہ راست پر آنے سے روکتے ہیں اور وہ اپنی جگہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ٹھیک جا رہے ہیں۔''

مطلب یہ ہے کہ جو شخص اللہ کے ذکر سے اعراض کرتا ہے اور لذات دنیا میں غرق رہتا ہے اس کے پیچھے اللہ ایک شیطان لگا دیتا ہے، جو اسے گمراہ کر کے چھوڑتا ہے۔ قرآن میں ذکرِ الٰہی سے اعراض کرنے کے خطرناک انجام سے ڈرایا گیا ہے:

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۝ (الحشر:۱۹)

''ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو اللہ کو بھول گئے تو اللہ نے انہیں خود اپنا نفس بھلا دیا، یہی لوگ فاسق ہیں۔''

نفس کی تربیت میں ذکرِ الٰہی کا بہت بڑا دخل ہے۔ جو شخص اپنے رب کو یاد رکھتا ہے اور اس کی عظمت کا تصور جاگزیں رکھتا ہے اس کے دل میں خشوع اور نرمی پیدا ہوتی ہے اور اس سے خیر کے سوا اور کوئی فعل سرزد نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ وہ اس حقیقت سے واقف ہوتا ہے کہ اللہ اسے دیکھ رہا ہے جبکہ وہ لوگ جو اپنے خالق کی یاد سے غافل ہوتے ہیں اور اس زندگی کی دلچسپیوں میں گھرے ہوتے ہیں، ان کے دل سخت ہو جاتے ہیں جن سے شر کا صدور ہوتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ اس مکروہ حالت میں مبتلا ہونے سے ہوشیار کرتا ہے:

اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۙ وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ۭ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ۝ (الحدید:۱۶)

''کیا ایمان لانے والوں کے لیے بھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر سے پگھلیں اور اس کے نازل کردہ حق کے آگے جھکیں؟ اور وہ اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جنھیں پہلے کتاب دی گئی تھی پھر ایک لمبی مدت ان پر گزر گئی تو ان کے دل سخت ہو گئے اور آج ان میں سے اکثر فاسق بنے ہوئے ہیں؟''

ذکرِ الٰہی سے گہرے تعلق کی وجہ سے اسلام نے نماز کو جس کے ذریعے بندہ اپنے رب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے قریب ہوتا ہے، مختلف نوعیت کے اذکار پر مشتمل بنایا۔ شب و روز میں پانچ بار فرض کیا اور رات میں اس سے زیادہ ادا کرنے (تہجد گزاری) کو مطلوب و محبوب قرار دیا اس لیے کہ رات میں دلوں کی صفائی ہوتی ہے اور وہ ایسی روحانیت کے ذریعے مناجات پر قادر ہوتے ہیں، جس میں کسی قسم کا کھوٹ شامل نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ اس کا حکم دیتے ہوئے کہتا ہے:

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ؕ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ۝ وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۝ وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا ۝ (بنی اسرائیل: ۷۸-۸۰)

''نماز قائم کرو زوال آفتاب سے لے کر رات کے اندھیرے تک اور فجر کے قرآن کا بھی التزام کرو کیونکہ قرآنِ فجر مشہود ہوتا ہے اور رات کو تہجد پڑھو۔ یہ تمہارے لیے نفل ہے۔ بعید نہیں کہ تمہارا رب تمہیں مقام محمود پر فائز کر دے اور دعا کرو کہ پروردگار، مجھ کو جہاں بھی تو لے جا، سچائی کے ساتھ لے جا اور جہاں سے بھی نکال سچائی کے ساتھ نکال اور اپنی طرف سے ایک اقتدار کو میرا مددگار بنا دے۔''

ان آیات کی تلاوت کے وقت آپ کے دل و دماغ میں کتنی طمانیت پیدا ہو جاتی ہے اور کتنا بلند احساس آپ کے فکر و نظر پر حاوی ہو جاتا ہے، جو اس مادی دنیا سے آپ کو بے نیاز کر کے اخروی دنیا کی طرف لے جاتا ہے، جس کی لذتوں کو آپ محسوس کرنے لگتے ہیں۔ یہ قرآن ہی وہ روحانی کتاب ہے، جو آپ کے دل و دماغ سے غم و اندوہ کی ساری پرچھائیاں مٹا دیتا ہے۔

خدا اور بندے کے درمیان محبت

اسلام پر ایک اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ وہ سخت اور خشک مذہب ہے، جو خدا اور بندے کے درمیان محبت کے جذبہ سے خالی ہے۔ ''ادوار روس'' جس نے انگریزی میں ''فلسفۂ مذہب'' تحریر کیا، ایک جگہ اپنی کتاب میں لکھتا ہے: ''اسلام کے معنٰی ہیں ارادۂ الٰہی پر یقین کرنا۔ اس سے یہ تصور پیدا ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو سمجھ میں نہ آنے والا محکم فیصلہ تصور کیا جائے، جس پر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بحث ومباحثہ اور مناظرہ کرنا بے کار ہے۔ اس کی صفات میں پاکیزگی اور محبت کا عنصر شامل نہیں ہے اس کے باوجود ایسے مسلمان نمایاں ہوئے، جو اس خشک دین میں راحت وشوق محسوس نہ کرتے تھے۔ اسلام میں صوفی فرقوں کا ظہور اس بات کی زندہ شہادت ہے کہ ایک ایسا جذبہ لازماً انگڑائی لیتا ہے، جس کا ایک ایسے زندہ خدا سے مستحکم تعلق ہو جو محبت کا فیضان کر رہا ہو"(۲)

تعجب خیز امر یہ ہے کہ بدنیتی اور جہالت دونوں چیزیں اس مصنف کا شعار ہیں۔ حالانکہ اس اعتراض کی تردید کرنا نہایت آسان ہے۔ اس پہلو سے وہ سب سے زیادہ ناواقف ہے اس لیے کہ خدا اور بندے کے درمیان محبت کا لفظ قرآن میں بتکرار آیا ہے۔ مثبت ومنفی مختلف اسلوب کے ذریعے اس کا ذکر ہوا ہے۔ اس محبت کی دو قسمیں ہوسکتی ہیں: بندوں کی اللہ سے محبت اور اللہ کی بندوں سے محبت(۳)

بندوں کی اللہ سے محبت

سچا مومن وہ ہے جو اللہ کے جلال وجمال کا ادراک کرے، اس کے لطف واحسان کا احساس رکھے اور اسے یہ علم یقینی حاصل ہو کہ خدا کے اس پر بے پایاں احسانات ہیں۔ پھر اس ادراک سے متاثر ہو اور اس سے محبت کرے۔ اس کا دل خدا سے لو لگائے ہو اور اس کے عمل کا رخ اسی کی ذات ہو۔ اسے خدا کی اس محبت میں لذت وراحت ملے اور احکام الٰہی کی فرماں برداری میں طمانیت حاصل ہو اور اس راہ کی تمام مشکلات کو برضا ورغبت، ٹھنڈی آنکھوں اور قلب مطمئن کے ساتھ برداشت کرے۔

اللہ سے بندے کی محبت ہی ایمان برحق ہے اور ایمان برحق مجرد معرفت اور نفسی ایقان کا نام نہیں ہے بلکہ یہ وہ ایمان ہے، جو اللہ سے محبت کرے اور اس کا اثر اس کے دل پر پڑے اور اس کے نتائج اس کے تمام اقوال، افعال اور تصرفات میں رونما ہوں۔ وہ خشک ایمان جو نفسی یقین اور قلبی اقرار سے آگے نہیں بڑھتا اور جس کا کوئی اثر ایجابی عمل کے کسی مظہر میں نظر نہیں آتا، وہ نہیں ہے جو اللہ اپنے بندوں کی جانب سے چاہتا ہے۔ فرمان خداوندی ہے:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ ِاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ (التوبہ: ۲۴)

''اے نبیؐ، کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے عزیز و اقارب اور تمہارے وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور تمہارے وہ کاروبار جن کے ماند پڑ جانے کا تم کو خوف ہے اور تمہارے وہ گھر جو تم کو پسند ہیں، تم کو اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد سے عزیز تر ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ تمہارے سامنے لے آئے۔ اور اللہ فاسق لوگوں کی رہنمائی نہیں کیا کرتا۔''

اس آیت میں اللہ نے تمام مرغوبات، لذتیں اور انسانی کمزوری کے تمام گوشے جمع کر دیے ہیں اور انھیں ایک پلڑے میں رکھا ہے اور دوسرے پلڑے میں اللہ اور اس کے رسول اور جہاد فی سبیل اللہ سے محبت کو رکھا ہے۔ جو قلب ان تمام لذتوں سے آزاد ہو جائے اور اللہ اور اس کے رسول کو ترجیح دے وہی اسلام کی نگاہ میں مطلوب و محبوب ہے۔

اللہ تعالیٰ ان سچے مومنوں کی تعریف کرتا ہے جنھیں اس نے اپنا محبوب بنا لیا کیونکہ انھوں نے اس سے محبت کو حرزِ جاں بنایا تھا اور مسلمانوں سے خطاب کرتے ہوئے کہتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّوْنَهٗٓ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۫ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝

(المائدۃ: ۵۴)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اگر تم میں سے کوئی اپنے دین سے پھرتا ہے (تو پھر جائے) اللہ اور بہت سے لوگ ایسے پیدا کر دے گا جو اللہ کو محبوب ہوں گے اور اللہ ان کو محبوب ہوگا۔ جو مومنوں پر نرم اور کفار پر سخت ہوں گے، جو اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں گے۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اللہ وسیع ذرائع کا مالک ہے اور سب کچھ جانتا ہے۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ سے محبت ہی مسلمانوں کی وہ حقیقی علامت ہے، جس کی حلاوت چکھنے کے بعد وہ کسی اور متبادل کو پسند نہیں کرتے۔ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں:

ثلاث من كنّ فيه وجد حلاوة الإيمان، أن يكون الله و رسوله أحبّ إليه ممّا سواهما وأن يحبّ المرء لا يحبّه إلا لله وأن يكره أن يعود في الكفر كما يكره أن يقذف في النّار۔(۴)

''جس شخص کے اندر تین خصلتیں پائی جائیں اس نے ایمان کی حلاوت پالی۔ پہلی خصلت یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کو دنیا و مافیھا سے زیادہ محبوب رکھے۔ دوسری خصلت یہ ہے کہ آدمی کسی سے محبت کرے تو صرف اللہ کی خاطر محبت کرے اور تیسری خصلت یہ ہے کہ کفر میں لوٹنے کو وہ اس طرح ناپسند کرے، جس طرح آگ میں ڈالے جانے کو ناپسند کرتا ہے۔''

ڈاکٹر ذکی مبارک لکھتے ہیں:

''اللہ سے محبت تعمیر اخلاق کا اہم ترین ستون ہے، جو ہمیں ان لطیف ارواح کی طرف موڑ دیتا ہے جن سے کوئی برائی سرزد ہوتی ہے نہ سرکشی کا صدور ہوتا ہے اور بسا اوقات یہ تصور ہم کو عالم موجودات کی تمام چیزوں سے محبت کرنے کی طرف مائل کرتا ہے، جب کہ ہم پوری کائنات کو محبوب کا کارنامہ سمجھنے لگتے ہیں۔ یہ امر فطری ہے کہ یہ تصور اسی وقت میسّر آ سکتا ہے جب ہمارے اوپر نفسی پاکیزگی کا غلبہ ہو اور ہم بغض وحسد، کینہ وانتقام اور ان تمام معمولی دسیسہ کاریوں سے پرہیز کریں، جو زندگی کی رعنائیوں کو تباہ کر دیتی اور زندوں کو مردوں میں تبدیل کر دیتی ہیں''(۵)

اللہ کی بندوں سے محبت

اللہ کی بندوں سے محبت کا ذکر قرآن میں صرف ان بڑے اعمال کے انجام دینے والوں کے لیے آیا ہے، جو تمام انسانوں اور پورے معاشرۂ انسانی کے مفاد میں ہوں۔ اور اس محبت خداوندی کی نفی صرف ان بری صفات کے حاملین سے کی گئی ہے جن کی سرشت ہی میں ضرر رسانی اور فساد انگیزی داخل ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ قرآنی آیات جو بندوں کے لئے خدائی محبت کو ثابت کرتی ہیں، ان محبوب بندوں کی ایسی صفات بیان کرتی ہیں، جو اخلاق کا سرچشمہ اور نفسی فضائل کا منبع ہیں:

وَ اِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ۝ (المائدۃ:۴۲)

''اور فیصلہ کرو تو ٹھیک ٹھیک انصاف کے ساتھ کرو کہ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔''

بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ۝

(آل عمران:۷۶)

''کیوں نہیں، جو بھی اپنے عہد کو پورا کرے گا اور بُرائی سے بچ کر رہے گا وہ اللہ کا محبوب بنے گا، کیونکہ پرہیزگار لوگ اللہ کو پسند ہیں۔''

فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ۝

(آل عمران:۱۵۹)

''اور جب تمہارا عزم کسی رائے پر مستحکم ہو جائے تو اللہ پر بھروسہ کرو۔ اللہ کو وہ لوگ پسند ہیں جو اس کے بھروسے پر کام کرتے ہیں۔''

فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ۝ (المائدۃ:۱۳)

''انھیں معاف کرو اور ان کی حرکات سے چشم پوشی کرو، اللہ ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو احسان کی روش رکھتے ہیں۔''

وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ۝

(آل عمران:۱۴۶)

''انھوں نے کمزوری نہیں دکھائی، وہ سرنگوں نہیں ہوئے، ایسے ہی صابروں کو اللہ پسند کرتا ہے۔''

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ۝ (البقرۃ:۲۲۲)

''اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو پسند کرتا ہے اور پاکیزگی اختیار کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ نے اپنی محبت کی ان لوگوں سے نفی کی جو ایسی حرکتوں سے متصف ہوں جو نسل انسانی کے لیے بدبختی اور نامرادی کا منبع ہیں۔ مثال کے طور پر مندرجہ ذیل آیات کا مطالعہ کیجیے:

وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْاَرْضِ ط اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ○

(القصص:۷۷)

''اور زمین میں فساد برپا کرنے کی کوشش نہ کر، اللہ مفسدوں کو پسند نہیں کرتا۔''

وَ اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ط وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ○ (آل عمران:۵۷)

''اور جنہوں نے ایمان اور نیک عمل کا رویہ اختیار کیا ہے انہیں ان کے اجر پورے پورے دیے جائیں گے اور ظالموں سے اللہ ہرگز محبت نہیں کرتا۔''

وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ج اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۚ

(الاعراف:۳۱)

''اور کھاؤ پیو اور حد سے تجاوز نہ کرو، اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔''

لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْ فَضْلِهٖ ط اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ○ (الروم:۴۵)

''تاکہ اللہ ایمان والوں اور عمل صالح کرنے والوں کو اپنے فضل سے جزا دے۔ یقیناً وہ کافروں کو پسند نہیں کرتا۔''

لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ط اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ○ (النحل:۲۳)

''اللہ یقیناً ان کے سب کرتوت جانتا ہے چھپے ہوئے بھی اور کھلے ہوئے بھی۔ وہ ان لوگوں کو ہرگز پسند نہیں کرتا، جو غرور نفس میں مبتلا ہوں۔''

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ۙ (النساء:۳۶)

''اور ایسے لوگ اللہ کو پسند نہیں ہیں جو اپنے پندار میں مغرور ہوں اور اپنی بڑائی پر فخر کریں۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَ اِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ ۝ (الانفال:۵۸)

''اور اگر کبھی تمہیں کسی قوم سے خیانت کا اندیشہ ہو تو اس کے معاہدے کو علانیہ اس کے آگے پھینک دو۔ یقیناً اللہ خائنوں کو پسند نہیں کرتا۔''

وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝ (البقرۃ:۱۹۰)

''اور تم اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو، جو تم سے لڑتے ہیں مگر زیادتی نہ کرو کہ اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔''

اللہ کا انسان سے محبت کرنا اس کی تمام سعادتوں کا دروازہ کھولنا ہے کیونکہ اس سے اسے اللہ کی ولایت اور اس کی حمایت و نصرت حاصل ہوتی ہے۔ اس کے برعکس اللہ کی ناراضگی اور نفرت اس کی بربادی و بدبختی کا پیش خیمہ ہے۔ اس کی وضاحت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کی ہے:

إذا أحب اللّٰه عبدا نادى جبريل فيقول إني أحب فلانا فأحبه، فيحبه جبريل فينادى جبريل في أهل السماء إن اللّٰه يحب فلانا فأحبوه فيحبّهُ أهل السماء ثم يوضع له القبول في الأرض وإذا أبغض عبدا دعا جبريلَ فيقول إني أبغض فلانا فأبغضهُ فيبغضهُ جبريل ثم ينادى في أهل السماء إن اللّٰه يبغض فلانا فأبغضوه ثم توضع له البغضاء في الأرض۔(۶)

''جب اللہ کسی بندے کو محبوب بناتا ہے تو جبرئیلؑ کو آواز دے کر کہتا ہے کہ میں فلاں سے محبت کرتا ہوں تم بھی اس سے محبت کرو۔ چنانچہ جبرئیلؑ بھی اسے محبوب بنا لیتے ہیں پھر جبرئیلؑ آسمان کے باسیوں کے درمیان ندا لگاتے ہیں: اللہ نے فلاں کو محبوب بنا لیا ہے تو تم لوگ بھی اس کو محبوب بنا لو چنانچہ آسمان کے تمام باشندے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ پھر زمین میں اس کی قبولیت طے کر دی جاتی ہے۔ اور جب خدا کسی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بندے سے نفرت کرتا ہے تو جبرئیل کو بلاتا ہے اور کہتا ہے کہ: میں نے فلاں سے دشمنی کر لی ہے تم بھی اس سے دشمنی کر لو چنانچہ جبرئیلؑ بھی اس سے دشمنی کر لیتے ہیں۔ پھر وہ آسمان کے باشندوں میں صدا لگاتے ہیں کہ اللہ نے فلاں بندے سے نفرت کی ہے تم لوگ بھی اس سے نفرت کرو۔ پھر زمین میں اس کے لیے نفرت طے کر دی جاتی ہے"۔

خشیت الٰہی

آج دنیا جس اخلاقی بحران کا شکار ہے، برائیاں جس طرح ہر طرف پھیل رہی ہیں اور جرائم کے تناسب میں جس تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے اس کی واحد وجہ یہ ہے کہ قومیں اپنے خالق سے غافل ہیں اور اس کی ایسی عظمت کے استحضار سے بے نیازی برت رہی ہیں، جو دلوں میں ایسی ہیبت بٹھا دیتی ہے جس سے انسان شر کے میلان سے دور رہتا ہے۔

خشیت الٰہی ان ستونوں میں سے ہے جن پر وہ روحانی زندگی قائم ہے، جو انسان کو ہر خیر کی طرف بڑھاتی ہے اسی لیے تمام ادیان نے افراد کے دلوں میں اس تخم کی بار آوری کے لیے کوشش کی ہے اور اس امر کی وضاحت کی ہے کہ اللہ کا غضب دنیوی اور اخروی سزا سے دوچار کرتا ہے۔

اگر خدا کا خوف نہ ہوتا تو انسان برائیوں کے ارتکاب میں شتر بے مہار ہوتا، لذتوں کے حصول میں دوسروں کے مفاد کی پروا کیے بغیر منہمک ہوتا اور اس وقت وہ سارے قوانین سود مند نہ ہوتے، جو انسان کو ظلم سے بچانے کے لیے بنائے گئے ہیں۔ ہمارا یہ دور اس چیز کو جھیل رہا ہے۔

اسلام نے جہاں حدود اور سزائیں نافذ کی ہیں جو انسان کو ارتکاب جرائم سے باز رکھتی ہیں، وہیں خدا کی خشیت اور اس کے عذاب کے خوف کی تذکیر سے تغافل نہیں برتا ہے۔ اس لیے کہ آخر الذکر طریقہ اطاعت خداوندی پر ابھارنے میں زیادہ محرک ثابت ہوتا ہے اور اس راستے پر چلنے کے لیے انسان کو مہمیز کرتا ہے، جو اس کی رضا تک لے جاتی اور اس کی نعمت سے سرفراز کرتی ہے۔ ہم یہاں جن قرآنی آیات کا ذکر کریں گے، وہ شہادت کے لیے کافی ہیں:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ۝ (النور: ۵۲)

"اور کامیاب وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کریں اور اللہ سے ڈریں اور اس کی نافرمانی سے بچیں۔"

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِنَّ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَیْبِ لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّاَجْرٌ کَبِیْرٌ○

(الملک:۱۲)

''جولوگ بے دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں یقیناً ان کے لیے مغفرت ہے اور بڑا اجر ہے۔''

رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ ط ذٰلِکَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّہٗ○

(البینۃ:۸)

''اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ یہ کچھ ہے اس شخص کے لیے جس نے اپنے رب کا خوف کیا ہو۔''

خشیت الٰہی انسان کے اندر اخلاقی جرأت پیدا کرتی ہے اور یہ وہ بہترین وصف ہے، جس سے خشیت الٰہی کا حامل متصف ہوتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ انسان اپنی رائے کا اظہار کرتا ہے اور حق کا برملا اعلان کرتا ہے چاہے لوگ اس کے بارے میں کچھ بھی گمان کریں اور اس کے خلاف بات کا بتنگڑ بنائیں اور اس پر حاکم کا قہر نازل ہو۔ اسی طرح جس عمل کو وہ صحیح نہیں سمجھتا اسے ٹھکرا دیتا ہے چاہے اس کے ٹھکرانے سے عوام میں اچھا تاثر نہ بنتا ہو۔ قرآن مسلمانوں کو اس صفت سے متصف ہونے کی دعوت دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے:

فَلَا تَخَافُوْھُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ○ (آل عمران:۱۷۵)

''تم ان انسانوں سے نہ ڈرو مجھ سے ڈرو اگر تم حقیقت میں صاحب ایمان ہو۔''

اَتَخْشَوْنَھُمْ ج فَاللّٰہُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْہُ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ○ (التوبہ:۱۳)

''کیا تم ان سے ڈرتے ہو؟ اگر تم مومن ہو تو اللہ اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اُس سے ڈرو۔''

مومنین کی صفات ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

یُجَاھِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا یَخَافُوْنَ لَوْمَۃَ لَآئِمٍ ط (المائدۃ:۵۴)

''اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے۔''

تاریخ ایسے انسانوں کی مثالوں سے بھری ہے جنہوں نے حق کی پیروی اور اس کی مدد

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی راہ میں اپنے اموال خرچ کیے اور حق کی محبت کی وجہ سے اس راہ میں آنے والے آلام ومصائب کو برداشت کیا۔ اس لیے کہ انھوں نے اپنی جانوں سے زیادہ حق سے محبت کی تھی۔ ان میں انبیاء اور عبقری علماء شامل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن انبیاء کی یہ صفت بیان کرتا ہے:

اَلَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَيَخْشَوْنَهٗ وَلَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ؕ (الاحزاب:۳۹)

''جو اللہ کے پیغامات پہنچاتے ہیں اور اُسی سے ڈرتے ہیں اور ایک خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔''

امید وبیم

قرآن مجید خشیت اور امید کو ایک ساتھ ملا دیتا ہے اس لیے کہ ''جو گناہ گار توبہ قبول ہونے کی امید نہیں رکھتا، ایک ایسی مایوس قوت میں تبدیل ہو جاتا ہے، جس کے اندر کسی بہتری کی توقع کی جاسکتی ہے اور نہ اس سے کسی نفع کی امید لگائی جاسکتی ہے۔ آدمی اور خدا کے درمیان سے رشتہ کا غائب ہونا ہی بدترین فساد ہے۔ بندے کو اس کے رب سے ڈرانے کی کچھ حدود ہیں اس خوف کو مایوسی تک نہیں پہنچنے دینا چاہیے۔ جس تربیت کی بنیاد مطلق خوف پر ہوتی ہے، فاسدانہ تربیت ہوتی ہے اس لیے کہ وہ دل میں امید کی روشنی بجھا دیتی ہے اور خیر کے عناصر کو آگے بڑھنے سے روک دیتی ہے''(۷) ہر انسان کے اندر عمل صالح کے جذبات ومیلانات ہوتے ہیں، جن کی ہمت افزائی اچھے بدلہ اور فضلِ الٰہی کے سچے وعدہ سے ہوتی ہے۔ قرآن میں آیا ہے:

وَلَا تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّ طَمَعًا ؕ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (الاعراف:۵۶)

''زمین میں فساد برپا نہ کرو جب کہ اس کی اصلاح ہو چکی ہے اور خدا ہی کو پکارو خوف کے ساتھ اور طمع کے ساتھ۔ یقیناً اللہ کی رحمت نیک کردار لوگوں سے قریب ہے۔''

مومنین صادقین کی صفت اللہ نے یہ بیان کی ہے:

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا ۠ (السجدۃ:۱۶)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''ان کی پیٹھیں بستروں سے الگ رہتی ہیں، اپنے رب کو خوف اور طمع کے ساتھ پکارتے ہیں۔''

اور اللہ نے بعض انبیاء کی تعریف یوں بیان کی ہے:

اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّ رَهَبًا ؕ وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ ۝ (الانبیاء:۹۰)

''یہ لوگ نیکی کے کاموں میں دوڑ دھوپ کرتے تھے اور ہمیں رغبت اور خوف کے ساتھ پکارتے تھے اور ہمارے آگے جھکے ہوئے تھے۔''

رجا کے ساتھ ملی ہوئی خشیتِ الٰہی انسان کے اعمال پر زبردست اثرات چھوڑتی ہے۔ یہی خشیت انسانی ضمیر کی تربیت کرتی ہے اور انسانی مجموعہ کا ایک صالح فرد بناتی ہے۔

استغفار

اللہ سے لو لگائے ہوئے مسلمان سے غلطیاں اور خطائیں لامحالہ سرزد ہوں گی۔ اگر کبھی اس کے قدم پھسلتے ہیں اور وہ کوئی ایسا کام کر بیٹھتا ہے، جو اس کے شایانِ شان نہیں ہوتا تو وہ اللہ کو یاد کرتا ہے، اپنی خطا کی بنیاد ڈھونڈھتا ہے اور اس سے باز آ جاتا ہے اور حسرت والم اور توبہ وندامت کے بار تلے دب جاتا ہے۔

مسلمان سے غلطی ہو جاتی ہے۔ اللہ نے کسی کو معصوم نہیں بنایا البتہ اسے اس کا مکلف قرار دیا کہ غلطی سرزد ہونے کے بعد رشد کی طرف پلٹے، جب اس کے قدم ٹھوکر کھائیں تو اٹھ کر کھڑا ہو جائے اور جو گناہ سرزد ہو گیا ہے اسے زائل کرے۔ پھر از سر نو منزل مقصود کی طرف سفر شروع کر دے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ غلط کار کی غلطی ڈھونڈھتا ہے اور اسے مغفرت کی طلب پر ابھارتا ہے۔ جس سے انسان اپنے نفس کا محاسبہ کرتا اور اللہ سے لو لگاتا ہے اور ضمیر کی مردنی حیات میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

اسلام میں گناہ کے کفارہ کا یہ تصور نہیں ہے کہ دین دار لوگوں کے سامنے اعتراف جرم کیا جائے نہ یہ کسی فرد کے سر پر معلّق رہتا ہے کہ اس سے نجات کی کوئی صورت ہی نہ نکل سکے۔

اسلام کی نگاہ میں ہر انسان کے اندر یہ صلاحیت موجود ہے کہ ندامت وتوبہ اور طلب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مغفرت کی خاطر براہ راست اپنے رب کی طرف رجوع کرے تاکہ اللہ اپنے فضل کا دروازہ کھولے اور عفو و رحمت کی بخشش سے اس کی جھولی بھر دے۔

اللہ تعالیٰ کہتا ہے:

وَاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ (النساء:۱۰۶)

''اور اللہ سے درگزر کی درخواست کرو۔ وہ بڑا درگزر فرمانے والا اور رحیم ہے۔''

وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ (النساء:۱۱۰)

''اگر کوئی شخص برا فعل کر گزرے یا اپنے نفس پر ظلم کر جائے اور اس کے بعد اللہ سے درگزر کی درخواست کرے تو اللہ کو درگزر کرنے والا اور رحیم پائے گا۔''

اللہ تعالیٰ ان مومنین کی صفات بیان کرتا ہے، جو اس کی مغفرت کے مستحق ہوں گے۔

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ص وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ص وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ (آل عمران:۱۳۵، ۱۳۶)

''اور جن کا حال یہ ہے کہ اگر کبھی کوئی فحش کام ان سے سرزد ہو جاتا ہے یا کسی گناہ کا ارتکاب کر کے وہ اپنے اوپر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو معاً انھیں اللہ یاد آ جاتا ہے اور اس سے وہ اپنے قصوروں کی معافی چاہتے ہیں۔ کیونکہ اللہ کے سوا اور کون ہے جو گناہ معاف کر سکتا ہو؟ اور وہ کبھی دانستہ اپنے کیے پر اصرار نہیں کرتے۔ ایسے لوگوں کی جزا ان کے رب کے پاس یہ ہے کہ وہ ان کو معاف کر دے گا۔''

اللہ تعالیٰ اپنی رحمت و مغفرت کی عمومیت ہر اس شخص کے لیے بیان کرتا ہے، جو توبہ کرے اور اس کی طرف رجوع کرے چاہے اس نے کتنے ہی گناہ کیے ہوں:

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ط اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ط اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الرَّحِيمُ○ (الزمر:۵۳)

''کہہ دو کہ اے میرے بندو، جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ، یقیناً اللہ سارے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ وہ تو غفور رّحیم ہے۔''

اسلام پاکیزگی اور طہارت کے موقعہ کو خیر کے توشہ سے جوڑ دیتا ہے اور خیر کے اعمال کو گناہ کا مٹانے والا قرار دیتا ہے۔ اس میں اعمال خیر سے قربت کی تحریض اور تشجیع بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے:

اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ط (ھود:۱۱۴)

''درحقیقت نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔''

اللہ تعالیٰ اپنی رضا کے طلب گار بندوں کے ایک فریق کی حکایت یوں بیان کرتا ہے:

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ط عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ط اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ○

(التوبۃ:۱۰۲)

''کچھ اور لوگ ہیں جنہوں نے اپنے قصوروں کا اعتراف کر لیا ہے۔ ان کا عمل مخلوط ہے کچھ نیک ہے اور کچھ بد۔ بعید نہیں کہ اللہ ان پر پھر مہربان ہو جائے کیوں کہ وہ درگزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔''

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس مفہوم کو یوں بیان کرتے ہیں: وَ أتبع السّيئة الحسنة تمحُها(۸) ''برائی کے بعد نیکی کرو، وہ برائی کو مٹا دے گی۔''

استغفار نفسی علاج ہے

انسان کا یہ ایمان کہ اللہ تمام گناہوں کو معاف کر دیتا ہے اور یہ کہ بندہ جب مغفرت طلب کرتا ہے تو وہ اسے بخش دیتا ہے، علاج کے ان جدید وسائل میں شامل ہے جن تک صرف دور جدید میں طب پہنچ سکا ہے۔

علمائے نفسیات جن میں سرفہرست فرائڈ ہے،(۹) جو نفسی تجزیہ کے مدرسۂ فکر کا بانی ہے، کا فیصلہ ہے کہ تمام نفسی امراض کا مرجع وہ سرکشی ہے جو نفسی الجھن کا سبب بنتی ہے۔ جس کا واحد علاج

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہی ہے جسے یہ لوگ تحلیل نفسی کا نام دیتے ہیں۔ جس کا کمال یہ ہے کہ انسان طبیب نفسی کے کلینک میں بیٹھ رہے اور اس کے سامنے اپنی غلطیوں کا اعتراف کرے۔ اس اعتراف کے بارے میں اطبّاء کا کہنا ہے کہ یہ ایک سالکانہ نفسی منطقی صفت ہے، جو مریض کی غلطیوں کو منکشف کر دیتی ہے۔ وہ اسے دیکھتا اور اس کا احساس کرتا ہے اور نفس اور ضمیر کے درمیان مصالحت ہو جاتی ہے..... اور ضمیر تسامح کرتا ہے اور جب ضمیر تسامح کرتا ہے اور انسان اس کی معافی، صفائی کرتا اور اپنے اور نفس کے درمیان پاکیزگی کا احساس کرتا ہے تو نفسی الجھن ختم ہو جاتی ہے اور نفسی الجھن وہمی نہیں ہے۔ بیشتر اوقات یہ الجھنیں دردسر، چکّر، قلب کی گھبراہٹ، بلڈ پریشر اور دوسرے امراض کا سبب بنتی ہیں اور جب اس کا علاج ڈاکٹر کے سامنے غلطی کا اعتراف کرنا ہے تاکہ ضمیر تسامح کر سکے تو اللہ کے سامنے اور طبیب کے سامنے اعتراف کرنے میں کون سا فرق ہے اور ضمیر کے تسامح اور مغفرت خداوندی میں کیا تفاوت ہے"(۱)

اللہ کے سامنے گناہوں کا اعتراف وہ قرآنی نظریہ ہے: جس کے مفید اثرات نفس انسان پر پڑتے ہیں۔ قرآن نے مثال کے طور پر اس ظلم کے اعتراف کا ذکر کیا ہے جو یونس علیہ السلام سے سرزد ہوا تھا اور اس اعتراف کا فائدہ حزن اور غم سے نجات پانا تھا، جب کہ وہ مچھلی کے پیٹ میں تھے:

وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ۭ وَكَذٰلِكَ نُـْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (الانبیاء: ۸۷،۸۸)

"اور مچھلی والے کو بھی ہم نے نوازا۔ یاد کرو جب کہ وہ بگڑ کر چلا گیا تھا اور سمجھا تھا کہ ہم اس پر گرفت نہ کریں گے۔ آخر کو اس نے تاریکیوں میں سے پکارا "نہیں ہے کوئی خدا مگر تو، پاک ہے تیری ذات، بے شک میں نے ظلم کیا۔" تب ہم نے اس کی دعا قبول کی اور غم سے اس کو نجات بخشی اور اس طرح ہم مومنوں کو بچا لیا کرتے ہیں۔"

اس آیت کا آخری ٹکڑا وَكَذٰلِكَ نُـْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ مسلمانوں کو ایک مضبوط

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اشارہ فراہم کرتا ہے کہ اس ہدایت کا دامن تھام لیں، جس میں ان کی تنگیوں، پریشانیوں کا علاج موجود ہے۔ یعنی گناہ اور ظلم کے سرزد ہونے کے وقت نفس کی سرزنش کی جائے۔ یہ اعتراف ان الٰہی انوار کے حصول کا ذریعہ بنتا ہے، جو انسان کو ہنگامی آفات وحوادث سے بلند کر دیتے ہیں۔

اسی طرح قرآن نے اعتراف گناہ کی ایک دوسری مثال بھی بیان کی ہے، جو آدم وحوا علیہما السلام کی جانب سے احکام الٰہی کی مخالفت کے بعد ظاہر ہوا جسے اللہ نے مسلمانوں کے لیے مثال قرار دیا۔ ان دونوں نے فریاد کی:

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ۖ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ (الاعراف: ۲۳)

''اے رب، ہم نے اپنے اوپر ستم کیا، اب اگر تو نے ہم سے درگزر نہ فرمایا اور رحم نہ کیا تو یقیناً ہم تباہ ہو جائیں گے۔''

استغفار کا فائدہ

قرآن توبہ واستغفار کو رحمت الٰہی اور دنیوی زندگی میں بخشش وانعام کا وسیلہ قرار دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے:

وَّ اَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّيُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ ۭ (ھود: ۳)

''اور یہ کہ تم اپنے رب سے معافی چاہو اور اس کی طرف پلٹ آؤ تو وہ ایک مدت خاص تک تم کو اچھا سامان زندگی دے گا اور ہر صاحب فضل کو اس کا فضل عطا کرے گا۔''

اپنے نبی ہود علیہ السلام کی زبان سے اللہ تعالیٰ کہلواتا ہے:

وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَاۗءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ (ھود: ۵۲)

''اور اے میری قوم کے لوگو، اپنے رب سے معافی چاہو، پھر اس کی طرف پلٹو، وہ تم پر آسمان کے دہانے کھول دے گا اور تمہاری موجودہ قوت پر مزید قوت کا اضافہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے نبی نوحؑ کی زبان سے کہلوایا:

اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۙ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۙ وَّ يُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّ يَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ؕ (نوح:۱۰-۱۲)

''اپنے رب سے معافی مانگو، بے شک وہ بڑا معاف کرنے والا ہے۔ وہ تم پر آسمان سے خوب بارشیں برسائے گا، تمہیں مال اور اولاد سے نوازے گا، تمہارے لیے باغ پیدا کرے گا اور تمہارے لیے نہریں جاری کر دے گا۔''

اپنے آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہو کر کہتا ہے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِيْهِمْ ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝ (الانفال:۳۳)

''اس وقت تو اللہ اُن پر عذاب نازل کرنے والا نہ تھا جب کہ تو ان کے درمیان موجود تھا اور نہ اللہ کا یہ قاعدہ ہے کہ لوگ استغفار کر رہے ہوں اور وہ ان کو عذاب دے دے۔''

بعض صحابہ کرامؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کہا کرتے تھے کہ ہمارے لیے دو پناہ گاہیں تھیں جن میں سے ایک ختم ہو گئی۔ یعنی رسول کا ہم میں موجود ہونا۔ استغفار کی پناہ گاہ باقی رہ گئی، اگر یہ بھی چھن گئی تو ہم ہلاک ہو جائیں گے۔

توبہ

استغفار کے سلسلے میں وارد شدہ نصوص و آیات کے سمجھنے میں بعض گمراہ قسم کے لوگ غلطی کرتے ہیں۔ وہ یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ مغفرت بغیر کسی قانون کے انھیں مل جائے گی چاہے فسق و فجور میں وہ کتنے ہی ملوث ہوں۔ جب کہ یہ بات ہرگز نہیں ہے۔ یہاں مسئلہ چند کلمات تک محدود نہیں ہے جنھیں ماضی کی حرکت پر ندامت کے بغیر ہونٹ دہرا دیں اور انسان اُس فعل سے باز نہ آئے اور استقامت کا عزم مصمم نہ کر لے۔ اس لیے کہ مغفرت کے حصول کی شرط گناہوں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے توبہ کرنا ہے اور توبہ لغت کی زبان میں رجوع کرنے کا نام ہے۔ جب توبہ کی نسبت انسان کی طرف کی جاتی ہے تو اس کے معنٰی گناہوں سے ندامت اور پشیمانی کی طرف رجوع کرنا ہیں۔

قوت القلوب کے مصنف[۱۱] لکھتے ہیں: ''توبہ کی شرط یہ ہے کہ توبہ کرنے والے اور رجوع کرنے والے کو چاہیے کہ گنہ گاروں سے جدائی کا آغاز کرے۔ پھر اپنے نفس سے علیحدگی اختیار کرے، جو اللہ کی نافرمانی کرتا تھا۔ جو چیزیں ناگزیر ہوں بس انہی کے حصول کے لیے کوشش کرے۔ پھر وہ عزم مصمم کرے کہ کبھی معصیت نہ کرے گا اور اپنی زحمتوں کو لوگوں سے ہٹا دے اور ہر اس چیز کو چھوڑ دے۔ جو اسے گناہ تک لے جا سکے''[۱۲]

اللہ نے صاحب توبہ کو خصوصی عنایت اور توجہ کا مستحق قرار دیا ہے اور قرآن میں بیشتر مقامات پر اس کا ذکر کیا ہے:

فَمَنْ تَابَ مِنْ م بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ ط اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ○ (المائدۃ:۳۹)

''پھر جو ظلم کرنے کے بعد توبہ کرے اور اپنی اصلاح کر لے تو اللہ کی نظر عنایت پھر اس پر مائل ہو جائے گی۔ اللہ بہت درگزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔''

وہ اس توبہ کی حالت بھی بیان کرتا ہے جسے وہ اپنے گنہ گار بندوں سے قبول کرتا ہے:

اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ط وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا○ وَ لَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ج حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّيْ تُبْتُ الْئٰنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ط اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا○

(النساء:۱۷،۱۸)

''ہاں یہ جان لو کہ اللہ پر توبہ کی قبولیت کا حق ان ہی لوگوں کے لیے ہے، جو نادانی کی وجہ سے کوئی برا فعل کر گزرتے ہیں اور اس کے بعد جلدی ہی توبہ کر لیتے ہیں۔ ایسے لوگوں پر اللہ اپنی نظر عنایت سے پھر متوجہ ہو جاتا ہے اور اللہ ساری باتوں کی خبر رکھنے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والا اور حکیم و دانا ہے۔ مگر توبہ ان کے لیے نہیں ہے، جو بُرے کام کیے چلے جاتے ہیں، یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کی موت کا وقت قریب آ جاتا ہے اُس وقت وہ کہتا ہے کہ اب میں نے توبہ کی۔ اور اسی طرح توبہ ان کے لیے بھی نہیں ہے، جو مرتے دم تک کافر رہیں۔ ایسے لوگوں کے لیے تو ہم نے دردناک سزا تیار کر رکھی ہے۔''

قرآن مغفرت خداوندی اور رضائے الٰہی کے حصول کے لیے عمل صالح کو توبہ کے ساتھ ضروری قرار دیتا ہے:

وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰیo

(طٰہٰ: ۸۲)

''میں اس شخص کے لیے بہت درگزر کرنے والا ہوں، جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرے اور پھر سیدھا راستہ چلتا رہے۔''

توبہ اہم ترین اخلاقی ستون ہے۔ اس میں ہر قسم کی تاخیر انسانی شخصیت کے بکھر جانے کی موجب ہوگی اور اس میں پیش رفت اور سچائی نفس کی اصلاح کا عظیم ترین قدم اور شر کے خلاف مضبوط وسیلہ ہوگی۔

ہالینڈ کے مشہور مصنف فرانز اسٹال نے اسلام کے اخلاقی اصولوں اور جمعیت اخلاقی ہتھیار بندی کے اصولوں کے درمیان تقابل پیش کیا ہے، جو ''المجلة الاسلامية'' میں طبع ہوا ہے۔ مضمون نگار کہتا ہے: ''اسلام میں توبہ خود افراد کی تبدیلی کا وسیلہ ہے اور یہ عظیم اخلاقی ہتھیار ہے۔ اس میں ندامت، تبدیلی اور انقلاب سبھی شامل ہیں''۔ پھر مضمون نگار نے متعدد مسلمانوں مثلاً حسن بصری، محاسبی، حلاج اور غزالی وغیرہ کے نزدیک توبہ کا جو مفہوم اور اس کی اہمیت ہے اسے بیان کیا ہے اور ان کے درمیان اور جمعیت اخلاقی ہتھیار بندی کے بانی ڈاکٹر فرانک بکمان کے اقوال کے درمیان تقابل کیا ہے اور اس میدان میں اسلام کی افضلیت ثابت کی ہے۔

رحمت الٰہی کی طلب

بدشگونی سے زیادہ انسانی شخصیت کو نقصان پہنچانے والی کوئی اور چیز نہیں ہے۔ یہ ان امراض میں سب سے زیادہ بھیانک مرض ہے، جو نفس انسانی کو لاحق ہوتے ہیں تو اسے بے کار بنا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیتے اور حرکت و عمل سے دور کر دیتے ہیں۔ بسا اوقات یہ چیز انسان کو ہلاکت کے گڑھے میں گرا دیتی ہے اور اسے خطرات کے گرداب کے حوالے کر دیتی ہے، اس لیے کہ اس کی نگاہ میں زندگی ناقابل برداشت جہنم بن جاتی ہے۔

فرض کیجیے کوئی بدشگونی لینے والا شخص ہے اس نے اس کائنات پر نظر ڈالی تو اسے بدبختی و محرومی، کمزوری و بیماری، خطایا و آلام، غم و حسرت سے بھرپور پایا، اسے کہیں امن اور سلامتی نظر نہیں آتی، مستقبل میں اسے امید کی کوئی کرن بھی دکھائی نہیں دیتی۔ چنانچہ اس نے ان برے حالات کے سامنے اپنی ڈگیں ڈال دیں، رزم گاہ حیات میں دوڑ دھوپ کرنا چھوڑ دیا اور آخر میں اس سے نجات کا عزم مصمم کر لیا اور خودکشی کر لی، تو بتایئے کہ اس سے خسران کے سوا کچھ اور ہاتھ آئے گا؟

یہاں ایسے حالات اور مصائب پیش آتے ہیں، جو انسان کو زندگی پر بدشگونی کی نظر ڈالنے پر مجبور کرتے ہیں لیکن جس کا اللہ پر ایمان ہو، اس کی رحمت پر اسے بھروسہ ہو وہ کبھی رحمتِ الٰہی کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑے گا۔ اس ایمان اور امید کے سہارے حکمت اور صبر کے ساتھ اس کے مسائل حل ہوں گے، وہ ان بحرانوں کے خاتمہ کے لیے کوشش کرے گا جن میں وہ پھنسا ہوا ہے۔ اسی لیے قرآن نے تمام انسانوں کو رحمتِ الٰہی کی طلب کی دعوت دی اور اسے اس زندگی میں تمام لوگوں کا مقصد قرار دیا:

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ؕ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ○ (یونس:۵۸)

''اے نبیؐ، کہو کہ یہ اللہ کا فضل اور اس کی مہربانی ہے کہ یہ چیز اس نے بھیجی، اس پر تو لوگوں کو خوشی منانی چاہیے۔ یہ اُن سب چیزوں سے بہتر ہے جنہیں لوگ سمیٹ رہے ہیں۔''

ایک دوسرے مقام پر وہ کہتا ہے:

وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ○ (الزخرف:۳۲)

''اور تیرے رب کی رحمت اُس دولت سے زیادہ قیمتی ہے، جو سمیٹ رہے ہیں۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ مقصد جس کی قرآن نے دعوت دی ہے، اس کا کام یہ ہے کہ اس زندگی سے محروم لاکھوں انسانوں کے دلوں کے شفا کا ذریعہ ثابت ہو۔ اس لیے کہ یہ فکر۔ رحمتِ الٰہی کی طلب۔ جب انسانوں کے تمام افکار پر غالب آ جاتی ہے تو وہ مال و دولت میں اپنے سے آگے انسانوں کی طرف حرص و حسد کی نگاہ نہیں ڈالتے۔ اس لیے کہ اس زندگی میں ان کا مقصد ان زائل اور فانی مظاہر سے بلند ہوتا ہے۔ ان کا محور حقیقی بس خدا کی ذات اور اس کی رحمت کی تلاش ہوتا ہے۔

قرآن اس مقصد کے ذریعے انسان کو بلندی عطا کرتا ہے اور رحمت الٰہی کی طلب کو بلند صفات کے اُن حاملین سے منسوب کرتا ہے، جو اللہ اور بنی نوع انسان کے تئیں اپنی ذمے داریاں پوری کرتی ہیں:

اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ۝ (الاعراف:۵۶)

''یقیناً اللہ کی رحمت نیک کردار لوگوں سے قریب ہے۔''

وَ لَئِنْ قُتِلْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ۝ (آل عمران:۱۵۷)

''اگر تم اللہ کی راہ میں مارے جاؤ یا مر جاؤ تو اللہ کی جو رحمت اور بخشش تمہارے حصے میں آئے گی وہ اُن ساری چیزوں سے زیادہ بہتر ہے، جنہیں یہ لوگ جمع کرتے ہیں۔''

وَ رَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ؕ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ۝ (الاعراف:۱۵۶)

''اور میری رحمت ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے اور اسے میں ان لوگوں کے حق میں لکھ دوں گا جو نافرمانی سے پرہیز کریں گے، زکوٰۃ دیں گے اور میری آیات پر ایمان لائیں گے۔''

اللہ تعالیٰ نبیوں کے ایک گروہ کے بارے میں کہتا ہے:

وَ اَدْخَلْنٰهُمْ فِيْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ۝ (الانبیاء:۸۶)

''اور ان کو ہم نے اپنی رحمت میں داخل کیا کہ وہ صالحین میں سے تھے۔''

جن لوگوں کی جدوجہد دائمی ہوتی اور منزل مقصود رحمتِ الٰہی ہوتی ہے ان کے دل کسی ناکامی پر کمزور نہیں ہوتے، کسی مصیبت سے ان کے اندر بزدلی نہیں آتی۔ کیوں کہ یہاں ایک

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روحانی قوت موجود ہے، جو آنے والے مصائب و آلام پر اُن کی ہمت بندھاتی ہے۔ اس کے برعکس جو لوگ اس مقصد سے غافل ہوتے ہیں یا رحمتِ الٰہی سے مایوس ہوتے ہیں وہ اس کے سزاوار ہیں کہ نجات کی راہیں ان پر مشتبہ ہو جائیں اور ہلاکت کے گڑھوں میں وہ جا گریں۔ قرآن نے اس کی کتنی سچی ترجمانی کی ہے:

وَ مَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ۝ (الحجر:۵۶)

''اپنے رب کی رحمت سے مایوس تو گمراہ لوگ ہی ہوا کرتے ہیں۔''

اے بدشگونی اور عذاب میں گرفتار انسانو، جن پر اس زندگی کی موجیں چڑھی چلی آ رہی ہیں! اپنے چہرے کو اللہ کی جانب موڑ لو اور اس کی رحمت کے طلب گار بن جاؤ تا کہ وہ تمہیں امان کے ساحل تک پہنچا دے۔ اس لیے کہ رحمت الٰہی کو کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی اور وہ تم سے قریب ہی ہے بہ شرطے کہ اس کی توفیق کی اللہ سے دعا کرو اور ان افعال کو انجام دو جن کے بل پر تم اس کے مستحق قرار دیے جا سکو۔

عبادت

جب انسان اپنے اوپر غور کرتا ہے اور اپنے ذہن کی باریکیوں پر نگاہ ڈالتا ہے تو اس کو فوراً یہ سوال پریشان کرنے لگتا ہے کہ اس کی تخلیق کیوں ہوئی ہے اور تخلیق کا مقصد کیا ہے؟

یہ سوال فلسفیوں کے یہاں بحث و نظر کا محور ہے اور اس کے اسرار و رموز کو حل کرنے کے سلسلے میں وہ کسی صحیح رائے تک نہیں پہنچ سکے ہیں۔

جرمن فلسفی کانٹ[۱۳] سمجھتا ہے کہ فلسفہ کے تین بڑے اور اہم مسائل ہیں:

۱- وہ ہستی کون ہے، جس کی معرفت کی ہمارے اندر استطاعت ہے؟

۲- ہمارا عمل کیا ہونا چاہیے؟

۳- وہ کون سی ذات ہے، جس سے ہم لو لگاتے ہیں اور اپنی امیدیں اس سے وابستہ کرتے ہیں؟

ان میں سے بعض مسائل کا قرآن جواب دیتا ہے، سفر زندگی کے اسرار سے پردہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اٹھاتا ہے اور انسان کی تخلیق کا مقصد 'عبادت الٰہی' کو قرار دیتا ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ○ (الذّٰریٰت:۵۶)

''میں نے جن اور انسانوں کو اس کے سوا کسی کام کے لیے پیدا نہیں کیا ہے کہ وہ میری بندگی کریں۔''

عبادت خدا کی اطاعت کے ساتھ اس کے سامنے خضوع اور تذلّل کی انتہا ہے۔ اس کا تقاضا ہے کہ اس زمین کی بڑی سے بڑی ہستی کے سامنے اپنا سر نہ جھکایا جائے۔ اس لیے کہ سب اللہ کی ربوبیت ہی میں پل رہی ہیں۔ قرآن نے اس کی صاف لفظوں میں صراحت کی ہے:

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ؕ (یوسف:۴۰)

''فرماں روائی کا اقتدار اللہ کے سوا کسی کے لیے نہیں ہے۔ اس کا حکم ہے کہ خود اس کے سوا تم کسی کی بندگی نہ کرو۔''

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ

(الانعام:۱۰۲)

''یہ ہے اللہ تمہارا رب، کوئی خدا اس کے سوا نہیں ہے، ہر چیز کا خالق، لہٰذا تم اسی کی بندگی کرو۔''

اس وجہ سے کسی انسان کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ زمین میں بڑا بن کر رہے، تکبر کرے اور لوگوں کو اس پر مجبور کرے کہ وہ اس کے سامنے جھکیں، اس کے حکم کی اطاعت کریں، اس کے اقتدار کے آگے سجدہ ریز ہوں، وہ جو چاہے حکم چلائے اور جس چیز سے روکنا چاہے روک دے، جیسا کہ بادشاہ اور دور قدیم میں کاہن کرتے تھے۔ اور جو لوگ ان جیسے انسانوں کے سامنے جھکتے ہیں وہ اللہ کے ساتھ شرک کرتے ہیں اور یہ وہ چیز ہے جس سے زمین میں فساد پھیلتا ہے اور سرکشی اور بُرائی کے چشمے پھوٹتے ہیں۔

اسلام نے عبادت الٰہی کا جو حکم دیا ہے اس سے اس کا مقصد اس غلامی سے اسے آزاد کرانا ہے، جو صدیوں سے اس کے گلے کا ہار بنی رہی ہے اور بادشاہوں، سرکش لیڈروں اور دین کے خود ساختہ ٹھیکیداروں کے چنگل سے اسے نکالنا ہے۔ اور وہ اپنے ذہن سے اس وہم کو نکال

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیں کہ اُن کی مٹّی عوام کی مٹی سے افضل ہے اور سب سے بہتر عنصر یہی ہیں اور ان کے ہاتھ میں نفع وضرر رسانی کی قدرت ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ کہتا ہے:

قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَالَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ۭ (المائدۃ:۷۶)

''ان سے کہو، کیا تم اللہ کو چھوڑ کے ان کی پرستش کرتے ہو، جو نہ تمہارے لیے نفع کا اختیار رکھتا ہے نہ نقصان کا۔''

اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ (العنکبوت:۱۷)

''درحقیقت اللہ کے سوا جن کی تم پرستش کرتے ہو وہ تمہیں کوئی رزق بھی دینے کا اختیار نہیں رکھتے۔''

اس لیے اللہ نے تمام ادوار میں رسول بھیجے تا کہ وہ لوگوں کو اللہ واحد کی عبادت کرنے اور کسی دوسرے کے سامنے نہ جھکنے کی دعوت دیں۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے:

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ (النحل:۳۶)

''ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیج دیا اور اس کے ذریعے سے سب کو خبردار کر دیا کہ اللہ کی بندگی کرو اور طاغوت کی بندگی سے بچو۔''

طاغوت خدا کو چھوڑ کر ہر معبود کا نام ہے۔

آج نسل انسانی جس بدبختی سے دوچار ہے اس کی وجہ اس حقیقت کو نہ سمجھ پانا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے ہی جیسے انسانوں کو خدا بنا رکھا ہے، جو زمین میں بڑائی کرتے ہیں، انسانیت کی تذلیل کرتے ہیں اور اسے بربادی کی طرف لے جا رہے ہیں۔ انہوں نے انسانیت کو قوموں اور گروہوں میں تقسیم کر دیا ہے جو باہم دگر برسر پیکار ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کو ان کے رنگ وجنس سے قطع نظر اللہ واحد کی عبادت کی دعوت دیتا ہے۔ ان دو آیات کو پڑھیے۔ دیکھیے ان کی عبارتیں زندہ شعور پیدا کر رہی ہیں اور نفس کو خدائی پکار پر لبیک کہنے کی دعوت دے رہی ہیں بشرطیکہ ان میں کچھ بھی عقل ووجدان ہو:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۝ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً ۖ وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۝ (البقرۃ:۲۱،۲۲)

''لوگو، بندگی اختیار کرو اپنے اس رب کی جو تمہارا اور تم سے پہلے جو لوگ ہو گزرے ہیں ان سب کا خالق ہے۔ تمہارے بچنے کی توقع اسی صورت سے ہو سکتی ہے۔ وہی تو ہے، جس نے تمہارے لیے زمین کا فرش بچھایا، آسمان کی چھت بنائی، اوپر سے پانی برسایا اور اس کے ذریعے سے ہر طرح کی پیداوار نکال کر تمہارے لیے رزق بہم پہنچایا۔ پس جب تم یہ جانتے ہو تو دوسروں کو اللہ کا مدّ مقابل نہ ٹھہراؤ۔''

یعنی اللہ نے ہی آسمان وزمین کی تخلیق سے یہ روشن دلائل اور عظیم کائناتی نشانیاں فراہم کیں، جو اس کی وحدانیت کی گواہی دیتی ہیں تو تم اس کے سامنے جھکو اور عبادت میں دوسروں کو اس کا شریک نہ بناؤ۔

عبادت کے تقاضے

لیکن کیا عبادت کا مفہوم خدا کے سامنے جھکنے تک محدود ہے؟ ہرگز ایسا نہیں ہے۔ قرآن نے ذکر کیا ہے کہ خضوع الٰہی کے ساتھ اس کے دوسرے مطالبات اور پہلو بھی ہیں اور وہ شکر الٰہی، توکل علی اللہ، اخلاص اور اللہ سے دعا کرنا ہیں۔ قرآن نے وضاحت کر دی ہے کہ یہ فرائض جن کا ادا کرنا انسان کے لیے واجب ہے، اس عبادت کا جزو ہیں، جس کی خاطر انسانوں کی تخلیق ہوئی ہے۔ قرآن کی دعوت کی روشنی میں ان کا تحلیل وتجزیہ پیش کیا جاتا ہے۔

شکر الٰہی

علماء نے شکر کی تعریف ان لفظوں میں کی ہے: اللہ کی نعمت کا ظہور انسان کی زبان پر اعتراف اور ثنا کے ساتھ ہو، اس کے قلب پر اس کا ظہور محبت اور گواہی کے ساتھ ہو اور اس کے اعضا وجوارح اطاعت اور انقیاد کے ذریعے اس نعمت کا اظہار کریں۔ شکر گزار وہ کہلائے گا، جس کی زبان اپنے رب کی مدح وثنا میں تر ہو اور اس کے احسانات کی معترف ہو۔ اس کا قلب ان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نعمتوں پر خدا کی محبت سے معمور ہو اور یہ گواہی دے رہا ہو کہ یہ سب کچھ محض فضل و احسان ہے اور اس کے جوارح خود سپردگی کے ساتھ اللہ کی اطاعت میں لگے ہوں۔

شکر عبادت کے ان مظاہر میں شامل ہے جن کی طرف قرآن نے دعوت دی ہے۔ اس لیے کہ شکر انسان کو اپنے رب کا ذکر کرنے والا، عبادت گزار اور اس کا والہ و شیدا بنا دیتا ہے۔ خدا کا فرمان ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ۝ (البقرۃ:۱۷۲)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اگر تم حقیقت میں اللہ ہی کی بندگی کرنے والے ہو تو جو پاک چیزیں ہم نے تمہیں بخشی ہیں انہیں بے تکلف کھاؤ اور اللہ کا شکر ادا کرو۔''

''شکر کا کلمہ ان جامع کلمات میں سے ہے، جو ہر قسم کے خیر پر حاوی ہے اور ان تمام اعمال پر مشتمل ہے جن کے ذریعے انسان کے قلب، اس کی زبان اور اس کے اعضاء و جوارح کی اصلاح ہو سکے۔ جو شخص اللہ سے محبت نہیں کرتا اور اس کا دل یہ گواہی نہیں دیتا کہ اس کے پاس جو کچھ نعمتیں ہیں وہ محض اللہ کے فضل و احسان کا نتیجہ ہیں تو وہ شاکر نہیں ہے۔ اور جو شخص اپنی زبان سے اس کی حمد نہیں کرتا اور اس کی تعریف و توصیف کے گن نہیں گاتا بلکہ لغو کاموں میں لگا رہتا ہے اور اس کی زبان لہو و لعب میں مست رہتی اور بے کار باتوں میں لگی رہتی ہے اسے بھی شکر گزار نہیں کہا جا سکتا۔ اسی طرح اس شخص کا رویہ بھی شکر کے خلاف ہے جسے اللہ نے علم سے نوازا لیکن اس نے اس پر عمل نہیں کیا، نہ دوسروں کو اس سے روشناس کرایا۔ اسی طرح شکر سے اس شخص کا بھی ناطہ نہیں ہے، جس کو اللہ نے مال و دولت سے نوازا جس سے وہ اطاعتِ الٰہی میں مدد لے سکتا تھا اور نیکی اور خیر کے فروغ میں اسے خرچ کر سکتا تھا لیکن وہ بخل کرتا ہے یا اللہ کی نافرمانی میں اسے خرچ کرتا ہے، تو وہ بھی شکر گزار نہیں ہے''۔(۱۴)

اللہ نے بہت سی آیات میں شکر گزاری کی صفت سے متصف ہونے کی دعوت دی:

بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ۝ (الزمر:۶۶)

''لہٰذا اے نبیؐ، تم بس اللہ ہی کی بندگی کرو اور شکر گزار بندوں میں سے ہو جاؤ۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابراہیم علیہ السلام کی شکر گزاری کی روش پر ان کی تعریف کی:

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا ؕ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ ؕ اِجْتَبٰهُ وَهَدٰهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ وَاٰتَيْنٰهُ فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً ؕ وَاِنَّهٗ فِى الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ (النحل: ۱۲۰-۱۲۲)

''واقعہ یہ ہے کہ ابراہیمؑ اپنی ذات سے ایک پوری امت تھا، اللہ کا مطیع فرمان اور یکسو۔ وہ کبھی مشرک نہ تھا۔ اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے والا تھا۔ اللہ نے اس کو منتخب کر لیا اور سیدھا راستہ دکھایا۔ دنیا میں اس کو بھلائی دی اور آخرت میں وہ یقیناً صالحین میں سے ہوگا۔''

اس طرح اللہ نے شکر گزاروں سے عذاب ہٹا لینے کی صراحت کی اور اس سلسلے میں انھیں فضیلت عطا کی ہے:

مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا ۝ (النساء: ۱۴۷)

''آخر اللہ کو کیا پڑی ہے کہ تمھیں خواہ مخواہ سزا دے، اگر تم شکر گزار بندے بنے رہو اور ایمان کی روش پر چلو۔ اللہ بڑا قدر دان ہے اور سب کے حال سے واقف ہے۔''

شکر کا رویہ اختیار کرنے والوں سے وعدہ کیا کہ انھیں دنیا کی نعمتوں میں سے بیش از بیش دے گا اور اور ان کے لیے مخصوص رکھے گا۔ فرمایا:

وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِىْ لَشَدِيْدٌ ۝ (ابراہیم: ۷)

''اور یاد رکھو، تمھارے رب نے خبردار کر دیا تھا کہ اگر شکر گزار بنو گے تو میں تم کو اور زیادہ نوازوں گا اور اگر کفران نعمت کرو گے تو میری سزا بہت سخت ہے۔''

انسان پر اپنے پیدا کرنے والے کا شکر واجب ہے۔ اگر وہ شکر نہیں کرتا تو بدترین قسم کی ناقدری اور انکار کا ارتکاب کرتا ہے۔ آپ دیکھتے نہیں کہ ہم اس شخص پر لعن طعن کرتے ہیں، جو اپنے محسن کا شکریہ نہ ادا کرے۔ پھر سوچ لیجیے کہ اس شخص کا حال کیا ہوگا، جو اپنے خالق و مالک اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمام نعمتوں کے منبع کے تئیں شکر گزاری کا رویہ نہیں اختیار کرتا۔ بغیر شکر ادا کیے ہوئے ہم اس کے مقرب بندے نہیں بن سکتے۔ چنانچہ اللہ ان نعمتوں کا ذکر کرنے کے بعد جو اس نے بندوں پر نازل کی ہیں، اس بات کا حکم دیتا ہے کہ اس کا شکر ادا کرو اور اپنی جبین نیاز اسی کے آگے جھکاؤ:

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۙ وَّ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝

(النحل:۷۸)

''اللہ نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے نکالا اس حالت میں کہ تم کچھ نہ جانتے تھے۔ اس نے تمہیں کان دیے، آنکھیں دیں اور سوچنے والے دل دیے اس لیے کہ تم شکر گزار بنو۔''

وَ اٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ ۖ اَحْيَيْنٰهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ ۝ وَجَعَلْنَا فِيْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ وَّ فَجَّرْنَا فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ ۝ لِيَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ ۙ وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ ؕ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ۝ (یٰسٓ:۳۳-۳۵)

''ان لوگوں کے لیے بے جان زمین ایک نشانی ہے۔ ہم نے اس کو زندگی بخشی اور اس سے غلہ نکالا جسے یہ کھاتے ہیں۔ ہم نے اس میں کھجوروں اور انگوروں کے باغ پیدا کیے اور اس کے اندر سے چشمے پھوڑ نکالے تاکہ یہ اس کے پھل کھائیں۔ یہ سب کچھ ان کے اپنے ہاتھوں کا پیدا کیا ہوا نہیں ہے۔ پھر کیا یہ شکر ادا نہیں کرتے؟''

اَللّٰهُ الَّذِىْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِىَ الْفُلْكُ فِيْهِ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ؕ (الجاثیہ:۱۲، ۱۳)

''وہ اللہ ہی تو ہے، جس نے تمہارے لیے سمندر کو مسخر کیا تاکہ اس کے حکم سے کشتیاں اس میں چلیں اور تم اس کا فضل تلاش کرو اور شکر گزار ہو۔ اس نے زمین اور آسمانوں کی ساری ہی چیزوں کو تمہارے لیے مسخر کر دیا، سب کچھ اپنے پاس سے۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ ؕ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ○ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ○ وَ مِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ○ (القصص:۷۱-۷۳)

''ان سے کہو، کبھی تم لوگوں نے غور کیا کہ اگر اللہ قیامت تک تم پر ہمیشہ کے لیے رات طاری کر دے تو اللہ کے سوا وہ کون سا معبود ہے، جو تمہیں روشنی لا دے؟ کیا تم سنتے نہیں ہو؟ ان سے پوچھو، کبھی تم نے سوچا کہ اگر اللہ قیامت تک تم پر ہمیشہ کے لیے دن طاری کر دے تو اللہ کے سوا وہ کون سا معبود ہے، جو تمہیں رات لا دے تا کہ تم اس میں سکون حاصل کر سکو؟ کیا تم کو سوجھتا نہیں؟ یہ اسی کی رحمت ہے کہ اس نے تمہارے لیے رات اور دن بنائے تا کہ تم (رات میں) سکون حاصل کرو اور (دن کو) اپنے رب کا فضل تلاش کرو شاید کہ تم شکر گزار بنو۔''

لیکن انسان ان نعمتوں کے تئیں شکر اور قدر افزائی کی روش کم ہی اختیار کرتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ○

(یونس:۶۰)

''اللہ تو لوگوں پر مہربانی کی نظر رکھتا ہے مگر اکثر انسان ایسے ہیں جو شکر نہیں کرتے۔''

شکر کا فائدہ اللہ کو نہیں پہنچتا اس لیے کہ شکر گزاروں کے شکر سے اس کا کچھ بنتا ہے نہ ناشکروں کی ناشکری سے اس کا کچھ بگڑتا ہے۔ شکر کا فائدہ تو انسان ہی کو لوٹتا ہے۔ اس سے انسان کا قلب پاکیزہ ہو جاتا ہے، اسے اللہ کی بارگاہ میں رسائی اور تقرب حاصل ہوتا ہے اور جائز راستوں میں ان نعمتوں کو صرف کر کے وہ خدا کی خوش نودی حاصل کرتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَ مَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ۝ (لقمٰن:۱۲)

''جو کوئی شکر کرے، اُس کا شکر اس کے اپنے ہی لیے مفید ہے اور جو کفر کرے تو حقیقت میں اللہ بے نیاز اور آپ سے آپ محمود ہے۔''

کفرانِ نعمت زوال اور ہلاکت کی طرف لے جاتا ہے، اس لیے کہ پھر انسان کو اپنے اعمال کی فکر نہیں ہوتی۔ وہ بے فائدہ اپنی دولت لٹاتا ہے اور صحت و عافیت کی ساری نعمتیں بلاوجہ ضائع کرتا ہے اور اس ڈگر کو چھوڑ دیتا ہے، جو اللہ نے اس کے لیے متعین کی ہے۔ اس کے نتیجے میں وہ خدا کے غضب اور اس کی رحمت سے محرومی کا شکار ہو جاتا ہے۔

قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ قوموں کی تباہی و بربادی کفرانِ نعمت اور شکر گزاری سے غفلت کی وجہ سے عمل میں آئی:

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ۝ (النحل:۱۱۲)

''اللہ ایک بستی کی مثال دیتا ہے۔ وہ امن و اطمینان کی زندگی بسر کر رہی تھی اور ہر طرف سے اس کو بفراغت رزق پہنچ رہا تھا کہ اُس نے اللہ کی نعمتوں کا کفران شروع کر دیا۔ تب اللہ نے اس کے باشندوں کو اُن کے کرتوتوں کا مزہ چکھایا کہ بھوک اور خوف کی مصیبتیں ان پر چھا گئیں۔''

قرآن نے قومِ سبا کے قصہ کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ کہتا ہے:

لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِيْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ ۚ جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّ شِمَالٍ ۚ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ۚ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ۝ فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّاَثْلٍ وَّشَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ۝

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذٰلِکَ جَزَیْنٰھُمْ بِمَا کَفَرُوْا ط وَ ھَلْ نُجٰزِیْٓ اِلَّا الْکَفُوْرَ o

(سبا:۱۵-۱۷)

''سبا کے لیے ان کے اپنے مسکن ہی میں ایک نشانی موجود تھی، دو باغ دائیں اور بائیں۔ کھاؤ اپنے رب کا رزق اور شکر بجالاؤ اُس کا۔ ملک ہے عمدہ و پاکیزہ اور پروردگار ہے بخشش فرمانے والا مگر وہ منہ موڑ گئے۔ آخر کار ہم نے ان پر بند توڑ سیلاب بھیج دیا اور ان کے پچھلے دو باغوں کی جگہ دو اور باغ انھیں دیے جن میں کڑوے کسیلے پھل اور جھاؤ کے درخت تھے اور کچھ تھوڑی سی بیریاں۔ یہ تھا ان کے کفر کا بدلہ جو ہم نے ان کو دیا۔ اور ناشکرے انسان کے سوا ایسا بدلہ ہم کسی اور کو نہیں دیتے۔''

معلوم ہوا کہ قوموں کی فلاح اور سعادت کے لیے شکر بنیادی ستون ہے اور اس سے اعراض کا نتیجہ تباہی و بربادی کے سوا کچھ نہ ہوگا۔ کاش، قومیں اسے سمجھ لیتیں اور اس پر عمل درآمد شروع کر دیتیں تاکہ گم شدہ سعادت کو جس سے وہ غافل ہیں، حاصل کر لیتیں۔

توکل

جدید تہذیب خوش حالی اور عیش کوشی فراہم کرنے میں کامیاب ہے لیکن نفس کو سکون و طمانیت عطا کرنے میں بری طرح ناکام ہے۔ غم اور خوف مختلف صورتوں میں ہنوز موجود ہے۔ اجتماعی و اقتصادی مستقبل کے بارے میں خوف ہے، ناکامی و نامرادی کا خوف ہے، صحت اور تندرستی کے بارے میں اندیشہ ہے۔ ان سب کا نفس انسانی پر بڑا خراب ردعمل ظاہر ہو رہا ہے۔

جدید نفسیاتی طب نے ثابت کر دیا ہے کہ عام بدہضمی سے لے کر پیر کے جوڑوں کے درد تک بہت سے ایسے امراض ہیں جن کا سبب بیشتر حالات میں بدنی تھکاوٹ نہیں بلکہ عقلی حیرانی ہوتا ہے اور بہت سے لوگوں کی صحت کی خرابی کی وجہ محض مختلف قسم کے اندیشے ہوتے ہیں۔

اسلام میں خوف کا خاتمہ کرنے کے لیے نفسیاتی محرک موجود ہے اور وہ توکل علی اللہ اور معاملات کو اللہ کے سپرد کر دینا اور اس کے ساتھ ہی اللہ کی عبادت کرنا ہے، جس کی خاطر انسان کی تخلیق ہوئی ہے:

وَاِلَیْہِ یُرْجَعُ الْاَمْرُ کُلُّہٗ فَاعْبُدْہُ وَتَوَکَّلْ عَلَیْہِ ط (ھود:۱۲۳)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اور سارا معاملہ اسی کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ پس اے نبیؐ، تو اس کی بندگی کر اور اسی پر بھروسہ رکھ۔''

توکل ایمان کا ایک لازمی نتیجہ ہے۔ جس شخص کا اس بات پر ایمان ہوتا ہے کہ زندگی کے معاملات اللہ ہی کے ہاتھ میں ہیں اور نفع وضرر کی قدرت اسی کے پاس ہے، وہ ہر معاملے کو اللہ کے حوالے کر دیتا ہے، اس کی مشیت پر راضی اور مطمئن رہتا ہے، اسے مستقبل کا خوف نہیں ہوتا، آئندہ کے خطرات وحادثات اسے پریشان نہیں کرتے بلکہ خوف کی جگہ عدل الٰہی اور رحمت خداوندی پر اطمینان اور سکینت اس کے دل میں بسیرا بناتی ہے۔ اسی لیے اسلام کہتا ہے کہ ایمان کے ساتھ توکل کی کیفیت کا ہونا ضروری ہے:

وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ (المائدۃ:۲۳)

''اور اللہ ہی پر بھروسہ رکھو اگر تم مومن ہو۔''

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ○ (التغابن:۱۳)

''ایمان لانے والوں کو اللہ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہیے۔''

اسلام توکل کرنے والوں کے لیے بشارت کا علمبردار ہے اور ان کے لیے فضل الٰہی اور برکات خداوندی کا اعلان کرتا ہے۔ ان آیات میں دیکھیے کس طرح اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دلوں سے خوف نکالتا ہے اور ان کے اندر وہ روحانی طاقت پیدا کرتا ہے، جس کے ذریعے وہ اپنے خوف اور قلق پر قابو پا سکتے ہیں:

فَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۚ ○ (الشوریٰ:۳۶)

''جو کچھ بھی تم لوگوں کو دیا گیا ہے وہ محض دنیا کی چند روزہ زندگی کا سروسامان ہے اور جو کچھ اللہ کے ہاں ہے وہ بہتر بھی ہے اور پائیدار بھی۔ وہ ان لوگوں کے لیے ہے، جو ایمان لائے ہیں اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔''

قرآن میں ایک دوسری آیت میں توکل کرنے والوں کی مدد اور تائید کا سچا وعدہ کیا گیا ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ط (الطلاق:۳)

''جو اللہ پر بھروسہ کرے اس کے لیے وہ کافی ہے۔''

یعنی اسے غم و قلق سے نجات دلانے کے لیے اللہ کافی ہے۔

کچھ لوگ ایسے ہیں جو دوسروں کے مقابلے میں توکل علی اللہ کے زیادہ ضرورت مند ہیں۔ اور وہ مصلحین ہیں جو ہمیشہ کانٹوں بھری راہ پر چلتے ہیں اور اذیتوں اور تکلیفوں کی آماج گاہ بنے رہتے ہیں۔ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ باخبر کرتا ہے کہ وہ اپنا معاملہ اللہ کے حوالے کر دیں تاکہ ان کے اندر پست ہمتی نہ پیدا ہو اور انھیں اپنے نبی شعیبؑ کی پیروی کرنے کا حکم دیتا ہے، جن کا کہنا تھا:

اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ط وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ ط عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ○ (ھود:۸۸)

''میں تو بس اصلاح کرنا چاہتا ہوں جہاں تک بھی میرا بس چلے اور یہ جو کچھ میں کرنا چاہتا ہوں اس کا سارا انحصار اللہ کی توفیق پر ہے، اُسی پر میں نے بھروسہ کیا اور ہر معاملے میں اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں۔''

یہاں ایک شبہ ذہنوں میں سر ابھار سکتا ہے کہ توکل ہمت کو کمزور کر دیتا ہے اور سستی و کاہلی کا سبب بنتا ہے۔ قرآن نے اس شبہ سے بحث کی ہے اور مندرجہ ذیل آیت میں اسے پوری طرح مٹا دیا ہے:

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ج فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ط

(آل عمران:۱۵۹)

''دین کے کام میں ان سے مشورہ لو۔ پھر جب تمہارا عزم کسی رائے پر مستحکم ہو جائے تو اللہ پر بھروسہ کرو۔''

یہ آیت بتاتی ہے کہ سب سے پہلے جس راہ پر چلنا ہے اس کے سلسلے میں اہل الرائے سے مشورہ لیا جائے پھر مشورہ کے بعد جو لائحۂ عمل طے کیا جائے اس پر چلنے کا عزم مصمم کیا جائے اور اس کے بعد کامیابی کے حصول کے لیے اللہ پر بھروسہ کیا جائے۔

توکل خوف و قلق پر غلبہ پانے کا ایک روحانی توشہ ہے۔ یہ عقیدہ نازک ترین اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خطرناک حالات میں مومن کے اندر جرأت و بے باکی پیدا کرتا ہے اور اسے وہ سکینت عطا کرتا ہے، جس سے اس سرزمین کے بیشتر باشندے محروم ہیں۔

اخلاص

اخلاص یہ ہے کہ انسان ایسے پاکیزہ اعمال انجام دے جن میں ادنیٰ ریا بھی شامل نہ ہو اور عبادات اور دوسرے تمام معاملات میں محض فرض کی ادائیگی اور ذمے داری کی تکمیل پیش نظر نہ ہو۔ اور اس سے مقصد صرف اللہ کی رضا اور اس کی خوشنودی کا حصول ہو۔

اخلاص ان روحانی صفات میں داخل ہے، جو انسان کو اخلاقیات انسانی کے بلند ترین مقام پر فائز کر دیتی ہیں۔ نفسانی خواہشات، ریا و نمود اور نجی مفادات ہی اسلام کے حملوں کا ہدف ہیں اور ان کی جگہ وہ اخلاص وللّٰہیت کو قائم کرنا چاہتا ہے۔ اسلام نے اس پر خاص توجہ دی اور اسے عبادت میں شامل کیا:

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ (البینہ:۵)

''اور اُن کو اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا کہ اللہ کی بندگی کریں، اپنے دین کو اس کے لیے خالص کر کے۔''

ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ۝ (الزمر:۲)

''پس تم اللہ ہی کی بندگی کرو دین کو اسی کے لیے خالص کرتے ہوئے۔''

حدیث پاک میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ قیامت کے دن تین قسم کے آدمیوں سے پہلے سوال کیا جائے گا۔ ایک آدمی وہ ہوگا جسے اللہ نے علم دیا تھا۔ اس سے اللہ پوچھے گا: جو علم میں نے تجھے دیا تھا اسے تم نے کیا کیا؟ وہ کہے گا: یارب، میں اسے رات و دن کے حصوں میں استعمال کرتا تھا۔ اللہ کہے گا: تو نے جھوٹ کہا اور فرشتے کہیں گے کہ تو نے جھوٹ کہا، تیرا مقصد تو یہ تھا کہ تو عالم کہا جائے۔ تو تجھے کہا جا چکا۔ دوسرا آدمی وہ ہوگا جسے اللہ نے مال و دولت سے نوازا تھا۔ اس سے اللہ پوچھے گا: میں نے تجھ پر احسان کیا تھا، تو نے اسے کہاں خرچ کیا؟

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ کہے گا: یارب، میں اسے شب و روز صدقہ کرتا تھا۔ اللہ کہے گا: تو جھوٹا ہے۔ فرشتے کہیں گے: تو جھوٹا ہے بلکہ تیرا مقصد یہ تھا کہ سخی کہلوائے، تو تجھے سخی کہا جا چکا۔ تیسرا آدمی وہ ہوگا، جس نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا ہوگا اور شہادت سے سرفراز ہوا ہوگا۔ اللہ اس سے کہے گا کہ تو نے جہاد اس لیے کیا تا کہ تجھے مرد دلیر کہا جائے تو تجھے دنیا میں کہا جا چکا۔ پھر آپؐ نے ابو ہریرہؓ سے فرمایا: یہ پہلا گروہ ہوگا جو روز قیامت جہنم کی آگ کا ایندھن بنے گا۔(۱۵)

چونکہ مخلصانہ اعمال کے لیے نیت اور عزم ناگزیر ہے، اس لیے ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام نیت پر بھی توجہ دیتا ہے اور اسے انسان کے تمام اعمال کا محور قرار دیتا ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

إنما الأعمال بالنيّات وإنما لكلّ امرئ ما نوىٰ فمن كانت هجرته إلى الله ورسوله فهجرتهٗ إلى الله ورسوله ومن كانت هجرته لدنيا يصيبها أو امرأة يتزوجها فهجرته إلى ما هاجر إليه۔(۱۶)

''اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے۔ ہر آدمی کو وہی کچھ ملے گا، جس کی اس نے نیت کی ہے۔ جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہوگی اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کے لیے سمجھی جائے گی اور جس نے دنیا کمانے یا عورت سے شادی کرنے کے لیے وطن چھوڑا ہوگا تو اس کی ہجرت وہی سمجھی جائے گی، جس کی خاطر اس نے ترکِ وطن کیا ہے۔''

پاکیزہ نیت اخلاقی تربیت کا ایک اہم عنصر ہے، جس سے انسان مجموعۂ بشریت کا ایک ممتاز جزو بن جاتا ہے اور اسے اسلام نے اللہ کے نزدیک مقبولیت کی بنیاد قرار دیا ہے اور اُس کا یہ اعلان جرمن کے اخلاقی فلسفی اَمانویل کانٹ کے اِس اعلان سے بہت پہلے ہو چکا تھا: حسن نیت ہی پر اخلاق کا کلّی دار و مدار ہے۔

اسلام میں خیر کا تصور ہی نہیں ہے جب تک وہ خلوص وللّٰہیت کے پاکیزہ جذبہ اور نیت سے نہ انجام دیا جائے اور پاکیزہ عنصر وہی ہے، جس نے احکام الٰہی سے روشنی حاصل کی ہو۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلاشبہ شخصیات اور اعمال کی قدر و قیمت متعین کرنے میں یہ ایک عظیم نکتۂ نظر اور مسلک ہے، جو تمام ڈھانچوں کو درست رکھتا ہے اور معاشرہ کو کمال کے بلند مرتبہ تک پہنچا دیتا ہے۔ کیوں کہ وہ تمام اقوال و اعمال کو ایک مقصد سے جوڑ دیتا ہے اور اعلیٰ ترین مقصد صرف اللہ ٹھہرتا ہے۔ وہ محض اللہ کی خاطر دوستی و دشمنی، نفرت و محبت کرتا ہے اور اسی کی رضا کے لیے کوئی کام کرتا ہے یا اسے نظر انداز کر دیتا ہے۔ اور اللہ کا معاملہ یہ ہے کہ وہ ان ہی کاموں کے کرنے کا حکم دیتا ہے، جو کسی شخص کے لیے اور پوری انسانیت کے لیے نافع اور مفید ہوتے ہیں۔

دعا

دعا عبادت کا لازمہ ہے۔ اس لیے کہ یہی وہ وسیلہ ہے، جو انسان اور اس کے خالق کے درمیان ربط قائم کرتا ہے۔

دعا انسان کی فطرت میں داخل ہے کیونکہ سختیوں اور مصیبتوں میں دل کی گہرائیوں سے وہ اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے اور مصیبت ٹالنے کی اس سے دعا کرتا ہے۔ زندگی کے واقعات کے سامنے وہ لاچار اور مجبور ہے۔ دعا کے علاوہ اپنی کمزوری کو سہارا دینے کا اس کے پاس کوئی چارہ نہیں ہے، اسی لیے قرآن نے دعا پر ابھارا اور انسانوں کو آمادہ کیا ہے۔ ایک مقام پر کہتا ہے:

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِيٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ۝ (المؤمن:۶۰)

''تمہارا رب کہتا ہے: مجھے پکارو، میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا۔ جو لوگ گھمنڈ میں آ کر میری عبادت سے منہ موڑتے ہیں، ضرور وہ ذلیل و خوار ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ دعا کو عبادت کہہ رہا ہے، جس سے اعراض کرنے والا غضب خداوندی کا مستحق ہو جاتا ہے۔

دعا نفسی علاج ہے

دعا بہت سے نفسی امراض کا علاج ہے۔ انسان اپنے مسائل کے حل کے لیے اس بات

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا محتاج ہے کہ اپنے دل کی باتیں کسی ایسے گہرے دوست سے کہہ دے، جو اس کے غم وحزن کو کچھ ہلکا کر سکے۔ نفسیاتی ڈاکٹروں کا اس پر اتفاق ہے کہ اعصابی تناؤ اور نفسی بیماریوں کے علاج کا انحصار بڑی حد تک اس بات پر ہے کہ غم اور تکلیف کے اسباب کسی مخلص دوست کے سامنے بیان کر دیئے جائیں، اس لیے کہ انھیں چھپانے سے مرض میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔

غم زدہ انسان جب اپنے رب تک اپنی پریشانی پہنچاتا ہے اور اپنی مرادیں اس کے سامنے پیش کرتا ہے تو اسے طمانیت اور روحانی مسرت کا احساس ہوتا ہے اور تنگی اور غم سے وہ نجات پا جاتا ہے اور یہ صورت حال اسی وقت بنتی ہے جب آدمی کو اس بات پر کامل یقین ہو کہ اللہ اس کی رگ جاں سے زیادہ قریب ہے اور اس کی پکار سن رہا ہے، جیسا کہ قرآن نے ہمیں باخبر کیا ہے:

وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ؕ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ ۝

(البقرۃ:۱۸۶)

''اور اے نبیؐ، میرے بندے اگر تم سے میرے متعلق پوچھیں تو انہیں بتا دو کہ میں اُن سے قریب ہی ہوں۔ پکارنے والا جب مجھے پکارتا ہے، میں اس کی پکار سنتا اور جواب دیتا ہوں۔ لہٰذا انہیں چاہیے کہ میری دعوت پر لبیک کہیں اور مجھ پر ایمان لائیں (یہ بات تم انہیں سنا دو) شاید کہ وہ راہ راست پا لیں۔''

اس آیت کا شان نزول یہ بتایا جاتا ہے کہ ایک اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا: کیا ہمارا رب قریب ہے کہ ہم اس سے سرگوشی کر لیں یا وہ دور ہے کہ اسے پکارنے کی ضرورت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سوال سن کر خاموش رہے اور اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔

خوش حالی و بدحالی میں دعا کرنا

دعا، جو اسلام کو مطلوب ہے، خوش حالی میں بھی ہونی چاہیے جیسا کہ بدحالی میں کی جاتی ہے۔ اس لیے کہ یہ دعا اس بات کی دعوت دیتی ہے کہ ہمیشہ انسان کو اپنے رب کو یاد کرنا چاہیے،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے احکام پر ہمیشہ لبیک کہنا چاہیے اور ہمہ وقت اس کے سامنے سرِ عبودیت کو خم رکھنا چاہیے۔ انسان شدت اور مصیبت کے موقعے پر طبعی طور پر اپنے رب کا سہارا ڈھونڈھتا ہے لیکن جیسے ہی مصیبت ٹل جاتی ہے اللہ کو بھول جاتا ہے۔ اپنی قوت کے فریب میں آ جاتا ہے اور احکام الٰہی سے اعراض اور فساد فی الارض تک معاملہ جا پہنچتا ہے۔ اللہ نے ان حالات کو جو عام طور پر انسانوں کو پیش آتے ہیں، اس لیے بیان کیا ہے تاکہ مسلمان انکار و کفران میں پڑنے سے بچیں:

وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ ○ (حٰمٓ السجدۃ:۵۱)

''انسان کو جب ہم نعمت دیتے ہیں تو وہ منہ پھیرتا ہے اور اکڑ جاتا ہے اور جب اسے کوئی آفت چھو جاتی ہے تو لمبی چوڑی دعائیں کرنے لگتا ہے۔''

وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖٓ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآئِمًا ۚ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَآ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ ۭ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ (یونس:۱۲)

''انسان کا حال یہ ہے کہ جب اس پر کوئی سخت وقت آتا ہے تو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے ہم کو پکارتا ہے، مگر جب ہم اس کی مصیبت ٹال دیتے ہیں تو ایسا چل نکلتا ہے کہ گویا اس نے کبھی اپنے کسی بُرے وقت پر ہم کو پکارا ہی نہ تھا۔ اس طرح حد سے گزر جانے والوں کے لیے ان کے کرتوت خوش نما بنا دیے گئے ہیں۔''

جو لوگ کسی خطرے میں گھر جاتے ہیں پھر اللہ انھیں اپنے فضل سے نکال لاتا ہے، ان پر احسان جتاتے ہوئے وہ کہتا ہے:

هُوَ الَّذِيْ يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ حَتّٰٓى اِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ ۚ وَ جَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيْحٍ طَيِّبَةٍ وَّ فَرِحُوْا بِهَا جَآءَتْهَا رِيْحٌ عَاصِفٌ وَّجَآءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اُحِيْطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ لَئِنْ اَنْجَيْتَنَا مِنْ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَo فَلَمَّآ اَنْجٰهُمْ اِذَا هُمْ يَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۗ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ ۙ

(یونس:۲۲،۲۳)

''وہ اللہ ہی ہے جو تم کو خشکی اور تری میں چلاتا ہے۔ چنانچہ جب تم کشتیوں پر سوار ہو کر بادِ موافق پر فرحاں وشاداں سفر کر رہے ہوتے ہو اور پھر یکا یک بادِ مخالف کا زور ہوتا ہے اور ہر طرف سے موجوں کے تھپیڑے لگتے ہیں اور مسافر سمجھ لیتے ہیں کہ طوفان میں گھر گئے، اُس وقت سب اپنے دین کو اللہ ہی کے لیے خالص کر کے اس سے دعائیں مانگتے ہیں کہ ''اگر تو نے ہم کو اس بلا سے نجات دے دی تو ہم شکر گزار بندے بنیں گے''۔ مگر جب وہ ان کو بچا لیتا ہے تو پھر وہی لوگ حق سے منحرف ہو کر زمین میں بغاوت کرنے لگتے ہیں۔ لوگو تمہاری یہ بغاوت تمہارے ہی خلاف پڑ رہی ہے۔''

انسان کے شایاں نہیں ہے کہ وہ اللہ کی نافرمانی کرے جب کہ ہلاکت سے اُس نے بچایا ہے بلکہ مناسب روش یہ ہے کہ جس خطرہ میں وہ مبتلا ہوا تھا وہ اس کے لیے اطاعتِ الٰہی کا پیش خیمہ ہو اور اس کے طے کردہ راستے پر چلنے کا محرک بن جائے۔

روحانی بلندی کے لیے دعا کرنا

اسلام نے روحانی بلندی کے حصول، جسم کی مضر شہوات سے اجتناب اور کمال کے درجوں کی رسائی کے لیے بھی دعا کا راستہ بتایا ہے، جس طرح وہ فضل الٰہی کے حصول، معاملات کی آسانی اور مصیبتوں کے خاتمہ کے لیے دعا سکھاتا ہے۔ اسی لیے اللہ نے انبیاء اور صالحین کی زبان سے دعا کرنے کا طریقہ مسلمانوں کو سکھایا ہے۔ یہاں چند انبیاء کی دعائیں نقل کی جاتی ہیں:

رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ ۖ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِo

(ابراہیم:۴۰)

''اے پروردگار، مجھے نماز قائم کرنے والا بنا اور میری اولاد سے بھی (ایسے لوگ اٹھا جو یہ کام کریں)۔ پروردگار، میری دعا قبول کر۔''

رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰهُ وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ ۚ

(الاحقاف:۱۵)

''میرے رب، مجھے توفیق دے کہ میں تیری ان نعمتوں کا شکر ادا کروں، جو تو نے مجھے اور میرے والدین کو عطا فرمائیں اور ایسا نیک عمل کروں، جس سے تو راضی ہو اور میری اولاد کو بھی نیک بنا کر مجھے سکھ دے۔''

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَیْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ○ (آل عمران:۸)

''پروردگار! جب تو ہمیں سیدھے راستے پر لگا چکا ہے تو پھر کہیں ہمارے دلوں کو کجی میں مبتلا نہ کر دیجیو۔ ہمیں اپنے خزانۂ فیض سے رحمت عطا کر کہ تو ہی فیاضِ حقیقی ہے۔''

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِیْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَیْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ۟ وَاغْفِرْ لَنَا ۟ وَارْحَمْنَا ۟ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ○ (البقرۃ:۲۸۶)

''اے ہمارے رب، ہم سے بھول چوک میں جو قصور ہو جائیں، ان پر گرفت نہ کر۔ مالک! ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جو تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالے تھے۔ پروردگار! جس بار کو اٹھانے کی طاقت ہم میں نہیں ہے وہ ہم پر نہ رکھ۔ ہمارے ساتھ نرمی کر، ہم سے درگزر فرما، ہم پر رحم کر، تو ہمارا مولیٰ ہے، کافروں کے مقابلے میں ہماری مدد کر۔''

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ۖ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ○ (الاعراف:۲۳)

''اے رب ہم نے اپنے اوپر ستم کیا۔ اب اگر تو نے ہم سے درگزر نہ فرمایا اور رحم نہ کیا تو یقیناً ہم تباہ ہو جائیں گے۔''

رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِیْ فِی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ○ (المؤمنون:۹۴)

''اے میرے رب، مجھے ظالم لوگوں میں شامل نہ کیجیو۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ (یونس:۸۵)

''اے ہمارے رب، ہمیں ظالم لوگوں کے لیے فتنہ نہ بنا۔''

رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ۝

(الکہف:۱۰)

''اے پروردگار، ہم کو اپنی رحمت خاص سے نواز اور ہمارا معاملہ درست کر دے۔''

رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ۝ وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ ۝ (طٰہٰ:۲۵،۲۶)

''پروردگار میرا سینہ کھول دے اور میرے کام کو میرے لیے آسان کر دے۔''

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً (البقرۃ:۲۰۱)

''اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی۔''

ان دعاؤں سے آپ کے سامنے ان کا آسمانی منبع آ گیا ہے۔ اللہ نے انھیں اس لیے بیان کیا ہے تاکہ ہم سخت حالات میں اور روحانی ترقی کے لیے انھیں پڑھیں اور ان کے ذریعے اپنے رب سے بلندیٔ درجات طلب کریں۔

دعا کی فضیلت

دعا کی فضیلت پر دلائل کا انبار موجود ہے۔ اس کی تائید کے لیے ہم ریڈرز ڈائجسٹ کا ایک اقتباس ''کیا تم نماز اور دعا پر ایمان نہیں رکھتے؟'' کے عنوان سے نقل کرتے ہیں:

''کوئی ماہر نفسیات جنگ کی برکتوں اور ''معجزات'' پر جن پر خاصا لکھا گیا ہے، گفتگو کر رہا تھا۔ چنانچہ اس نے مندرجہ ذیل طریقے سے معاملہ کی صورت کشی کی۔ اس نے کہا: ہم خدا کی رحمت کو بجلی کے پاور ہاؤس سے تشبیہ دے سکتے ہیں اور اس ہاؤس سے قوت اخذ کر سکتے ہیں جب کہ دعا کے ذریعے ہم نے اللہ سے رشتہ جوڑ لیا ہو۔ اسی طرح ہم یہ بھی ثابت کر سکتے ہیں کہ ہماری زندگی پر خدا کا کوئی اثر نہیں ہے جب کہ دعا کے ذریعے اس سے رشتہ قائم کرنے سے ہم نے انکار کر دیا ہو اور ہم بالکل آزاد ہوں''۔

دعا کی فضیلت اور اس کی قوت پر آج دلائل کا ہجوم ہے، جن میں کسی پہلو سے کوئی نقص

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہے۔ یہ تحیر انگیز نہیں ہے کہ انسان ضرورت یا شدّت کے موقعے پر ایک خارجی طاقت کی طرف متوجہ ہوتا ہے البتہ قابلِ حیرت یہ ہے کہ ہم اسے متحیّر دیکھتے ہیں۔ فوجی، بحری سپاہی اور ہوائی قوت کے کارکنان جو کچھ کرتے ہیں وہ اسی طرح کا عمل ہے، جس طرح لنکولن نے کسی سخت و شدید خانہ جنگی کے موقعے پر کہا تھا'' بغیر اللہ کی مدد کے جو میرے ساتھ ہے میں کامیاب نہیں ہوسکتا تھا اور اس مدد کے ہوتے ہوئے یہ ناممکن ہے کہ میں شکست کھاؤں''۔ زمین پر کوئی مخلوق ایسی نہیں پائی جاتی، جو روحانی شوق سے خالی ہو یا اس بات کا مبہم باطنی شعور نہ پایا جاتا ہو کہ یہاں ایک ایسی قوت ہے، جس کی طرف وہ فطری طور پر لپکتا ہے۔

میجر الن لند برج - نیوجرسی میں ویسٹ فیلڈ کا باشندہ - ایک جہاز کا پائلٹ تھا۔ حادثۂ ناگہانی کی وجہ سے اسے آسٹریلیا کے راستے میں ایک بار سمندر میں کودنا پڑا۔ اس کے اور اس کے نو ساتھیوں کے بارے میں یہ خبر مشہور ہوگئی کہ سب غائب ہو چکے ہیں۔

اس واقعہ کی تفصیل میجر لند برج بیان کرتے ہوئے کہتا ہے:'' ہم ربر ٹیوب کے سہارے جہاز سے کود کر سمندر سے نکلنے میں کامیاب ہو چکے تھے لیکن ہم کسی کام کے لائق نہ تھے نہ ہمارے پاس روٹی کا کوئی ٹکڑا اور پانی کا کوئی قطرہ تھا۔ سارے ساتھی حیران و پریشان تھے البتہ ماہر توپ شاویش البرٹ ہرناندز مطلق پریشان نہ تھا۔ وہ فوراً دعا اور گریہ وزاری میں مصروف ہوگیا اور جلد ہی اس نے ہمیں بشارت سنائی کہ اللہ نے ہماری فریاد سن لی ہے اور وہ عنقریب ہماری مدد کرے گا''۔

وہ سخت دھوپ میں اِدھر اُدھر بھٹکتے رہے۔ ان کے ہونٹ پھٹ چکے تھے اور ان کی زبانیں گنگ ہو چکی تھیں اور ہرناندز کی تہلیل و تسبیح میں ساتھ دینے سے عاجز تھے لیکن اس کے باوجود دعا میں مصروف تھے۔ آخر کار تین دنوں کے بعد رات آنے سے پہلے انھیں ایک چھوٹے سے جزیرہ کے نقوش نظر آئے اور جلد ہی انھوں نے جو کچھ دیکھا وہ ان کے حاشیۂ خیال میں بھی نہ تھا۔ ان کی جانب تین چھوٹی چھوٹی کشتیاں آگے بڑھیں جن میں ننگے بدن کے افراد موجود تھے۔ معلوم ہوا کہ ان کے نجات دہندہ آسٹریلیا کے اصلی باشندے ہیں، جو سیاہ فام، ژولیدہ سر ماہر شکاری ہوتے ہیں وہ ملک کے اندر سے سینکڑوں میل کی مسافت طے کر کے آئے تھے۔ انہوں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے لند برج سے کہا کہ وہ گزشتہ کل شکار لے کر اپنے پڑاؤ کی طرف واپس ہونے کا ارادہ کر رہے تھے لیکن اچانک سمت بدل دینے کے ایک عجیب محرک کا انھیں احساس ہوا چنانچہ انھوں نے اپنی کشتیوں کا رخ اس بے قیمت، ویران و برباد ساحل کی طرف موڑ دیا اور یہاں لند برج اور اس کے ساتھی تائید غیبی کے منتظر دکھائی دیئے(۱۷)

www.KitaboSunnat.com

یہ ہے اس دعا کی حقیقت جو دکھاتی ہے، خوف اور ہیبت کا خاتمہ کرتی ہے اور سکون و طمانیت سے انسان کو ہمکنار کرتی ہے۔ کیول نے کتنی سچی بات کہی ہے: ''نماز اور دعا ہماری طاقت اور کمال کے مضبوط ترین چشمے ہیں لیکن آج ان کی طاقت و صلاحیت کو نظر انداز کر دیا گیا ہے''۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حواشی

(۱) رواہ البخاری ومسلم

(۲) مذکور کتاب ص: ۱۲۴

(۳) ہم نے اس فصل کی ترتیب میں علامہ محمد محمد المدنی کی ایک بحث ''الحب بین العباد والرب'' سے استفادہ کیا ہے جو مجلّہ الازہر کی جلد نہم کے ص ۴۰۷ سے ماخوذ ہے

(۴) رواہ البخاری

(۵) ڈاکٹر زکی مبارک، التصوف الاسلامی، ج دوم، طبع اوّل ص ۱۶۱

(۶) رواہ مسلم

(۷) التصوف الاسلامی، حوالہ بالا، ص ۱۵۳

(۸) رواہ احمد والترمذی

(۹) سگمنڈ فرائڈ (Sigmund Freud)(۱۸۵۶-۱۹۳۹) نظریۂ نفسی تجزیہ (Phychoanalysis) کا بانی آسٹریلیائی مفکر جس نے علم نفسیات اور نفسی طبی علوم پر زبردست اثرات مرتب کئے۔ ۱۸۷۳ میں یونیورسٹی آف ویانا میں طب جدید کے ایک طالب علم کی حیثیت سے داخل ہوا اور ۱۸۸۲ میں ویانا کے جنرل ہاسپٹل میں ملازمت شروع کر دی۔ ۱۸۸۵ میں ماہر نیورولوجسٹ Jean-Martin Charcot کے ساتھ پیرس میں اسے کام کرنے کا موقع ملا اور یہیں سے اس کی ناموری کا باب کھل گیا۔ ہسٹیریا کے مریضوں کے علاج کے دوران اس نے یہ دریافت کیا کہ دماغی عدم توازن کے اسباب نفسیاتی محرکات وعوامل میں تلاش کرنا زیادہ موثر علاج ہے۔ ویانا واپس آکر اس نے ماہر فزیشین Joseph Preuer کے ساتھ مل کر ۱۸۹۵ میں Studies in Hysteria شائع کی۔ پھر پیہم تجربات کے بعد ۱۸۹۹ میں اس کی معرکہ آرا تصنیف The Interpretation of Dreams وجود میں آئی۔ اور ۱۹۰۵ میں اس کی جو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتاب شائع ہوئی اس پر بڑی رد و کد ہوئی یعنی Three Essays on Sexuality جس میں مصنف نے جنسیات پر اپنی تحقیقات پیش کیں اور عالم فکر میں ہنگامہ برپا کر دیا۔ نفسی تجزیہ کے فرائڈ نظریہ نے بشریات، ثقافت وتمدن اور مذہب کے مروجہ افکار وعقائد پر بھی ضرب لگائی۔ (مترجم)

(۱۰) عبدالرزاق نوفل، الاسلام والعلم الحدیث، ص ۱۴۲

(۱۱) ابو طالب محمد بن علی الحارثی المکّی (متوفی بغداد ۳۸۶ھ/ ۹۹۶ء) ایک عرب محدث اور صوفی جو بصرہ کے سلسلہ سالیہ کے شیخ تھے۔ ان کی سب سے مشہور تصنیف قوتُ القلوب فی معاملة المحبوب ووصف طریق المرید إلی مقام التوحید ہے۔ اس کتاب میں ۴۷ فصلیں ہیں۔ (مترجم)

(۱۲) ابو طالب المکّی، قوت القلوب، ج ۲، ص ۶۹

(۱۳) ایمانویل کانٹ (Immanuel Kant) (۱۷۲۴-۱۸۰۴) جرمن ماہر مابعد الطبعیات اور فلسفی جس نے علم اخلاقیات اور جمالیات پر اپنے منظم اور جامع نظریات کے ذریعے فکری دنیا کو بہت متاثر کیا اور فلسفہ کی دنیا میں Idealism اور Kantianism کے مختلف مکاتب فکر کے وجود میں آنے کا سبب بنا۔ ۱۷۴۰ میں دینیات کے ایک طالب علم کی حیثیت سے یونیورسٹی میں داخل ہوا مگر سر اسحٰق نیوٹن کے نظریات نے اسے زیادہ متاثر کیا۔ ۵۵-۱۷۴۶ء کی مدت میں وہ فیملی ٹیوٹر کی حیثیت سے معاشی تگ ودو میں لگا رہا تا آنکہ اس نے یونیورسٹی کی ڈگری حاصل کر لی۔ اگلے پندرہ برسوں میں اس نے لیکچرار کی حیثیت سے ملازمت کی اور اپنے موضوعات پر تحقیق میں لگا رہا۔ ۱۷۶۰ء کی دہائی میں اس نے G. W. Leibniz مشہور جرمن فلسفی کی بنیادوں پر ضرب لگائی۔ ۱۷۷۰ء میں اس کا تقرر منطق ومابعد الطبعیات کی چیئر پر ہوا اور اس نے اپنے تخلیقی سفر کا آغاز کر دیا۔ چنانچہ ۱۷۸۱ء میں اس کی کتاب Critique of Pure Reason معرض وجود میں آئی۔ ۱۷۸۸ء میں Critique of Practical Reason شائع ہوئی۔ اور ۱۷۹۰ء میں Critique of Judgement طبع ہوئی۔ (مترجم)

(۱۴) محمد مصطفیٰ المراغی، مجلۃ الازہر، ج ۱۳، ص ۵۳ سے بعض قرآنی آیات کی تفسیر سے استفادہ

(۱۵) رواہ اھل السنن

(۱۶) رواہ البخاری ومسلم

(۱۷) مجلّہ المختار اکتوبر ۱۹۴۴ء کے مقالہ ألا تؤمن بالصلوٰة والدُّعاء؟ ''کیا تم نماز اور دعا پر یقین نہیں رکھتے؟'' سے منقول۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نوٹ

فاضل مصنف طبّارہ نے اس فصل میں علم طبِّ نفسی (Psychiatry) سے بار بار استدلال کیا ہے۔ یہ دراصل علم طب جدید کی ایک متخصصانہ شاخ ہے، جس میں بطور خاص دماغی عدم توازن، نفسی اختلال اور اندرونی اضطراب کے محرکات وعوامل، علاج اور احتیاطی تدابیر سے بحث کی جاتی ہے۔ سائیکاٹری اصلاً یونانی الفاظ کا مرکب ہے، جس کا مطلب ہے ''دماغ کا اندمال''۔ دماغی اختلال کے لیے نفسی طریقہ کار پر زور سب سے پہلے فرانس کے Philippe Pinel اور انگلینڈ کے J. Connolly نے دیا۔ انیسویں صدی میں اس علم کے اسرار ورموز دریافت ہوئے۔ روحانی طریقۂ علاج سے Psycho therapy کے ڈانڈے ملے۔ فرائڈ اور اس کے متبعین اس میدان میں مدتوں قدم جمائے رہے تا آنکہ بیسویں صدی کے نصف میں انسانیت نواز نفسیات Humanistic Psychology کا وجود ہوا اور اس علم کی دنیا میں انقلاب آ گیا۔ (مترجم)

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصل: ۴

تصور اخلاق اور اس کی جامعیت

اخلاق کا مقصد

علم اخلاق (۱) خیر و شر کے مفہوم سے بحث کرتا ہے اور ان اصولوں کی وضاحت کرتا ہے جن کی بنیاد پر انسانوں کا ایک دوسرے سے معاملہ ہونا چاہیے۔ نیز اس مقصد و منزل کی تشریح بھی کرتا ہے، جو اپنے اعمال اور سرگرمیوں میں انسانوں کے سامنے ہونا چاہیے اور مطلوبہ عمل کے لیے راہیں بھی روشن کرتا ہے۔

بلاشبہ اخلاق قوموں کے تشخص کی حفاظت کے لیے ستون اولین ہے۔ اس لیے ہم دیکھتے ہیں کہ محققین اور فلسفیوں کا فرد اور معاشرے کی اصلاح کے لیے اخلاق کے وجوب پر اتفاق ہے۔ کیوں کہ جس طرح جھوٹ، ریاکاری، حسد، نفرت، چال بازی اور عیاری فرد کے اعمال کے لیے باعثِ فساد اور نقصان دہ ہیں اسی طرح ان بُری صفات کے پھیلنے سے معاشرے اور سوسائٹیاں بھی فساد کا شکار ہو جاتی ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ انسانی جماعتوں کی بیداری کے لیے کام کرنے والے فلسفی اور قانون داں اپنی اولین توجہ اس امر پر صرف کرتے ہیں کہ اخلاق فاضلہ کی دعوت دی جائے۔ اس لیے کہ کسی صحیح معاشرے کی تعمیر میں اولین ستون یہی اخلاق ہے۔ شاتوبریان نے جب یہ بات کہی تھی کہ ''اخلاق ہر معاشرہ کی بنیاد ہے'' تو اس نے مبالغہ سے کام نہ لیا تھا۔

تمام انبیاء کی رسالتیں اخلاق فاضلہ پر زور دیتی رہی ہیں۔ قرآن نے ان اخلاقیات کی پابندی پر سب سے زیادہ زور دیا ہے کیوں کہ ان ہی کے ذریعے اخروی نعمت کی کامیابی حاصل ہوتی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام پر حملہ

تعجب یہ ہے کہ بعض دشمنان دین نے اسلام پر حملہ کرنا چاہا تو انہوں نے حقائق کا چہرہ مسخ کر دیا، جیسا کہ ''دین حقیقی کی تلاش'' نامی کتاب میں موجود ہے۔ اس میں تعلیم دین پر لیکچرز اکٹھا کر دیئے گئے ہیں جنھیں منسیور کولی نے ترتیب دیا ہے۔ اس میں اسلام کی بدترین صفات گنائی گئی ہیں اور اسے اخلاق سے خالی گردانا گیا ہے۔

اس الزام کی بے وقعتی اور ہلکا پن واضح ہے۔ کیوں کہ قرآن میں اخلاق کے مقام سے واقفیت کے بعد آپ اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ اخلاق کے سلسلے میں اس کی ہر آیت اس افترا پردازی کے خلاف دلیل قاطع ہے۔

لیکن قرآن کے اخلاقی اصولوں کو پیش کرنے سے پہلے ہم ان ظالمین حق کے سامنے فرانسیسی مصنف ڈاکٹر گستاؤ لیبان کی شہادت پیش کرنا چاہتے ہیں، جو اس نے اپنی کتاب ''تہذیب عرب'' میں دی ہے۔ وہ کہتا ہے: ''قرآن کے اخلاقی اصول دوسرے مذاہب کی کتابوں کے اصولوں سے کہیں بلند اور ماوراء ہیں''(۲)

قرآن کے اخلاقی اصولوں کے سلسلے میں ڈاکٹر لیبان کی شہادت علمی قدر و قیمت رکھتی ہے۔ کیوں کہ اس میں کسی اصول سے محبت کارفرما ہے نہ کسی دوسرے نظریہ سے دشمنی، بلکہ یہ محض حق کی گواہی اور اس علمی پیغام کی تبلیغ ہے، جس کا وہ خادم ہے۔ قرآن کے اخلاقی اصولوں سے پوری واقفیت کے بعد ہی اس کا قول سامنے آیا ہے اور اس نے قرآن کے اخلاق سے انسانوں کو باخبر کیا ہے۔ یہ کوئی مخفی چیز نہیں ہے کہ ڈاکٹر موصوف نے مختلف مذاہب کا مطالعہ کیا ہے اور علم عمرانیات پر وہ سند کی حیثیت رکھتا ہے، اس لیے اس کی گواہی اس میدان میں وزن رکھتی ہے۔

ہم یہاں قارئین کے سامنے قرآن کے اخلاقی اصول پیش کرتے ہیں۔ سب سے پہلے ان فضائل کو پیش کریں گے جن پر قرآن نے ابھارا ہے۔ پھر ان رذائل سے تعرض کریں گے جن سے اس نے روک دیا ہے۔ مقصد محض ہر قسم کے جذبات سے مجرد ہو کر حقیقت کی خدمت ہے اور پوری نوع انسانی کی ان صالح تعلیمات کی طرف رہنمائی ہے، جو انھیں ان کی زندگی میں سعادت سے ہم کنار کریں گی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن نے جن فضائل کا حکم دیا ہے وہی صحیح انسانی فضائل ہیں جن کی دعوت وتبلیغ پر تمام فلسفیوں اور داعیان اصلاح کا اتفاق ہے۔ جن پر اگر انسانوں کا عمل ہو جائے تو اپنی مضطرب دنیا کو وہ سب سے بڑی بھلائی سے نواز سکیں۔ اور جن رذائل سے اس نے روکا ہے وہی انسانوں کے درمیان عداوت اور جھگڑوں کا سبب ہیں۔ اور یہ وہ برائیاں ہیں جن کی ضرر رسانی میں کسی ایسے مخلص کو شبہ نہیں ہو سکتا، جو انسانیت کا مفاد چاہتا ہو۔

استقامت

انسان اس زندگی میں خیر وشر کی کشمکش میں مبتلا ہے اور بسا اوقات کسی خارجی یا داخلی محرک کی وجہ سے کسی ایک طرف جھک جاتا ہے۔

دین کا اہم ترین مقصد یہ ہے کہ شر کے نقصانات کو بیان کر کے اور اس کے خطرات سے متنبہ کر کے انسان کو اس کے مطالبات کی تکمیل سے محفوظ رکھے اور جو لوگ اس جال میں پھنس گئے ہوں انھیں اللہ کے متعین کردہ قوانین کی پیروی میں استقامت کی دعوت دے۔ استقامت اخلاقی ترقی کا سب سے مضبوط ذریعہ ہے اور جس قوم کے اندر یہ داعیہ جڑ پکڑ لیتا ہے اس کی حالت سنور جاتی ہے اور اس کے درمیان امن وسلامتی کا دور دورہ ہو جاتا ہے۔

انسان کے اندر استقامت کی خواہش نہ ہو تو خیر کی راہ میں آگے بڑھنے کا جذبہ مدھم پڑنے لگتا ہے اور گناہوں میں لت پت ہونے کا آسان ہدف بن جاتا ہے۔ اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام نے اس پر خصوصی توجہ دی ہے اور اس کی طرف ایسے شان دار اور پُرکشش لہجہ میں دعوت دی ہے کہ وہ دل میں کُھب جاتا ہے اور اس کی گہرائیوں میں اتر جاتا ہے۔ کیوں کہ استقامت اختیار کرنے والوں سے اُس نے اجر عظیم اور دنیا وآخرت میں حسنِ جزا کا وعدہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ○ نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُكُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِیْهَا مَا تَشْتَهِیْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِیْهَا مَا تَدَّعُوْنَ○ نُزُلًا مِّنْ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ۝ (حٰمٓ السجدہ:۳۰-۳۲)

''جن لوگوں نے کہا کہ اللہ ہمارا رب ہے اور پھر وہ اس پر ثابت قدم رہے یقیناً اُن پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور اُن سے کہتے ہیں کہ نہ ڈرو، نہ غم کرو اور خوش ہو جاؤ اس جنت کی بشارت سے، جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ ہم اس دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے ساتھی ہیں اور آخرت میں بھی۔ وہاں جو کچھ تم چاہو گے تمہیں ملے گا اور ہر چیز جس کی تم تمنا کرو گے وہ تمہاری ہوگی۔ یہ ہے سامانِ ضیافت اُس ہستی کی طرف سے، جو غفور اور رحیم ہے۔''

یعنی قیامت کے دن کے عذاب کا انھیں خوف نہ ہوگا اور نہ اپنی موت کے بعد چھوٹے والی اولاد کے بارے میں انھیں کوئی غم لاحق ہوگا۔

ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور آپ سے درخواست کی اے اللہ کے رسول، مجھے وصیت کیجیے۔ تو آپؐ نے یہ مختصر جملہ ارشاد فرمایا: قُلْ آمنتُ بِاللّٰہ ثُم اسْتَقِمْ۔(۳) ''کہو میں اللہ پر ایمان لایا اور پھر اس پر جم جاؤ۔''

اصلاحِ نفس

استقامت کے مفہوم میں ایک اور لفظ آتا ہے جسے قرآن نے اصلاحِ نفس سے تعبیر کیا ہے۔ اس لیے کہ ظلم اور نافرمانی پر اڑے رہنے سے نفس انسانی اور معاشرہ دونوں کو بدترین دن دیکھنے پڑتے ہیں۔ اسی لیے اللہ نے اُن لوگوں سے مغفرت اور رضوان کا وعدہ کیا ہے، جو اپنے نفس کی اور معاشرہ کی اصلاح کا کام کرتے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے:

فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۝ (المائدۃ:۳۹)

''پھر جو ظلم کرنے کے بعد توبہ کرے اور اپنی اصلاح کر لے تو اللہ کی نظرِ عنایت پھر اس پر مائل ہو جائے گی، اللہ بہت درگزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔''

پوری انسانیت کو مخاطب کر کے فرماتا ہے:

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ۙ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَمَنِ اتَّقٰی وَاَصْلَحَ فَلَاخَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ○

(الاعراف:۳۵)

''اے بنی آدم، اگر تمہارے پاس خود تم ہی میں سے ایسے رسول آئیں، جو تمہیں میری آیات سنا رہے ہوں تو جو کوئی نافرمانی سے بچے گا اور اپنے رویّے کی اصلاح کر لے گا اس کے لیے کسی خوف اور رنج کا موقع نہیں ہے۔''

تزکیۂ نفس

استقامت سے ملتا جلتا ایک اور لفظ ہے جسے قرآن نے تزکیۂ نفس کہا ہے۔ جس کے معنی ہیں گندگیوں سے پاک کرنا، خرابیوں سے بلند ہونا اور نفس کو اس مقام پر رکھنا، جو اس کے شایاں ہے اور اس کی قدر و قیمت کے لیے موزوں ہے تاکہ اللہ کے یہاں خوش نودی سے اپنا حصہ پا سکے اور انسانوں کے درمیان عزت اور توقیر وصول کر سکے۔ قرآن نے اس تزکیہ پر ابھارا ہے اور اس پر عمل کرنے والوں کے لیے فلاح کا وعدہ کیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

قَدْاَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰیo (الاعلیٰ:۱۴)

''فلاح پا گیا وہ جس نے تزکیہ کیا۔''

نفس انسانی کے بارے میں کہا جاتا ہے:

قَدْاَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَاo وَ قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَاo (الشمس:۹،۱۰)

''یقیناً فلاح پا گیا وہ جس نے نفس کا تزکیہ کیا اور نامراد ہوا وہ جس نے اس کو دبا دیا۔''

اس امر کی بھی وضاحت کر دی کہ تزکیۂ نفس کا فائدہ خود اسی شخص کو پہنچتا ہے، اس لیے اس کی شدید رغبت ہونی چاہیے:

وَ مَنْ تَزَكّٰی فَاِنَّمَا یَتَزَكّٰی لِنَفْسِهٖ وَ اِلَی اللّٰهِ الْمَصِیْرُo

(فاطر:۱۸)

''جو شخص بھی پاکیزگی اختیار کرتا ہے اپنی ہی بھلائی کے لیے کرتا ہے اور پلٹنا سب کو اللہ ہی کی طرف ہے۔''

استقامت، اصلاح اور تزکیہ یہ وہ امور ہیں، جو گناہ میں مبتلا افراد کے سامنے اپنی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زندگی کو بہتر زندگی میں تبدیل کرنے کے لیے امیدوں کا دروازہ کھولتے ہیں اور اصلاح نفوس سے مایوسی اور دل شکنی کا دروازہ بند کرتے ہیں۔ یہ نظریہ جب انسانوں کے دل و دماغ پر حاوی ہو جاتا ہے اور مایوسی و دل شکستگی ان کے اندر راہ پا جاتی ہے تو وہ ایسے شر کا عنصر بن جاتے ہیں، جس کی اصلاح ممکن نہیں رہ جاتی۔

قرآن نے انسان کو استقامت اختیار کرنے اور شر و فساد اور ظلم سے اجتناب کرنے کی دعوت نہایت بلیغ پیرایہ میں اور ترغیب و تشویق کے ایسے دلکش اسلوب میں دی ہے، جو اس بات کی بھی دلیل ہے کہ یہ روحانی کتاب ہے جو اللہ کی جانب سے نازل ہوئی ہے۔

احسان

احسان کا لفظ انعام اور کسی کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کے معنٰی میں معروف ہے لیکن درحقیقت یہ اس سے کہیں زیادہ وسیع مفہوم رکھتا ہے۔ جب ہم لغات کی طرف نظر ڈالتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ أَحْسَنَ کے معنٰی ہیں فَعَلَ الحسنَ (اس نے عمدہ کام کیا) جو أَسَاءَ کی ضد ہے اور الحَسنَة کے معنٰی عمدہ کام کے ہیں۔ اور افعال حسنہ ہر اس خیر اور معاملہ پر مشتمل ہیں، جو انسانیت کی قدر و قیمت بڑھائے، آدمی کے نفس کی اصلاح کرے اور اسے اس کے خالق سے قریب کرے۔ اسی مفہوم میں احسان کی دعوت و تبلیغ اور اس کی ترغیب کے سلسلے میں قرآن کی آیتیں نازل ہوئی ہیں۔

احسان کے سلسلے میں قرآن کی نازل شدہ تعلیمات اس امر پر گواہ ہیں کہ یہ ایک روحانی کتاب ہے، جس کے ذریعے وہ ترقی کی بلندیوں کو چھو سکتا ہے اور کسی بھی اخلاقی یا دینی مذہب سے بہت بلند اور ماوراء ہے۔ اس نے احسان کا تذکرہ اس طرح کیا جو محرکات عمل کے پہلو سے انسانی شخصیت پر اثر انداز ہو سکے۔ محسنین کی صفات بیان کیں اور چند انسانی گروہوں کو متعین کیا، جو دوسروں کے مقابلے میں احسان کے زیادہ مستحق ہیں۔ اور احسان کی اس طرح دعوت دی جو انسانیت میں بلند اقدار کے حصول کا ذریعہ بن سکے جن کی طرف فلاسفہ اور دنیا کے معلمین اخلاق و اصلاح بلاتے آئے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام میں احسان کا مقام

قرآن وضاحت کرتا ہے کہ احسان تو انسان کی فطری اور طبیعی ذمے داری ہونی چاہیے اور جس طرح اللہ نے اپنی نعمتوں کے ذریعے اس پر احسان کیا ہے اس پر فرض ہے کہ ان نعمتوں کے ذریعے مخلوق پر وہ احسان کرے۔ ارشاد ہوتا ہے:

وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ (القصص:۷۷)

''احسان کر، جس طرح اللہ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے۔''

قرآن بتاتا ہے کہ احسان کا فائدہ خود محسن کو پہنچتا ہے:

اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ ۖ وَ اِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا ۭ

(بنی اسرائیل:۷)

''تم نے بھلائی کی تو وہ تمہارے اپنے ہی لیے بھلائی تھی اور برائی کی تو وہ تمہاری اپنی ذات کے لیے برائی ثابت ہوئی۔''

یہ ایک امر واقعہ ہے کہ احسان کرنے والوں کو جس راحت اور طمانیت کا احساس ہوتا ہے اس سے دوسرے لوگ محروم رہتے ہیں۔ احسان کیے جانے والوں کی جانب سے جس محبت، بھائی چارگی اور احترام کا سامنا ہوتا ہے وہی اس کے اثبات کے لیے کافی ہے۔ اس سے محسنین کے دلوں میں فرحت اور سعادت پیدا ہوتی ہے۔ اس کے برعکس بدسلوکی کرنے والا نفرت وحقارت کے بیج بوتا ہے، اس کی زندگی تلخ ہو جاتی ہے اور اسے ادنیٰ قرار بھی میسّر نہیں آتا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اِحسان کا حکم دیا ہے اور اس کی تاکید کی ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ (النحل:۹۰)

''اللہ عدل اور احسان اور صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے اور بدی و بے حیائی اور ظلم وزیادتی سے منع کرتا ہے۔''

اِس طرح اللہ نے اِحسان کا مقام بلند کیا اور اسے اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ ملا دیا ہے اور ان دونوں کا ذکر اس حیثیت سے کیا ہے کہ یہ بلند ترین صفات ہیں جن سے دین دار انسان کو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

متصف ہونا چاہیے۔ کہتا ہے:

وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ

(النساء:۱۲۵)

''اس شخص سے بہتر اور کس کا طریق زندگی ہوسکتا ہے، جس نے اللہ کے آگے سر تسلیم خم کر دیا اور اپنا رویہ نیک رکھا۔''

یعنی اس شخص سے بہتر دین دار اور کوئی نہیں ہوسکتا، جو اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کر دے، اپنے نفس کو اس کے لیے خالص بنا دے، جو خدا کے سوا کسی کو رب اور معبود تسلیم نہ کرے اور ہو وہ نیک اور نیکیوں پر عمل کرنے والا اور برائیوں کو چھوڑنے والا۔

ایک دوسرے مقام پر وہ کہتا ہے:

وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗٓ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ؕ (لقمان:۲۲)

''جو شخص اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کر دے اور عملاً وہ نیک ہو، اس نے فی الواقع ایک بھروسے کے قابل سہارا تھام لیا۔''

یعنی اس نے ایسا مضبوط سہارا تھام لیا، جو اسے رضائے الٰہی تک پہنچا کر دم لے گا۔

اللہ تعالیٰ نیکیاں کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے کہتا ہے:

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ (الانعام:۱۶۰)

''جو اللہ کے حضور نیکی لے کر آئے گا اس کے لیے دس گنا اجر ہے۔''

اور محسنین سے قیامت کے دن امان اور حسن جزا کا وعدہ فرمایا:

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ ۝

(النمل:۸۹)

''جو شخص بھلائی لے کر آئے گا اُسے اس سے زیادہ بہتر صلہ ملے گا اور ایسے لوگ اُس دن کے ہول سے محفوظ ہوں گے۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مُحسنین کی صفات

قرآن میں مومنین مُحسنین کی صفت یہ بیان ہوئی ہے کہ وہ رات میں بکثرت قیام کرتے ہیں۔ رات کے پچھلے حصہ میں اپنے رب سے مغفرت طلب کرتے ہیں، اسی طرح اپنی دولت سے سائل اور محروم دونوں کو اتنا عطا کرتے ہیں جو ان کی ضرورت پوری کر سکے اور ان کی حالت سدھار سکے۔ ارشاد ہوتا ہے:

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝ اٰخِذِيْنَ مَآ اٰتٰهُمْ رَبُّهُمْ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ ۝ كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ۝ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝ وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّاۗىِٕلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۝ (الذاریات: ۱۵-۱۹)

"بے شک متقی لوگ اس روز باغوں اور چشموں میں ہوں گے، جو کچھ ان کا رب انھیں دے گا، اسے خوشی خوشی لے رہے ہوں گے۔ وہ اس دن کے آنے سے پہلے نیکوکار تھے، راتوں کو کم ہی سوتے تھے، پھر وہی رات کے پچھلے پہروں میں معافی مانگتے تھے اور ان کے مالوں میں حق تھا سائل اور محروم کے لیے۔"

اللہ کی راہ میں جان و مال سے جہاد کرنا احسان میں شامل ہے۔ اللہ کا فرمان ہے:

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (العنکبوت: ۶۹)

"جو لوگ ہماری خاطر مجاہدہ کریں گے انہیں ہم اپنے راستے دکھائیں گے اور یقیناً اللہ نیکوکاروں ہی کے ساتھ ہے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس شریعت کو لے کر اس دنیا میں تشریف لائے اس کی پیروی بھی احسان میں شامل ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے:

وَالَّذِيْ جَاۗءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝ لَهُمْ مَّا يَشَاۗءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ ذٰلِكَ جَزٰۗؤُا الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (الزمر: ۳۳، ۳۴)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اور جو شخص سچائی لے کر آیا اور جنہوں نے اس کو سچ مانا، وہی عذاب سے بچنے والے ہیں۔ انہیں اپنے رب کے ہاں وہ سب کچھ ملے گا، جس کی وہ خواہش کریں گے۔ یہ ہے نیکی کرنے والوں کی جزا۔''

یہاں جَآءَ بِالصِّدْقِ سے رسول اللہؐ اور صَدَّقَ بِهٖ سے آپؐ کے وہ پیروکار مراد ہیں جنہوں نے آپ کی رسالت کی تصدیق کی اور آپؐ کے طریقے پر چلے۔

عفو و درگزر بھی احسان میں شامل ہے:

فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ۖ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (المائدۃ:۱۳)

''انہیں معاف کرو اور ان کی حرکات سے چشم پوشی کرتے رہو۔ اللہ ان لوگوں کو پسند کرتا ہے، جو احسان کی روش رکھتے ہیں۔''

صبر بھی احسان میں شامل ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (ھود:۱۱۵)

''اور صبر کر، اللہ احسان کی روش اختیار کرنے والوں کا اجر کبھی ضائع نہیں کرتا۔''

دیکھیے ان آیات کے ضمن میں احسان کی طرف قرآن نے کتنی رغبت دلائی ہے اور نیکوکاروں سے اس بلند ترین درجہ کا وعدہ کیا ہے، جس کا اشتیاق ہر شخص کو ہے۔ اس لیے کہ احسان کی روش اختیار کرنے والے تیز احساس اور زندہ ضمیر کے مالک ہوتے ہیں۔ ان پر قوم کی ہٹ دھرمی اور انکار بلا بن کر نازل ہوتا ہے یا زمانے کی گردشیں انھیں اپنا نشانہ بناتی ہیں تو ان کی مواسات کے لیے قرآن کی نصیحتیں آگے بڑھتی ہیں اور ان کی پریشانیوں کو کم کر دیتی ہیں اور رضوان الٰہی کی بشارت سناتی ہیں۔ جس سے ان محسنین کے اندر وہ روحانی قوت جنم لیتی ہے، جو ان کے قدموں کو مضبوط رکھتی اور ان کے دلوں کو مطمئن بنا دیتی ہے۔

احسان کی یہ صفت مجاہدہ و قربانی کا تقاضا کرتی ہے۔ نفس کی خواہشات سے اجتناب اور اس کی پیروی سے انحراف کی دعوت دیتی ہے۔ اسی لیے اللہ نے احسان کی فضیلت اور اس کا ثواب بتایا ہے تاکہ نفس انسانی پر اس کا اثر مرتب ہو اور انسان کے مزاج و طبیعت پر اس کا تسلط ہو جائے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن کی نگاہ میں اِحسان کے حق دار

قرآن نے انسانوں کے ایک گروہ کو دوسروں کے مقابلے میں احسان کا زیادہ مستحق قرار دیا ہے، جن میں سب سے پہلے والدین آتے ہیں کیوں کہ انسان پر ان کا احسان سب سے زیادہ ہوتا ہے۔ قرآن نے والدین کے ساتھ حسن سلوک کی دعوت دینے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ ان دونوں کے ساتھ برتاؤ اور سلوک کی کیفیت کی حدود بھی کھینچ دیں تاکہ ہمارے سامنے اخلاقیات کی بلند ترین منزل رہے۔ قرآن کہتا ہے:

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۝ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ۝

(بنی اسرائیل ۲۳، ۲۴)

''تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم لوگ کسی کی عبادت نہ کرو مگر صرف اس کی۔ والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو، اگر تمہارے پاس اُن میں سے کوئی ایک یا دونوں بوڑھے ہو کر رہیں تو انہیں اُف تک نہ کہو، نہ انہیں جھڑک کر جواب دو، بلکہ ان سے احترام کے ساتھ بات کرو اور نرمی اور رحم کے ساتھ ان کے سامنے جھک کر رہو اور دعا کیا کرو کہ پروردگار، ان پر رحم فرما، جس طرح انہوں نے رحمت و شفقت کے ساتھ مجھے بچپن میں پالا تھا۔''

اس قرآنی نص سے پہلی چیز جو ہمارے سامنے آتی ہے وہ یہ کہ اللہ نے والدین کے ساتھ حسن سلوک کو اپنی عبادت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ پھر اس حسن سلوک کے واجبات و فرائض کی تفصیل بیان کی ہے۔ خاص طور سے جب کہ وہ دونوں یا ان میں سے ایک عمر کے آخری مرحلے میں پہنچ جائے اور اسے کمزوری و درماندگی لاحق ہو جائے۔ اور اس بات کا حکم دیا کہ ان کے ساتھ پانچ چیزوں کا خیال رکھا جائے، جو کسی انسان کی جانب سے رونما ہونے والے حسن اخلاق کی آخری حدود ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱- ان دونوں یا ان میں سے کسی ایک کی جانب سے کوئی قابل اعتراض چیز دیکھے تو اُف تک نہ کہے۔

۲- ان سے سخت کلامی سے پیش نہ آئے۔

۳- ان سے اچھی طرح گفتگو کرے، جس میں احترام و تعظیم بھی شامل ہو۔

۴- تواضع اور خاک ساری سے اُن سے پیش آئے، جس میں رحمت کا جذبہ بھی شامل ہو۔ اس تواضع کی مثال پرندہ سے بیان کی ہے جب وہ اپنے بچّے کو اس کی تربیت کے لیے قریب کرنا چاہتا ہے تو شفقت سے اپنا بازو اس کے سامنے پست کر دیتا ہے۔

۵- اللہ سے دعا کرے کہ اپنی دائمی رحمت کا سایہ ان پر دراز رکھے۔ دعا مدعوٌ کے لیے اخلاص اور حسن سلوک کی بہترین دلیل ہے۔

ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ احسان کی روش کو ان لوگوں کے لیے خاص کرتا ہے جن سے انسان کا قریبی رشتہ یا پڑوس کا تعلق رہتا ہے یا جنھیں مدد اور استعانت نہیں مل پاتی۔ قرآن کی رو سے ان لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا واجب ہے۔ فرمان خداوندی ہے:

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ (النساء:۳۶)

''اور تم سب اللہ کی بندگی کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ، ماں باپ کے ساتھ نیک برتاؤ کرو، قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ اور پڑوسی رشتے دار سے، اجنبی ہمسایہ سے، پہلو کے ساتھی اور مسافر سے اور اُن لونڈی غلاموں سے جو تمہارے قبضہ میں ہوں، احسان کا معاملہ رکھو۔''

اس آیت نے خیر اور بھلائی کی ان تمام اقسام کو جمع کر دیا ہے جن پر اگر انسان عمل کرے تو اس معاشرے میں خیر ہی کا چلن عام ہو جائے۔ یعنی: اللہ واحد کی عبادت کرنا، والدین، بھائی، چچا، ماموں، اور ان کے بچوں اور دوسرے تمام رشتے داروں کے ساتھ حسن سلوک سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیش آنا۔ اس سے امت کی اصلاح ہوسکتی ہے کیونکہ امت خاندان کے مجموعہ سے تشکیل پاتی ہے۔ پھر اللہ نے یتیموں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم دیا، جو معین و مددگار کھو بیٹھتے ہیں یعنی باپ کے سایہ سے محروم ہوجاتے ہیں، ماں ان کی کفالت اور تربیت کا بار نہیں اٹھا سکتی۔ اور اگر یتیم کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا جائے تو اپنی جہالت اور بدکرداری کی وجہ سے وہ پوری امت کے لیے بلائے بے درماں بن جاتا ہے۔ اسی طرح اللہ نے رشتے دار اور پڑوسی اور اجنبی ہمسایہ سے حسن سلوک سے پیش آنے کا حکم دیا۔ اس سے ایک محلّہ کے افراد کے درمیان محبت پیدا ہوتی ہے اور خیر کے کاموں میں وہ ایک دوسرے کے مددگار رہتے ہیں۔ پھر اللہ نے پہلو کے ساتھی سے حسن سلوک کا معاملہ کرنے کی وصیت کی جو رفیق سفر بھی ہوسکتا ہے، ہم جماعت یا کارخانہ اور پیشہ کا ساتھی بھی ہوسکتا ہے۔ پہلو کے ساتھی کے ساتھ احسان کا معاملہ کرنے سے مضبوط دوستی جنم لیتی ہے جو بابرکت ثمرات کا موجب ہوتی ہے۔ اس کے بعد اللہ نے مسافروں کے ساتھ احسان کرنے کی تلقین کی۔ ابن السبیل سے مراد وہ مسافر ہے جس کا مال منزل تک پہنچنے سے پہلے کھو گیا ہو۔ اس کے بعد اللہ نے غلاموں اور باندیوں کا تذکرہ کیا اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم دیا۔ غلاموں کے ساتھ حسن سلوک میں ان کی آزادی، گردن چھڑانا، خدمت لینے میں ان سے حسن معاملہ کرنا، ایسی چیزوں کا مکلّف نہ بنانا، جو ان کے بس سے باہر ہو اور قول و فعل سے انھیں اذیت نہ دینا سبھی کچھ شامل ہے۔

ان تمام تفصیلات سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ جس احسان کی طرف قرآن نے بلایا ہے وہ سلامتی و استحکام پیدا کرنے اور افراد کے مابین محبت جنم دینے کی وہ آخری منزل ہے، جس تک پہنچنے کی انسانیت خواہش کرسکتی ہے۔

یعنی احسان وہ عمومی خیر ہے کہ انسانیت پر جب اس صفت کا غلبہ ہوجاتا ہے تو اس بات کا سب سے زیادہ حق اسی کو حاصل ہوتا ہے کہ وہ بلند کردار اور بالا تہذیب جنم دے، جس کا تخیل فلاسفہ نے پیش کیا ہے اور جسے اسلام نے دور اوّل میں نافذ کر کے دکھایا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تقویٰ

تقویٰ[۴] وہ اخلاق ہے، جس سے قرآن نے انسانوں کے درمیان اور انسان اور اس کے رب کے درمیان رشتوں کی مضبوطی اور استحکام کو مراد لیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ لفظ اور اس کے مشتقات قرآن کی اکثر اجتماعی و اخلاقی آیات میں آتے رہتے ہیں اور ان سے مراد یہ ہوتا ہے کہ انسان ان کاموں سے بچے جن سے اس کا رب ناراض ہوتا ہے اور جن میں اس کے لیے یا دوسروں کے لیے ضرر اور تکلیف پوشیدہ ہے۔

تقویٰ کا اصل مفہوم نفس کو محفوظ رکھنا ہے اور نفس کو اسی چیز سے محفوظ رکھنا ہے، جس سے وہ خوف کھائے۔ اس حفاظت کی بنیاد اللہ کا خوف ہے۔ جس چیز سے ڈرنا ہے اس کا علم رکھنا خوف کے لیے ضروری ہے، یہی وجہ ہے کہ جو اللہ کا علم رکھتا ہے وہی اس سے ڈر سکتا ہے اور جو اس سے ڈرتا ہے وہی اس کے غضب سے محفوظ رہتا ہے۔

چنانچہ متقی وہ شخص ہے، جو دنیا و آخرت میں خدا کے عذاب سے اپنے کو بچا لے جائے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب کہ اس کی حدود کی پابندی کی جائے، اس کے احکام کی اطاعت کی جائے، اس کے منع کئے ہوئے کاموں سے اجتناب کیا جائے۔ اللہ اسی بات کا حکم دیتا ہے، جس میں انسانیت کا مفاد ہوتا ہے اور اسی چیز سے روکتا ہے، جو اس کے لیے ضرر رساں ہوتی ہے۔

قرآن نے تقویٰ پر خصوصی توجہ دی ہے۔ بار بار اس کا حکم دیا اور انسانوں کو اس کی طرف متوجہ کیا ہے اور اس کے لیے اس نے مختلف اسالیب اختیار کئے ہیں۔ اللہ سے تقویٰ کرنے کا حکم دیا:

يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ○ (آل عمران: ۱۰۲)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے۔ تم کو موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو۔''

اور یہ مطالبہ اسی وقت پورا کیا جا سکتا ہے جب تنہا اسی کی عبادت کی جائے اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شرک اور دعوائے نبوت سے اور اس کے منصفانہ قوانین واحکام کے خلاف بغاوت سے اجتناب کیا جائے۔

قرآن تقویٰ کی تعریف ان الفاظ میں کرتا ہے کہ یہ ہر مضر اور نقصان دہ چیز سے نفس کے بچنے کا نام ہے چاہے اس کا نقصان خود انسان کو پہنچے یا دوسرے انسانوں کو اس سے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔ اور انسان کے اور اُن بلند و بالا مقاصد کے درمیان حائل ہونے والی تمام رکاوٹوں سے دور رہنے کا نام ہے، جن سے اس کا جسمانی و روحانی کمال وابستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے:

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَ اٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَ حِيْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝ (البقرۃ: ۱۷۷)

"نیکی یہ نہیں ہے کہ تم نے اپنے چہرے مشرق کی طرف کر لیے یا مغرب کی طرف، بلکہ نیکی یہ ہے کہ آدمی اللہ کو اور یوم آخر اور ملائکہ کو اور اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب اور اس کے پیغمبروں کو دل سے مانے اور اللہ کی محبت میں اپنا دل پسند مال رشتے داروں اور یتیموں پر، مسکینوں اور مسافروں پر، مدد کے لیے ہاتھ پھیلانے والوں پر اور غلاموں کی رہائی پر خرچ کرے، نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے۔ اور نیک لوگ وہ ہیں کہ جب عہد کریں تو اسے وفا کریں اور تنگی و مصیبت کے وقت میں اور حق و باطل کی جنگ میں صبر کریں۔ یہ ہیں راست باز لوگ اور یہی لوگ متقی ہیں۔"

ان بلند و بالا صفات سے متصف افراد کو ہی قرآن نے متقی کہا ہے۔

عدل تقویٰ میں شامل ہے۔ اللہ کا فرمان ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِعْدِلُوْا ۟ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی ۫ (المائدۃ:۸)

''عدل کرو، یہ خدا ترسی سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔''

عفوودرگزر بھی تقویٰ میں شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے:

وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی ؕ (البقرۃ:۲۳۷)

''اور تم عفوودرگزر سے کام لو، تو یہ تقویٰ سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔''

دشمنوں سے مقابلے میں ثابت قدمی کا مظاہرہ بھی تقویٰ میں شامل ہے:

فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ۝

(التوبہ:۷)

''جب تک وہ تمہارے مقابلے میں جمے رہیں تم بھی ان کے مقابلے میں جمے رہو۔ بے شک اللہ ایسے متقیوں کو پسند کرتا ہے۔''

تقویٰ کی برکتیں

قرآن کہتا ہے کہ تقویٰ انسان کو قیامت کے دن خوف اور غم سے محفوظ رکھے گا اور اس زندگی میں نصرت اور توفیق خداوندی سے ہم کنار کرے گا:

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۝ ۚ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ۝ ؕ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ؕ (یونس:۶۲-۶۴)

''سنو، جو اللہ کے دوست ہیں، جو ایمان لائے اور جنہوں نے تقویٰ کا رویہ اختیار کیا، ان کے لیے کسی خوف اور رنج کا موقع نہیں ہے۔ دنیا اور آخرت دونوں زندگیوں میں ان کے لیے بشارت ہی بشارت ہے۔''

اس کا ایک ثمرہ آخرت کی نعمت اور وہاں کا عظیم ثواب ہے:

لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

(آل عمران:۱۵)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''جولوگ تقویٰ کی روش اختیار کریں اُن کے لیے ان کے رب کے پاس باغ ہیں، جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔''

اس کا ایک خوش کن نتیجہ رحمت خداوندی کا حصول ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے:

وَ رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ ؕ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِیْنَ هُمْ بِاٰیٰتِنَا یُؤْمِنُوْنَ ۚ (الاعراف:۱۵۶)

''اور میری رحمت ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے اور اسے میں ان لوگوں کے حق میں لکھوں گا جو نافرمانی سے پرہیز کریں گے، زکوٰۃ دیں گے اور میری آیات پر ایمان لائیں گے۔''

قرآن مشکلات و مصائب کو دور کرنے کے ضمن میں بھی اس کا تذکرہ کرتا ہے:

وَ مَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۙ وَّ یَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ ؕ (الطلاق:۲،۳)

''جو کوئی اللہ سے تقویٰ کرے گا، اللہ اس کے لیے مشکلات سے نکلنے کا کوئی راستہ پیدا کر دے گا اور اسے ایسے راستے سے رزق دے گا جدھر اس کا گمان بھی نہ جاتا ہو۔''

وَ مَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ یُسْرًا ۝ (الطلاق:۴)

''جو شخص اللہ سے ڈرے اس کے معاملہ میں وہ سہولت پیدا کر دیتا ہے۔''

نصرت و تائید کے ضمن میں بھی تقویٰ کا ذکر ہوا ہے:

اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۫ یُوْرِثُهَا مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ ۝ (الاعراف:۱۲۸)

''زمین اللہ کی ہے، اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس کا وارث بنا دیتا ہے اور آخری کامیابی ان ہی کے لیے ہے، جو اُس سے ڈرتے ہوئے کام کریں۔''

بصیرت کو روشنی عطا کرنے کے ضمن میں بھی تقویٰ کا ذکر کیا گیا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا (الانفال:۲۹)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اگر تم خدا ترسی اختیار کرو گے تو اللہ تمہارے لیے کسوٹی بہم پہنچا دے گا۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

'فرقان' اس کسوٹی کو کہتے ہیں، جو دو ملتبس ومتشابہ یا متعدد ملتبس اشیاء کے درمیان فرق کر دے۔ تقویٰ کے نتیجے میں بصیرت کی وہ روشنی پیدا ہو جاتی ہے جو حق و باطل کے درمیان تمیز کر دیتی ہے اور راہ نجات پر انسان کو گامزن کر دیتی ہے۔

یہ ہے تقویٰ کا مفہوم، متقیوں کی صفات اور افراد و جماعتوں میں اس کے اثرات کا تذکرہ! اس لیے کوئی تعجب کی بات نہیں ہے اگر قرآن اس پر سب سے زیادہ توجہ دیتا اور اس کی دعوت دیتا ہے، جیسا کہ مندرجہ ذیل آیت میں موجود ہے جو اسلامی روحانیت کی وسعت اور گہرائی کا بھی پتہ دیتی ہے:

وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى (البقرۃ:۱۹۷)

''اور زادِ راہ ساتھ لے لو اور سب سے بہتر زادِ راہ تقویٰ ہے۔''

اگر دنیا تقویٰ کو سمجھ لے اور اس کے مطالبات کی تکمیل میں لگ جائے تو شر و فساد کی چنگاریاں بجھ جائیں اور پوری سرزمین امن و سلامتی سے بھر جائے۔

صبر

صبر کا شمار بہترین اخلاقی فضائل میں ہوتا ہے۔ یہ وہ روحانی جھونکا ہے، جو مسلمان کے اندر سرایت کر جاتا ہے تو اس کی سختیوں کو کم کر دیتا ہے اور مستقبل کے متعلق اس کے دل میں سکون و اطمینان بھر دیتا ہے اور اس کے زخموں پر مرہم رکھ دیتا ہے۔ ''صبر و ثبات سے متصف انسان مشکلات کو قبول کرتا ہے اور انھیں منجانب اللہ تصور کرتا ہے۔ ادنیٰ تامل کے بعد ہم یہ دیکھ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی بلند حکمت کے تحت مشکلات کو ہم پر نازل کرتا ہے۔ جاہل ہی ان مشکلات کے نزول کے وقت چیختا چلّاتا اور رنجیدہ ہوتا ہے، جو شخص عقل مند ہوتا ہے وہ ان مشکلات و شدائد میں، جن سے اللہ نے اسے دوچار کیا ہے، خیر کے پہلو ڈھونڈھتا ہے''(۵)

اگر صبر کی صفت نہ ہوتی تو انسان نازل ہونے والی مصیبتوں کے سامنے گھٹنا ٹیک دیتا اور رزم گاہ حیات میں سفر کرنے کے لائق نہ ہوتا اور ایسی حالت میں ہوتا جہاں اخلاقی قدروں کا وہ انکار کر بیٹھتا۔ اس پر مستزاد یہ کہ وہ شر کا ایک عنصر ہوتا، جس سے کوئی نفع رسانی کی توقع نہ ہوتی۔ وہ ایک عضو فاسد ہوتا، جس پر نشتر لگانا ضروری سمجھا جاتا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہم صبر کی تعریف اس طرح کر سکتے ہیں کہ یہ روحانی و مادی زندگی کے درمیان ایک حد فاصل ہے۔ قرآن نے صبر کی صفت کو لیا اور اس کی مدح کی، اس کی اہمیت اور قدر و قیمت بتائی، اس سے متصف انسانوں کی بے حد و حساب تعریف کی اور تقریباً ستر بار اس کا ذکر کیا، جس کے مقابلے میں کسی دوسری صفت کا اتنی کثرت کے ساتھ ذکر نہیں کیا۔ اسی سے اس کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ یہ بہت سے فضائل و اخلاق کی بنیاد ہے بلکہ ان کا مرکز و محور ہے، اس لیے کہ نفس انسانی میں خیر کی صلاحیتوں کی تربیت یہی کرتا ہے۔ تمام اخلاق اور صفات حسنہ اس کی محتاج ہیں۔

شجاعت	جہاد کی سختیوں پر ثابت قدمی کا نام ہے
حلم	غیض و غضب پر قابو پانے سے عبارت ہے
پردہ پوشی	اسرار کو محفوظ رکھنے کا نام ہے

انہی وجوہات کی روشنی میں اللہ نے صبر کرنے والوں کو اپنا محبوب بنایا اور قرآن میں اعلان کر دیا کہ وہ دنیا و آخرت میں اس کے فضل و رحمت سے بیش از بیش حصہ پائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے:

اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ (الزمر:۱۰)

''صبر کرنے والوں کو تو ان کا اجر بے حساب دیا جائے گا۔''

وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

(النحل:۹۶)

''اور ہم ضرور صبر سے کام لینے والوں کو اُن کے اجر اُن کے بہترین اعمال کے مطابق دیں گے۔''

وَ جَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّ حَرِيْرًا ۝ (الدھر:۱۲)

''اور ان کے صبر کے بدلے میں انھیں جنت اور ریشمی لباس عطا کرے گا۔''

مزید برآں صابر اللہ کی مدد سے ہم کنار ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاصْبِرُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ (الانفال:۴۶)

''صبر کرو، اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صبر کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ انسانوں کی امامت عطا کرتا ہے۔ بنی اسرائیل کی حکایت بیان کرتے ہوئے کہتا ہے:

وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ۖ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ ○ (السجدۃ:۲۴)

''جب انہوں نے صبر کیا اور ہماری آیات پر یقین لاتے رہے تو ان کے اندر ہم نے ایسے پیشوا پیدا کئے جو ہمارے حکم سے رہنمائی کرتے تھے۔''

اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ صبر وہ عظیم ترین صفت ہے، جس سے مسلمانوں کو متصف ہونا چاہیے:

وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ○

(آل عمران:۱۸۶)

''اگر تم صبر کرو اور خدا ترسی کی روش پر قائم رہو تو یہ بڑے حوصلے کا کام ہے۔''

یعنی صبر اور خدا ترسی وہ صحیح تدبیر ہے، جس کا عزم ہر مومن شخص کو کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی ایوبؑ کی صبر سے متصف ہونے کی وجہ سے تعریف کرتا ہے:

اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ۭ نِعْمَ الْعَبْدُ ۭ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ○ (ص:۴۴)

''ہم نے اسے صابر پایا، بہترین بندہ، اپنے رب کی طرف بہت رجوع کرنے والا۔''

صبر جس کی قرآن نے دعوت دی ہے، ثابت قدمی اور قوت برداشت کی وہ صلاحیت ہے جو انسانوں کی راہ میں حق و باطل کی جنگ میں پیش آنے والی مصیبتوں کو ہلکا کر دیتی ہے اور لوگوں کی اذیتوں کو، فقر و مرض وغیرہ مصائب کو اور عزیز ترین اشیاء کے فقدان کو جھیل جانے کی طاقت پیدا کر دیتی ہے۔

جہاد فی سبیل اللہ کے موقعے پر قرآن نے صبر و ثابت قدمی کی طرف دعوت دی ہے:

قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ ۙ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ○ (البقرۃ:۲۴۹)

''جو لوگ یہ سمجھتے تھے کہ انہیں ایک دن اللہ سے ملنا ہے، انہوں نے کہا: بارہا ایسا ہوا ہے کہ ایک قلیل گروہ اللہ کے اذن سے ایک بڑے گروہ پر غالب آ گیا ہے۔ اللہ صبر کرنے والوں کا ساتھی ہے۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عوام کی طرف سے آنے والی اذیتوں کو برداشت کرنے کے موقعے پر اس نے صبر کی دعوت دی ہے:

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ؕ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ۝ (النحل:۱۲۶)

''اور اگر تم لوگ بدلہ لو تو بس اُس قدر لے لو جس قدر تم پر زیادتی کی گئی ہے لیکن اگر تم صبر کرو تو یقیناً یہ صبر کرنے والوں ہی کے حق میں بہتر ہے۔''

عبادت پر ثابت قدمی کے سیاق میں اس نے صبر کی دعوت دی ہے:

فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ ؕ (مریم:۶۵)

''پس تم اسی کی بندگی کرو اور اسی کی بندگی پر ثابت قدم رہو۔''

وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ؕ (طٰہٰ:۱۳۲)

''اپنے اہل وعیال کو نماز کی تلقین کرو اور خود بھی اس کے پابند رہو۔''

اُن مصیبتوں میں بھی اس نے صبر کی دعوت دی، جن کے ذریعے اللہ اپنے بندوں کی آزمائش کرتا ہے:

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ ۙ وَنَبْلُوَاْ اَخْبَارَكُمْ۝ (محمد:۳۱)

''ہم ضرور تم لوگوں کو آزمائش میں ڈالیں گے تاکہ تمہارے حالات کی جانچ کریں اور دیکھ لیں کہ تم میں مجاہد اور ثابت قدم کون ہیں۔''

اللہ نے مندرجہ ذیل آیت میں مختلف آزمائشوں کو جمع کر دیا ہے:

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَۙ۝ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَۭ۝ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ رَحْمَةٌ ۟ وَّ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ۝ (البقرۃ:۱۵۵-۱۵۷)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اور ہم ضرور تمہیں خوف وخطر، فاقہ کشی، جان ومال کے نقصانات اور آمدنیوں کے گھاٹے میں مبتلا کر کے تمہاری آزمائش کریں گے۔ اِن حالات میں جو لوگ صبر کریں اور جب کوئی مصیبت پڑے تو کہیں کہ ''ہم اللہ ہی کے ہیں اور اللہ ہی کی طرف ہمیں پلٹ کر جانا ہے'' انہیں خوش خبری دے دو۔ ان کے رب کی طرف سے بڑی عنایات ہوں گی۔ اس کی رحمت اُن پر سایہ کرے گی اور ایسے ہی لوگ راست رو ہیں۔''

یہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ صبر کرنے والوں کو تین نعمتیں ایسی ملیں گی جو دوسروں سے دور ہوں گی۔ یعنی رب کی عنایات، اس کی رحمت کا سایہ اور ہدایت وراست روی۔ رب کی عنایات کا مطلب یہ ہے کہ اللہ ان کی تعریف کرے گا اور ان کے اعزاز واکرام میں اضافہ کرے گا۔ اور رحمت خداوندی کا مطلب یہ ہے کہ مصیبتوں میں اللہ کی مہربانی اور اس کا احسان شامل حال ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے فیصلہ پر وہ راضی برضا اور صبر وشکر کا پیکر ... اور راست رو ہونے کا مطلب یہ ہے کہ مصیبتوں اور سختیوں میں ان کا عمل حق وصواب پر مبنی ... جزع فزع کریں گے نہ مستقبل سے مایوس ہوں گے۔

یہ ہے وہ صبر جس کا قرآن نے ذکر کیا ہے۔ اس میں زخمی دلوں کے لیے تسلی، غمگین انسانوں کے لیے شفا اور اس زندگی میں کامیابی کی بشارت پوشیدہ ہے۔ یہ ان روحانی صفات میں سے ہے، جو عذاب میں گرفتار اُن انسانوں کے لیے خیر کا ذخیرہ فراہم کرتی ہیں جو اپنی موجودہ پریشانیوں کے چنگل سے نکلنا چاہتے ہیں لیکن کوئی راہ نجات نہیں پاتے۔

عفوودرگزر

عفوودرگزر ان پسندیدہ صفات میں سے ہے جن سے انسان آراستہ ہوتا ہے۔ اس لیے کہ یہ صفت انہی لوگوں سے ظاہر ہوتی ہے جن کی عقلیں پختہ ہوتی ہیں اور جو غیروں کی تکلیفوں اور مظالم پر تحمل سے کام لیتے ہیں۔ ظلم وزیادتی اور بے انصافی کا صدور کسی ایسے شخص ہی سے ہوتا ہے، جو دماغی اور قلبی طور پر بیمار ہوتا ہے، جس کے سامنے برائی حق وصواب پر پردہ ڈال دیتی ہے تو ایسے شخص کے لیے زیادہ مناسب یہ ہے کہ ہم اسے معاف کر دیں۔

ہم بسا اوقات غلطیاں کر جاتے ہیں اور عفوودرگزر کے محتاج ہوتے ہیں۔ اگر اپنی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذات سے بدسلوکی کرنے والے شخص کو ہم نظر انداز نہ کریں تو ہمیں بھلا کون نظر انداز کرے گا۔ اگر ہم ظالم سے انتقام ہی لینا چاہتے ہیں تو ہمیں حسن سلوک کے ذریعے انتقام لینا چاہیے، اس لیے کہ بدی کا نیکی سے مقابلہ ظالم کے بغض وحسد کو نکال باہر کرتا ہے، اسے حیران وششدر چھوڑ دیتا ہے اور وہ اپنے ظلم سے توبہ کر لیتا ہے اور اس کی دشمنی دوستی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

اللہ نے قرآن میں عفو کی تعریف کی ہے۔ فرماتا ہے:

وَ اِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ○

(التغابن: ۱۴)

''اور اگر تم عفو و درگزر سے کام لو اور معاف کر دو تو اللہ غفور و رحیم ہے۔''

سچے مسلمانوں کی صفت یہ گنائی:

وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ (الرعد: ۲۲)

''اور برائی کو بھلائی سے دفع کرتے ہیں۔''

اللہ نے انسانوں کی برائی اور بدسلوکی کا مقابلہ حسن سلوک سے کرنے کا حکم دیا ہے، اس لیے کہ اس سے ان کے سینوں سے عداوت نکل جاتی ہے اور اس کی جگہ محبت اپنا بسیرا بنا لیتی ہے:

وَلَا تَسْتَوِى الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۚ اِدْفَعْ بِالَّتِىْ هِىَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِىْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِىٌّ حَمِيْمٌ○

(حٰمٓ السجدۃ: ۳۴)

''نیکی اور بدی یکساں نہیں ہیں۔ تم بدی کو اُس نیکی سے دفع کرو جو بہترین ہو۔ تم دیکھو گے کہ تمہارے ساتھ جس کی عداوت پڑی ہوئی تھی وہ جگری دوست بن گیا ہے۔''

بعض لوگوں کی فطرت میں ظلم و زیادتی داخل ہوتی ہے اس لیے انھیں ظلم و عدوان سے روکنے کے لیے اسلام نے ایک علاج تجویز کیا ہے۔ وہ یہ کہ بغیر کسی زیادتی اور افراط کے ان کے ظلم کا بدلہ دیا جائے لیکن اس صورت میں بھی اس نے عفو کو ترجیح دی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ اِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ۚ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَo (النحل:۱۲۶)

''اور اگر تم لوگ بدلہ لو تو بس اُسی قدر لے لو جس قدر تم پر زیادتی کی گئی ہو لیکن اگر تم صبر کرو تو یقیناً یہ صبر کرنے والوں ہی کے حق میں بہتر ہے۔''

ایک دوسرے مقام پر کہتا ہے:

وَ جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَo وَ لَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍo اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌo وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ۝

(شوریٰ:۴۰-۴۳)

''برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے، پھر جو کوئی معاف کر دے اور اصلاح کرے اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے۔ اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔ اور جو لوگ ظلم ہونے کے بعد بدلہ لیں اُن کو ملامت نہیں کی جا سکتی، ملامت کے مستحق تو وہ ہیں جو دوسروں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں ناحق زیادتیاں کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لیے دردناک عذاب ہے۔ البتہ جو شخص صبر سے کام لے اور درگزر کرے تو یہ بڑی اولوالعزمی کے کاموں میں سے ہے۔''

یہ ہے عفو و درگزر کے سلسلے میں اسلام کا مسلک۔ لیکن مسیحیت مطلق عفو کو مزین بنا کر پیش کرتی ہے۔ انجیل متی کے پانچویں باب، میں ہے آیات: ۳۸-۴۴ تم لوگوں نے سن لیا کہ کہا گیا ہے کہ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت کا انتقام لو، لیکن میں کہتا ہوں کہ تم شریر کا مقابلہ ہی نہ کرو بلکہ جو تمہارے داہنے گال پر طمانچہ مارے تو دوسرے گال کو بھی اس کے سامنے پیش کر دو، اور جو تم سے جھگڑنا چاہے اور تمہارا کپڑا لینا چاہے تو اپنی چادر بھی اس کے حوالے کر دو، تم لوگوں نے سنا کہ کہا گیا ہے کہ اپنے رشتے دار سے محبت کرو اور اپنے دشمن سے نفرت کرو لیکن میں کہتا ہوں کہ اپنے دشمنوں سے محبت کرو، تم سے جو بے نیاز ہوں ان کے لیے برکت کی دعا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرو، تم سے جو نفرت کرتے ہوں ان سے حسن سلوک کرو اور ان لوگوں کے حق میں دعا کرو، جو تمہارے ساتھ بدسلوکی کرتے ہیں اور تمہیں بھگاتے ہیں۔

ہمارے دوست علامہ شیخ محمد الشال سے کسی امریکی محقق کی جانب سے قرآنی عفو کے بارے میں یہ سوال کیا گیا کہ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ اسلام کے مقابلے میں مسیحیت میں زیادہ وسعت اور فراخی ہے۔ کیوں کہ وہ کہتی ہے کہ جو تمہارے داہنے گال پر طمانچہ مارے تم اس کے سامنے دوسرا گال بھی پیش کر دو، جب کہ اسلام پہلے قصاص کی پھر عفو کی دعوت دیتا ہے؟ تو استاذ محترم نے جواب دیا کہ اسلام نے جس چیز کی دعوت دی ہے وہی فطرت سلیمہ کی پکار ہے بلکہ اگر میں یہ کہوں تو مبالغہ نہ ہوگا کہ اس معاملے میں اسلام مسیحیت سے زیادہ فراخ ہے۔ اس لیے کہ جب وہ مظلوم کو قصاص کا حق عطا کرتا ہے تو اسے نفسی راحت بہم پہنچاتا ہے جب کہ حق کی تائید میں اسے اقتدار بھی عطا کرتا ہے۔ پھر جب قصاص کا اختیار رکھتا ہے، عفو و درگزر کی دعوت دیتا ہے اور یہ عفو و درگزر اختیار و مقدرت کے ساتھ ہوتا ہے۔

بلاشبہ انسان قصاص کی طاقت رکھتے ہوئے اگر معاف کر دیتا ہے تو یہ چیز باعثِ رحمت ثابت ہوتی ہے لیکن اگر ہم اسے قصاص کا حق نہ دیں اور آغاز ہی میں عفو و درگزر کی دعوت دیں، جیسا کہ مسیحیت کا طریقہ ہے تو اگر وہ اس دعوت پر لبیک کہے گا - اور ایسا شاذ و نادر ہی ہوگا - تو ناراضگی اور کڑھن کی حالت میں کرے گا۔ اس لیے کہ یہ مقدرت اور اقتدار کا عفو نہیں ہے، جس کی طرف اسلام بلاتا ہے بلکہ کمزوری اور درماندگی کا عفو ہے۔

اور عفو جس کی اسلام نے دعوت دی ہے، اکثر و بیشتر دو متحارب افراد کے مابین مستحکم دوستی پیدا کرتا ہے۔ اس لیے کہ قصاص پر قدرت رکھنے والے کی جانب سے عفو کی روش ظالم کو سخت چوٹ پہنچاتی ہے اور وہ مظلوم کو خوش کرنے اور اپنے آپ سے ظلم کا اثر ختم کرنے کی پوری کوشش کرتا ہے۔ لیکن جس عفو کی دعوت مسیحیت نے دی ہے وہ قصاص سے عاجز شخص کا عفو ہے اور یہ عفو مظلوم کو اطمینان نہیں دلاتا کیونکہ مجبوری کی حالت میں ہوتا ہے۔ اور دوسری طرف مظلوم کو کسی احسان کا بھی احساس نہیں ہوتا اس لیے کہ معاف کرنے والے کو قصاص پر کوئی قدرت ہی حاصل نہیں تھی کہ اس کے عمل میں کوئی رحمت اور احسان کا پہلو نمایاں ہوتا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صدق اور اس کی صورتیں

سچائی جیسی کوئی صفت نہیں ہے، جو معاشرے کے استحکام اور افراد کے مابین اعتماد کی ضمانت دے سکے۔ اسی لیے اسے فضائل اخلاق کی بنیاد قرار دیا گیا ہے، جس پر معاشرے کی عمارت تعمیر ہوتی ہے اور اسے قوموں کی ترقی کا عنوان کہا گیا ہے۔

یہ صفت جیسے ہی ختم ہوتی ہے، بے اعتمادی اور تعاون کا فقدان اس کی جگہ لے لیتا ہے۔ چنانچہ سچائی معاشرے کی ضرورت ہے جسے مدرسہ اور خاندان میں زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے پر زور دیا جانا چاہیے۔ اس سے حقوق کی بازیافت ہوتی ہے اور انسانوں کے درمیان باہم اعتماد اسی سے پیدا ہوتا ہے، اسی لیے اللہ نے مسلمانوں کو اس صفت سے متصف ہونے کی دعوت دی ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ۝ (التوبہ:۱۱۹)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کا ساتھ دو۔''

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا۝ۙ

(الاحزاب: ۷۰)

''اے ایمان لانے والو، اللہ سے ڈرو اور ٹھیک بات کہا کرو۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سچائی کی دعوت دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

علیکم بالصّدق فإنّ الصّدق یهدی إلَی البرّ و إنّ البرّ یهدی إلَی الجنّة وما یزال الرجل یصدق ویتحرّی الصدق حتّی یُکتَب عند اللّٰه صدیقًا و إیّاکم والکذبَ فإنّ الکذب یهدی إلی الفجور و إنّ الفجور یهدی إلَی النّار وما یزال الرجل یکذب و یتحرّی الکذب حتی یُکتَب عند اللّٰه کذّابًا۔

''سچائی کو اختیار کرو اس لیے کہ سچائی نیکی کا راستہ دکھاتی ہے اور نیکی جنت کا راستہ دکھاتی ہے۔ آدمی برابر سچ بولتا رہتا ہے اور سچائی کو اختیار کیے رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہاں راست باز لکھ دیا جاتا ہے۔ اور جھوٹ سے بچو اس لیے کہ جھوٹ معصیت کی طرف لے جاتا ہے اور معصیت جہنم کی طرف لے جاتی ہے۔ آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے اور جھوٹ کو اختیار کیے رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ کی یہاں جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے"۔

امانت داری

صدق کی ایک شکل امانت داری ہے، جو انسان کی اعلیٰ ترین صفات میں شمار کی جاتی ہے۔ یہ ان مضبوط ستونوں میں سے ہے جن پر کسی بھی صحت مند معاشرے کی عمارت قائم ہوتی ہے اور جن سے وہ خیر حاصل کرتا ہے۔ اس لیے ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام اسے مسلمانوں کی صفت قرار دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُوْنَ ۝ (المومنون:۸)

"اور جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد و پیمان کا پاس رکھتے ہیں۔"

سچائی کی ایک شکل وفائے عہد بھی ہے، جو ان پسندیدہ صفات میں سے ہے جن سے انسان کی تزئین ہوتی ہے۔ یہ اس دنیا میں کامیابی کے حصول کا ایک جوہری سبب ہے۔ یہ آج کی ترقی یافتہ قوموں کی نمایاں ترین صفت سمجھی جاتی ہے، جو اس کی شدید حفاظت کرتی ہیں۔ قرآن نے اس صفت کو اختیار کرنے کی دعوت دی اور اپنے نبی اسماعیلؑ کی مدح کرتے ہوئے فرمایا ہے:

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ ۚ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ۝ (مریم:۵۴)

"اور اس کتاب میں اسماعیل کا ذکر کرو۔ وہ وعدے کا سچا تھا اور رسول نبی تھا۔"

سچائی سوسائٹی کی ضروریات میں شامل ہے اور جیسا کہ ہم دیکھ رہے ہیں قرآن نے اس سے غفلت نہیں برتی ہے۔ اس نے اس صفت کو اختیار کرنے کی اسی طرح دعوت دی، جس طرح ہر اس خوبی اور خصلت کو اپنانے کی دعوت دی ہے جو انسانی معاشرہ کو ترقی سے ہم کنار کر سکے اور اسے ہر اُس خرابی سے بلند رکھ سکے، جو اس کی شخصیت کو متاثر کر سکتی ہو۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اصلاح بین الناس

اسلام میں خیر کا پورا مفہوم بس یہی نہیں ہے کہ انسان اپنی زندگی میں راست روی اختیار کرے، دوسروں کو نقصان پہنچانے سے اجتناب کرے اور اسے صرف اپنے نفس کی اصلاح کی فکر دامن گیر ہو، بلکہ اسلام میں خیر کا مفہوم یہ بھی ہے کہ انسان کی کوشش دوسروں کی اصلاح کی طرف بھی ہو۔

انسانوں کی اصلاح ایک مومن کا اہم ترین مقصد ہونا چاہیے۔ اس لیے کہ دو اشخاص کے درمیان عداوت لازمی طور سے ان کے حامی دوستوں کے درمیان نفرت میں تبدیل ہو جاتی ہے اور بسا اوقات امت جماعتوں میں منقسم ہو جاتی ہے جن کا کام ایک دوسرے کو زک دینے اور چوٹ لگانے کے سوا اور کچھ نہیں رہتا اور بات لڑائی جھگڑے سے آگے بڑھ کر خوں ریزی تک جا پہنچتی ہے۔

اصلاح بین النّاس کی صفت نفس انسانی کی ارفع خصلت ہے، جس کا صدور ایسے ہی دلوں سے ہو سکتا ہے جو پاکیزہ ہوں، دوسروں سے محبت کرتے ہوں اور ان کے دفاع میں پیش رہتے ہوں۔ اجتماعی اصلاح سے بڑھ کر کوئی چیز ایسی نہیں، جو معاشرے کو منفعت اور خیر سے ہم کنار کر سکے اور انسانوں کو ایک ایسی وحدت میں پرو دے، جس کا ہر فرد دوسرے کے لیے سعی و جہد کرے۔ اسی لیے اللہ نے مسلمانوں کے درمیان رشتۂ اخوت کا ذکر کرنے کے بعد اصلاح کا حکم دیا۔ فرمایا:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ (الحجرات:۱۰)

''مومن تو ایک دوسرے کے بھائی ہیں لہٰذا اپنے بھائیوں کے درمیان تعلقات کو درست کرو۔''

مسلمانوں کے مختلف گروہوں کے درمیان اصلاح اور درستی تعلقات کی دعوت دی۔ فرمایا:

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ

(الحجرات:۹)

''اور اگر اہل ایمان میں سے دو گروہ آپس میں لڑ جائیں تو ان کے درمیان صلح کراؤ۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زوجین کے درمیان اصلاح حال کی طرف اس طرح دعوت دی:

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ۭ (النساء:۳۵)

''اور اگر تم لوگوں کو کہیں میاں اور بیوی کے تعلقات بگڑ جانے کا اندیشہ ہو تو ایک حکم مرد کے رشتے داروں میں سے اور ایک عورت کے رشتے داروں میں سے مقرر کرو۔ وہ دونوں اصلاح کرنا چاہیں گے تو اللہ ان کے درمیان موافقت کی صورت نکال دے گا۔''

معاشرتی اصلاح کا ثواب اللہ تعالیٰ مندرجہ ذیل آیت میں بیان کرتا ہے:

لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۢ بَيْنَ النَّاسِ ۭ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَاۗءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا۝ (النساء:۱۱۴)

''لوگوں کی خفیہ سرگوشیوں میں اکثر و بیشتر کوئی بھلائی نہیں ہوتی۔ ہاں اگر کوئی پوشیدہ طور پر صدقہ وخیرات کی تلقین کرے یا کسی نیک کام کے لیے یا لوگوں کے معاملات میں اصلاح کرنے کے لیے کسی سے کچھ کہے تو یہ البتہ بھلی بات ہے اور جو کوئی اللہ کی رضا جوئی کے لیے ایسا کرے گا اسے ہم بڑا اجر عطا کریں گے۔''

یعنی لوگوں کی سرگوشیوں میں اکثر و بیشتر کوئی خیر نہیں ہوتا کیونکہ وہ گناہ کے کاموں میں ہی ملوث رہتے ہیں۔ دوسروں کی غیبت، عیب جوئی اور بدگوئی میں مصروف رہتے ہیں یا چند متعین افراد کے خلاف خفیہ سازشیں کرتے رہتے ہیں تاکہ نفوذ و اقتدار میں ان پر برتری حاصل کر سکیں۔ قرآن نے سرگوشی کی حد بندی کر دی ہے، جس کا خیال رکھنا چاہیے۔ وہ یہ کہ محتاج اور ضرورت مند طبقات کی ضروریات کی کفالت، خیر اور احسان کا حکم اور اصلاح معاشرت وغیرہ قسم کی گفتگو میں اس ممانعت سے خارج ہیں، جو شخص رضائے الٰہی کے لیے ان اعمال کو انجام دے گا اور اللہ کی خوش نودی کا جویا ہوگا تو اسے اللہ تعالیٰ اجر عظیم اور بے پایاں ثواب سے نوازے گا۔

یہ قرآنی نص اُس اخلاقی بلندی کے اعلیٰ ترین مفہوم کو محیط ہے، جس کی جماعت اور قوم دونوں امن واستحکام کے قیام کے لیے حاجت مند ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آج انسانیت حیرانی وسرگشتگی اور باہمی کشمکش کا لقمہ اس لیے بن رہی ہے کہ اس نے ان بلند اقدار واعلیٰ تعلیمات پر عمل کرنا چھوڑ دیا ہے۔

تعاون

روحانی زندگی کی ایک نمایاں ترین صفت یہ ہے کہ اجتماعی زندگی کو بلند اور ترقی یافتہ معیار تک پہنچانے کے لیے اس کے افراد کے درمیان تعاون علی البرّ کا جذبہ ہوتا ہے، جس سے پورے معاشرے میں خوشحالی اور فارغ البالی پیدا ہوتی ہے اور مصائب وآلام سے انسان چھٹکارا پاجاتے ہیں۔

تہذیب جدید نے باہمی تعاون کے جوہر کا ادراک کرلیا ہے، اس کے اندر رفاہی اور فلاحی ادارے عام ہوگئے ہیں یہاں تک کہ کوئی شہر ان اداروں سے خالی نہیں رہا۔ یہ اس بات پر محکم دلیل ہے کہ فرد اور معاشرہ کی خوشحالی کے لیے باہمی تعاون کی افادیت اور ضرورت ہے۔

قرآن کریم میں باہمی تعاون کے اصول پر خاصا زور دیا گیا ہے۔ مندرجہ ذیل آیت جو بلند تر روحانی مفہوم پر حاوی ہے، اس اصول کی طرف کھلے لفظوں میں بلاتی ہے:

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۖ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۖ (المائدۃ:۲)

''جو کام نیکی اور خدا ترسی کے ہیں اُن میں سب سے تعاون کرو اور جو گناہ اور زیادتی کے کام ہیں اُن میں کسی سے تعاون نہ کرو۔''

قرآن نے نیکی اور خدا ترسی کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون کرنے کا حکم دیا ہے۔ 'برّ' کا لفظ لغت میں عطیہ، احسان، اطاعت، صلاح اور صدق کے معنوں میں آتا ہے۔ چنانچہ برّ، جیسا کہ واضح ہوتا ہے، بہت سے فضائل کا جامع کلمہ ہے اور تقویٰ، خوف خداوندی اور اطاعت الٰہی کا نام ہے۔ چنانچہ 'تعاون علی البرّ والتقوٰی' کے الفاظ ہر اس عمل میں باہمی تعاون پر مشتمل ہیں، جس سے خیر ظہور میں آئے چاہے اس کا تعلق اخروی سعادت کے وسائل سے ہو یا امت کی بیداری وبہتری سے متعلق ہو، جیسے مدارس ومکاتب، اسپتال اور سرائے وغیرہ کی تعمیر اور دوسرے رفاہی کام۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے بعد آیت کے نصف حصہ میں ظلم اور گناہ کے کاموں سے روکا گیا ہے۔ 'اثم' لغت میں اس عمل کو کہتے ہیں جو حلال اور جائز نہ ہو اور یہ تمام رذائل اخلاق پر حاوی ہے۔ 'عدوان' صریح ظلم کو کہتے ہیں۔ چنانچہ اثم اور عُدوان میں وہ تمام اعمال داخل ہو گئے جن سے آدمی کو یا معاشرہ کو فساد اور نقصان پہنچے۔

قرآنی آیت پر غور و فکر کرنے والا اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ یہاں تعاون کی دعوت دینے اور برّ اور تقویٰ کے اندر اسے مخصوص کر دینے تک معاملہ محدود نہیں ہے بلکہ اس سے آگے بڑھ کر اللہ کی معصیت اور خلق خدا کی ضرر رسانی کے کاموں میں تعاون کرنے سے بھی روک دیا گیا۔

اسلام مطلق تعاون کی دعوت نہیں دیتا الّا یہ کہ یہ عمل اپنی اور غیروں کی خوش حالی میں معاون ہو۔ یہ وہ عمل ہے جس کو جماعتیں اور قومیں اگر اختیار کر لیں تو وہ اطمینان و سلامتی انہیں میسّر آ سکتی ہے، جس کی وہ آس لگائے بیٹھی ہیں۔

ایثار

جن بلند اخلاق سے انسان کی تزئین و آرائش ہوتی ہے ان میں ایک ایثار بھی ہے، جس نے انسانیت کو خیر کی عظیم دولت سے ہم کنار کیا ہے۔ ایثار خدمت انسانیت کے لیے سعی و جہد کرنے والے بڑے انسانوں کا دائمی شعار رہا ہے۔ اس کے برعکس خود غرضی کی صفت ہے، جس کے بیان میں سنت ہلیر نے مسلک افلاطون کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے۔

> انسان کی بدترین برائی اس کا وہ عیب ہے، جو ہم سب کے ساتھ پیدائش کے وقت سے ہی لگا رہتا ہے۔ ہر انسان اس معاملے میں رواداری سے کام لیتا ہے۔ اس لیے تم دیکھو گے کہ اس سے بچا ہوا کوئی نہیں ہے۔ اس عیب کو لوگوں نے خود پسندی کا نام دیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ خود پسندی کے کچھ اچھے اور برحق پہلو بھی ہیں بلکہ یہ ضروری ہے۔ اس لیے کہ مزاج ہی وہ چیز ہے جو اس خود پسندی پر سوار رہتا ہے۔ لیکن جب اس میں افراط پیدا ہو جائے تو ہماری تمام غلطیوں کی علت وہی بن جاتی ہے اور اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں کوئی چیز رکاوٹ نہیں بن پاتی۔ انسان حد درجہ سہولت کی وجہ سے واجبات وفرائض سے آنکھیں بند کرلیتا ہے، وہ حق، پاکیزہ اور خوب صورت چیزوں کے خلاف فیصلہ کر بیٹھتا ہے کیوں کہ وہ واجبی طور پر یہ سمجھے رہتا ہے کہ حق کے فوائد پر نجی فوائد کو اسے ترجیح دینی ہے۔ جو شخص رجل عظیم بننا چاہتا ہے اس کے لیے مناسب نہیں ہے کہ وہ خود پسندی اور اس جیسی دوسری قبیح صفات سے متصف ہو اور اس کے لیے ناگزیر ہے کہ خیر ہی کو پسند کرے چاہے معاملہ اپنا ہو یا دوسروں کا۔ اور اپنے طرز عمل میں ہزاروں غلطیاں نہ کر بیٹھے کہ ان سے بچنا اس کے لیے ممکن ہی نہ رہ جائے''۔(۸)

معاشرہ کے افراد کے درمیان محبت پیدا کرنے میں ایثار وقربانی کا زبردست رول رہا ہے۔ یہ جذبہ انھیں ایک دوسرے سے اس حد تک پیار کرنے والا بنا دیتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کی عزت وآبرو کا دفاع کرتے ہیں۔ خودغرضی کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ یہ صفت انسان کو مکروہ و مذموم بنا دیتی اور معاشرہ سے نکال باہر کرتی ہے۔ اس لیے کہ وہ معاشرہ کے تئیں اپنے فرائض ادا کرنا نہیں چاہتا۔

قرآن نے ایثار وقربانی کی دعوت دی اور ان لوگوں کی تعریف کی، جو اس صفت سے متصف ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۭ وَ مَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (الحشر:۹)

''اور اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں خواہ اپنی جگہ خود محتاج ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ اپنے دل کی تنگی سے بچا لیے گئے وہی فلاح پانے والے ہیں۔''

اس آیت کے شان نزول کے سلسلے میں بخاری ومسلم کی روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی اللہ کے رسول کے پاس آیا اور درخواست کی کہ مجھے سخت بھوک لگی ہے تو اللہ کے رسولؐ نے اپنی ازواج کے ہاں پتہ کروایا مگر ان کے ہاں سے کوئی مثبت جواب نہ ملا تو اللہ کے رسولؐ نے فرمایا: ہے کوئی آدمی جو آج رات اس شخص کی ضیافت کرے، اللہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی اس پر رحمت ہو؟ ابوطلحہؓ نے کہا: میں حاضر ہوں اے اللہ کے رسول، یہ کہہ کر ابوطلحہؓ اپنی بیوی کے پاس گئے اور اس سے کہا: رسول اللہؐ کے مہمان کی خاطر تواضع کرو۔ اس نے کہا: بہ خدا یہاں صرف بچوں کا کھانا ہے۔ شوہر نے کہا: بچے جب شام کا کھانا مانگیں تو انہیں سُلا دو اور (کھانا کھاتے وقت) چراغ بجھا دو ہم مہمان رسولؐ کی خاطر آج فاقہ کر لیں گے۔ چنانچہ بیوی نے ایسا ہی کیا۔ پھر آدمی صبح اللہ کے رسول کی خدمت میں گیا تو آپؐ نے فرمایا: اللہ رات میں فلاں مرد اور فلاں عورت سے خوش ہو گیا اور ان دونوں کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی۔ پھر آپؐ نے وَيُؤْثِرُوْنَ الخ آیت تلاوت فرمائی۔

یہ واقعہ بتاتا ہے کہ اسلام اپنے پیروکاروں میں کس درجہ عمیق تربیت کی تخم ریزی کرتا ہے۔ اس واقعہ میں ان لوگوں کے لیے درس عبرت ہے، جو معاشرے کے خیر کے لیے روحانی بلندی کے طالب ہیں۔ پھر کوئی تعجب نہیں رہ جاتا کہ قرآن نے ایثار کی تعریف کی اور اس کی طرف اسی طرح دعوت دی، جس طرح ان تمام انسانی فضائل کی دعوت دی جو انسانی زندگی کو سعادت مند بناتے ہیں۔

خوش گفتاری

اہم اور غیر اہم مسائل جو خاندان اور معاشرے میں پیدا ہوتے رہتے ہیں، اگر ان کا باریک بینی سے جائزہ لیا جائے تو آپ دیکھیں گے کہ بسا اوقات اس کا سرچشمہ وہ بدکلامی ہوتی ہے۔ جو آدمی سے بغیر سوچے سمجھے سرزد ہو جاتی ہے اور اس کے نتیجے میں مخاطب اس سے نفرت کرنے لگتا ہے۔ اور بسا اوقات ایسے جھگڑے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں جن سے آدمی کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔

ایک ترقی یافتہ معاشرہ کے قیام اور کامیابی کے حصول کے لیے خوش گفتاری ایک عظیم سرچشمہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس لیے مربّیوں اور مصلحین نے اس کی طرف توجہ دی ہے اور اس پر متعدد کتابیں تصنیف کی ہیں جن میں بتایا ہے کہ انسان کو کس طرح مخاطب سے بات کرنی چاہیے اور نرم اور شیریں لہجہ کا خیال رکھنا چاہیے۔ اچھی گفتگو کے ساتھ شیریں لہجہ کا انتخاب ہی انسان کو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے ماحول میں محبوب اور چہیتا بناتا ہے، میدان عمل میں ترقی کی راہیں کھولتا ہے اور ایسے مخلص احباب فراہم کرتا ہے، جو اس زندگی کے میدان میں اسے بیش از بیش تعاون دیتے ہیں۔ قرآن نے علاج کے اس پہلو سے غفلت نہیں برتی۔ اس نے مسلمانوں کو نصیحت کی کہ وہ اچھی بات کریں۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَقُلْ لِّعِبَادِیْ یَقُوْلُوا الَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ الشَّیْطٰنَ یَنْزَغُ بَیْنَهُمْ ؕ (بنی اسرائیل: ۵۳)

''اور اے نبیؐ، میرے بندوں سے کہہ دو کہ زبان سے وہ بات نکالا کریں جو بہترین ہو، بے شک شیطان انسانوں کے درمیان فساد ڈلوانے کی کوشش کرتا ہے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ اپنی گفتگو اور بات چیت میں اچھی چیزوں کا انتخاب کریں۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتے اور بُری باتیں بناتے ہیں تو شیطان ان کے درمیان فساد پیدا کرے گا اور لڑائی جھگڑا کروا دے گا۔ ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کہتا ہے:

وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا (البقرۃ: ۸۳)

''لوگوں سے بھلی بات کہو۔''

اللہ تعالیٰ آواز کو پست کرنے کا حکم دیتا ہے اور بلند و کرخت آواز کو گدھے کی آواز سے تشبیہ دیتا ہے تاکہ اس سے نفرت پیدا ہو۔ فرماتا ہے:

وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ؕ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِیْرِ ؕ (لقمان: ۱۹)

''اور اپنی آواز پست رکھ، سب آوازوں سے زیادہ بُری آواز گدھوں کی آواز ہوتی ہے۔''

اللہ عزوجل انسانوں کے ساتھ حسن معاملہ کرنے اور سختی و ترشی سے بچنے کا حکم دیتا ہے۔ اپنے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَ لَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِیْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۪ (آل عمران: ۱۵۹)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''یہ اللہ کی بڑی رحمت ہے کہ تم ان لوگوں کے لیے بہت نرم مزاج واقع ہوئے ہو۔ ورنہ اگر کہیں تم تند خو اور سنگ دل ہوتے تو یہ سب تمہارے گرد و پیش سے چھٹ جاتے۔''

اس کا مطلب یہ ہے کہ اے پیغمبر، اس رحمت کی وجہ سے جو اللہ نے تم پر نازل کی ہے، تم اپنی قوم کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرتے رہو۔ اگر تم سخت دل، بدخُلق اور تُند خو ہوتے تو یہ تمہارے پاس سے بھاگ کھڑے ہوتے اور بدک جاتے۔ یہاں مقصد مسلمانوں کی رہنمائی کرنا ہے کہ تالیف قلب کے لیے حسن معاملہ اور خوش گفتاری بنیادی ضرورت ہے۔ خاص طور سے جب کہ قوموں کی قیادت کا مرحلہ درپیش ہوتا کہ دل اکٹھے ہوں اور قوم میں ان کی بات سنی جائے۔

یہ ہے وہ اخلاق جو قرآن انسانوں کے درمیان محبت پیدا کرنے کے لیے ابھارتا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اس سے کوئی ایسی جماعت بے نیاز نہیں ہوسکتی، جو اس زندگی میں سلامتی اور سعادت کی خواہش مند ہے۔

صحبتِ صالح

انسانی اخلاق کو سنوارنے والی اہم ترین صفت صحبت صالح بھی ہے۔ انسان تقلید اور پیروی کا شوقین ہے۔ وہ جس طرح پوشاک اور لباس میں اپنے گرد و پیش کے لوگوں کی تقلید کرتا ہے اسی طرح اعمال میں بھی ان کی پیروی کرتا ہے اور ان کے اخلاق کو اختیار کرتا ہے۔ کسی حکیم کا کہنا ہے: ''تم اپنے مصاحب کی مجھے خبر دے دو میں تمہیں بتادوں گا کہ تم کون ہو''۔

اچھے لوگوں کی صحبت دلوں میں پاکیزہ اخلاق کی تخم ریزی کرتی ہے اور اسے بلند امور کی طرف کھینچتی ہے۔ لیکن بُروں کی صحبت اخلاق کو گندہ کردیتی ہے اور گناہوں میں اسے لت پت کردیتی ہے اور انسان کے درمیان اور عظیم اعمال کی انجام دہی کے درمیان بعد اور مسافت پیدا کردیتی ہے۔

نیک ساتھی بلاشبہ اس زندگی کی سب سے عظیم نعمت ہے۔ وہی مصیبتوں میں ڈھارس بندھاتا ہے، حق کے راستے کا امانت دار مرشد ثابت ہوتا ہے اور اس زندگی میں کامیابی کی راہ دکھاتا ہے۔ اس زندگی کے کامیاب ترین افراد، عبقری صلاحیت کے حامل اور بلند منصب کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مالک افراد اپنی کامیابی کا سبب یہ بتاتے ہیں کہ انہوں نے نیک ساتھی کا انتخاب کیا تھا اور اس کی رہنمائی میں اس زندگی کا سفر کیا تھا اور اس کی نصیحتوں سے فائدہ اٹھایا تھا۔

قرآن کریم ایسے نیک افراد کو منتخب کرنے کی دعوت دیتا ہے جن کے اندر اطاعت الٰہی اور نافرمانی و گناہ سے اجتناب کا جذبہ پایا جاتا ہو۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَ اصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰهُ وَ كَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ۝ (الکہف:۲۸)

''اور اپنے دل کو ان لوگوں کی معیت پر مطمئن رکھو، جو اپنے رب کی رضا کے طلب گار بن کر صبح و شام اُسے پکارتے ہیں اور ان سے ہرگز نگاہ نہ پھیرو۔ کیا تم دنیا کی زینت پسند کرتے ہو؟ کسی ایسے شخص کی اطاعت نہ کرو، جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور جس نے اپنی خواہشِ نفس کی پیروی اختیار کر لی ہے اور جس کا طریق کار افراط و تفریط پر مبنی ہے۔''

اس آیت میں اللہ نے اپنے رسول کو اور تمام مسلمانوں کو ان نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرنے کا حکم دیا ہے، جو اللہ کی ہدایت کے پیرو ہیں تاکہ ان کی اقتدا کر سکیں۔ ان کے اخلاق سے استفادہ کر سکیں اور ان کی صحبت سے دور رہ کر دوسرے انسانوں کی طرف نہ لپکیں تاکہ اس جھوٹی زندگی کے چند مظاہر حاصل ہو جائیں۔ پھر اللہ نے مسلمانوں کو ان بُرے لوگوں کی صحبت سے روک دیا جو اللہ کی یاد سے غافل ہیں، خواہشِ نفس کی پیروی میں مگن ہیں اور اپنے اعمال میں حق کے حدود سے تجاوز کرنے والے ہیں۔

اس مفہوم کو ایک دوسرے مقام پر بھی اللہ تعالیٰ بیان کرتا ہے:

فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى ۙ عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝ (النجم:۲۹)

''جو شخص ہمارے ذکر سے منہ پھیرتا ہے اور دنیا کی زندگی کے سوا جسے کچھ مطلوب نہیں ہے، اُسے اس کے حال پر چھوڑ دو۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ وضاحت کرتا ہے کہ ایک مومن کے شایاں نہیں ہے کہ وہ ان لوگوں سے دوستی کرے، جو اپنے رب کا غضب مول لے رہے ہیں چاہے وہ انسانوں میں سب سے زیادہ قریبی ہوں۔ اور ہر بُرا فعل غضبِ خداوندی کو دعوت دیتا ہے:

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ؕ (المجادلۃ:۲۲)

''تم کبھی یہ نہ پاؤ گے کہ جو لوگ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والے ہیں وہ اُن لوگوں سے محبت کرتے ہوں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی ہے خواہ وہ ان کے باپ ہوں یا ان کے بیٹے، یا اُن کے بھائی یا ان کے اہل خاندان۔''

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک حدیث میں اچھے اور برے ساتھی کی بڑی عمدہ تصویر کشی کی ہے:

مَثَل الجليس الصالح وجليس السوء كحامل المسک ونافخ الكير فحامل المسک إما أن يحذيک وإما أن تبتاع منه وإما أن تجد منه ريحًا طيبةً ونافخ الكير إمّا أن يحرق ثوبک و إمّا أن تجد منه ريحًا خبيثةً۔(۱۰)

''نیک ہم نشیں اور بُرے ہم نشیں کی مثال مشک کے حامل اور بھٹی میں پھونکنے والے کی ہے۔ مشک بیچنے والا یا تو آپ کو مشک دے دے گا یا آپ اس سے خرید لیں گے یا اس سے اچھی خوشبو حاصل کر سکیں گے لیکن بھٹی میں پھونکنے والا شخص آپ کے کپڑے جلا دے گا یا اس کی بدبو آپ محسوس کریں گے''۔

نیک ساتھی کو منتخب کرنے کے سلسلے میں یہ اسلام کی تعلیمات ہیں تاکہ ہم ہمیشہ خیر کی طرف بڑھتے رہیں اور غلطیوں سے بچتے رہیں۔

اجازت لینا اور سلام کرنا

متمدن قوموں کی نمایاں اور ممتاز صفت یہ ہے کہ ان کے باہمی تعلقات میں کچھ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آداب اور بہترین روایات ہوتی ہیں جن کی وہ پیروی کرتی ہیں۔ اسلام جس نے جسم وروح کی تمام ضروریات کی تکمیل کی ہے، اس نے ان آداب سے غفلت نہیں برتی ہے جن کا اختیار کرنا اس کے پیروکاروں پر واجب ہے۔ اس نے ان آداب پر کما حقہٗ توجہ دی ہے۔ اس سے ذوق کی بلندی اور شعور کے کمال کا پتہ چلتا ہے۔

جن آداب کو اسلام نے رائج کیا ہے ان میں اجازت لینا اور سلام کرنا بھی ہے۔ یہ دونوں وہ صفات ہیں، جو تہذیب وتمدن کے حاملین کی ممتاز خوبیاں سمجھی جاتی ہیں۔ آپ دیکھتے ہیں کہ وہ ان کا حد درجہ اہتمام کرتے ہیں اور ان میں کسی قسم کے تسامح سے کام نہیں لیتے۔ اسلام نے صدیوں پہلے اپنے پیروکاروں کو اس کی تاکید کی تھی۔ قرآن میں ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ○ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ○ (النور: ۲۷، ۲۸)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اپنے گھروں کے سوا دوسروں کے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو جب تک کہ گھر والوں کے حالات سے مانوس نہ ہو جاؤ اور گھر والوں پر سلام نہ بھیج لو، یہ طریقہ تمہارے لیے بہتر ہے، توقع ہے کہ تم اس کا خیال رکھو گے۔ پھر اگر وہاں کسی کو نہ پاؤ تو داخل نہ ہو جب تک کہ تم کو اجازت نہ دے دی جائے اور اگر تم سے کہا جائے کہ واپس چلے جاؤ تو واپس ہو جاؤ یہ تمہارے لیے زیادہ پاکیزہ طریقہ ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے خوب جانتا ہے۔''

یہاں اللہ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ کسی گھر میں داخل ہونے سے پہلے اچھی طرح غور وفکر کر لیں تاکہ یہ ملاقات زیادہ سے زیادہ نتیجہ خیز ثابت ہو سکے اور مخاطب پر کسی طرح کا بار نہ ہو۔ اس میں وقت کا انتخاب بھی شامل ہے، جو ملنے کے لیے مناسب ہو۔ وہ وقت ایسا نہ ہو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس میں کوئی فرد آرام کرنا پسند کرتا ہے۔ بلکہ اس کے برعکس وہ خوش آمدید کہنے کے لیے تیار ہو اور اس ملاقات سے خوشی محسوس کر سکے۔

اس کے بعد اللہ نے مسلمانوں سے سلام کرنے کا حکم دیا۔ قرآن والدین کی رہنمائی کرتا ہے کہ وہ اپنے بچوں کو اُن تین اوقات میں اجازت لینے کی تربیت دیں، جو آرام کے، اور نشست اور پہناوے میں بے تکلفی کے اوقات ہوتے ہیں اور جن میں مرد اور اس کی بیوی کے درمیان تمام پردے اٹھ جاتے ہیں، تاکہ بچہ کسی ایسی حرکت سے واقف نہ ہو سکے، جس کا چھپایا جانا ضروری ہے۔ ان تینوں اوقات کی تعیین قرآن کی اس آیت نے کر دی ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ؕ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ؕ (النور:۵۸)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، لازم ہے کہ تمہارے لونڈی غلام اور تمہارے وہ بچے جو ابھی عقل کی حد کو نہیں پہنچے ہیں، تین اوقات میں اجازت لے کر تمہارے پاس آیا کریں، صبح کی نماز سے پہلے اور دوپہر کو جب کہ تم کپڑے اتار دیتے ہو اور عشاء کی نماز کے بعد، یہ تین وقت تمہارے لیے پردے کے ہیں۔''

سلام کا جواب دینا

ایک طرف اسلام نے سلام اور اجازت کا قانون بنایا تو دوسری طرف اس نے سلام کا جواب دینے پر انسانوں کو ابھارا اس لیے کہ عداوت اور نفرت کے جذبات ابھارنے میں سلام کا جواب نہ دینے سے زیادہ کوئی رذیل صفت اپنا رول نہیں ادا کرتی۔ اس سے سلام کا جواب نہ دینے والے کی جانب سے حقارت اور تکبر کا احساس بھی جھلکتا ہے۔ اسلام نے محض سلام کا جواب دینے کی تلقین نہیں کی بلکہ افضل انداز میں جواب دینے کی نصیحت کی۔ یہ اُس اخلاقی ادب کی انتہا ہے، جس کا اسلام اپنے پیروکاروں کو حکم دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَ اِذَا حُیِّیْتُمْ بِتَحِیَّةٍ فَحَیُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا ؕ (النساء:۸۶)

''اور جب کوئی احترام کے ساتھ تمہیں سلام کرے تو اس کو اس سے بہتر طریقہ پر جواب دو یا کم از کم اُسی طرح۔''

یہ ہے قرآن کا وہ اخلاق، جو کسی ایسے گوشے سے غفلت نہیں برتتا جو امت کو ترقی دے سکے، اس کے اخلاق کو سنوار سکے اور اس کی عادات و خصائل کو اس حد تک بلند کر سکے، جہاں اس کی سعادت مضمر ہے۔

---

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حواشی

(۱) اس بحث کا مرجع ڈاکٹر احمد امین کی ''کتاب الاخلاق'' اور عبداللہ اباحی کی ''کتاب الحیاۃ الروحیّہ'' ہیں۔

(۲) محمد عادل زعیتر کے عربی ترجمہ ص ۴۵۴ سے ماخوذ۔ گستاؤ لیبان (Gustave Lebon 1841-1931) بنیادی طور پر اپنی کتاب The Crowd کی وجہ سے کافی مشہور ہوا۔ اس کی علمی مقبولیت دراصل تین طویل ادوار کا مرہون ہے۔ علم بشریات اور اثریات، تجرباتی ونظریاتی نیچرل سائنس اور آخر میں سماجی نفسیات میں مصنف کی دلچسپیوں نے بڑی علمی وتحقیقی کاوشوں اور تجربات وانکشافات کو اجاگر کیا۔ بنیادی طور پر وہ طب میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری رکھتا تھا اور اس نے اپنے پیشہ ورانہ کیریر کا آغاز یوروپ، شمالی افریقہ اور ایشیا کے اسفار سے کیا اور تقریباً آدھی درجن کتابیں تصنیف کیں۔ اس سلسلے کی آخری کتاب 'تمدّن ہند' ۱۸۹۳ میں منظر عام پر آئی۔ اس وقت مصنف کی عمر ۵۲ سال تھی۔ اس کی سب سے معروف کتاب The Crowd ۱۸۹۵ میں شائع ہوئی۔ (مترجم)

(۳) رواہ البخاری

(۴) اس فصل کا مرجع وہ بحث ہے جسے شیخ محمود شلتوت نے مجلۃ الازہر میں لکھا ہے

(۵) ڈاکٹر ذکی مبارک، تصوف اسلامی، جلد دوم، ص ۱۴۹

(۶) ''قول سدید'' سے مراد سچی بات ہے جس کا مقصد حق تک رسائی حاصل کرنا ہو۔

(۷) رواہ مسلم

(۸) مقدمہ کتاب الاخلاق از ارسطو، ترجمہ استاذ لطفی سیّد حصہ اوّل ص ۶۶

(۹) حاوَ کے معنیٰ ہیں اس نے دشمنی کی، اور غصہ مول لیا۔

(۱۰) رواہ مسلم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصل:۵

غیر اسلامی اخلاق

خواہش نفس کی پیروی

رزم گاہِ حیات میں انسان کو نفسانی خواہشات کی طرف سے بہت سے حملوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے جن میں وہ اپنے نجی مفادات کو ترجیح دیتا ہے چاہے ان کی زد دوسروں پر پڑ رہی ہو۔ اسے اس بات کی کوئی فکر نہیں ہوتی کہ اس کے اعمال خراب ہو رہے ہیں جب تک اس کی خواہشات اور رغبتوں کی شکم سیری ہوتی رہتی ہے۔

روحانی زندگی کا اہم ترین مقصد یہ ہے کہ وہ انسان کی خواہشات کے سامنے گھاٹی بن کر کھڑی ہو جائے اور نفس کی چاہتوں کی تکمیل کی راہ میں حائل ہو جائے۔ کیوں کہ نفسانی خواہش (۱) انسان کے طبیعی رجحانات کے نظام کو درہم برہم کر دیتی ہے۔ طبیعی حالت میں میلانات کا ایک خاص نظام اور ایک منظّم ترتیب ہوتی ہے، جو اعتدال اور توازن کی مقتضی ہوتی ہے لیکن جب انسان خواہشات نفس کے پھندوں میں پھنس جاتا ہے تو یہ طبیعی نظام بگڑ جاتا ہے اور اس میں خرابی پیدا ہو جاتی ہے اور اس کی طاقتیں ایک ہی بے قید منزل کی طرف رخ کر لیتی ہیں، جس سے میلانات کا توازن اور ان کی طبیعی ترتیب بگڑ جاتی ہے۔ ان میلانات میں سے کسی ایک کو قیادت مل جاتی ہے، جو دوسری تمام خواہشات کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن خواہشات نفس کے بارے میں کہتا ہے کہ اس سے اس زندگی کا وہ طبیعی نظام مختل ہو جاتا ہے، جس میں حق کی حکمرانی ضروری ہے۔ اللہ کا فرمان ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَلَوِاتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَ هُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَ مَنْ فِيْهِنَّ ط (المؤمنون:۷۱)

''حق کہیں اگر ان کی خواہشات کے پیچھے چلتا تو زمین اور آسمان اور ان کی ساری آبادی کا نظام درہم برہم ہو جاتا۔''

خواہش نفس کا سب سے بڑا نقصان اُن حکّام کے راستے سے آتا ہے، جن کی ذمے داری زمین میں عدل قائم کرنا ہے۔ اگر وہ اپنی خواہش کی پیروی کرنے لگیں اور طاقت وروں کی حمایت کرنے لگیں اور کمزوروں کو ستانے لگیں تو زمین میں فساد برپا ہو جائے اور اس کے ردِعمل میں پیہم انقلابات آنے لگیں جو اپنے جلو میں تخریب لیے ہوتے ہیں، جیسا کہ تاریخ کے ادوار میں بارہا ہو چکا ہے۔ اسی لیے قرآن میں داؤد علیہ السلام کو مخاطب کر کے ہمیں اس کی تعلیم دی گئی ہے:

يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ط اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ۝ (ص:۲۶)

''اے داؤد، ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ بنایا ہے، لہٰذا تو لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ حکومت کر اور خواہشِ نفس کی پیروی نہ کر کہ وہ تجھے اللہ کی راہ سے بھٹکا دے گی، جو لوگ اللہ کی راہ سے بھٹکتے ہیں یقیناً ان کے لیے سخت سزا ہے کہ وہ یوم الحساب کو بھول گئے۔''

خواہش نفس کی پیروی ہمیں یہاں کی زندگی کے حقائق سے غافل کر دیتی ہے۔ سولہویں صدی کے فلسفۂ جدیدہ کا باوا آدم فرانسس بیکن(۲) کا خیال ہے کہ حق تک پہنچنے کے لیے اُن چار اوہام سے نجات پانا ضروری ہے، جو ہم پر حق کے راستے بند رکھتے ہیں۔ ان میں سے ایک بلکہ سب سے اہم جنس کا وہم ہے۔ یہ اوہام اگلوں کی تقلید میں ایسی غلطیاں داخل کر دیتے ہیں جن پر عقل کی چھاپ لگی ہوتی ہے تاکہ آدمی کے لیے حق کا انکار کرنا آسان ہو جائے اور زمانے کے فعل یا وراثت کے اثر سے ذہن میں بیٹھے ہوئے عقیدہ یا رائے کا ترک کرنا مشکل ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ جب قرآن نے یہودیوں سے مباحثہ کیا اور انہیں محمد ﷺ کی رسالت اور آپ کے لائے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئے حق کو قبول کرنے کی دعوت دی تو یہ واضح کر دیا کہ اسلام پر ان کے ایمان نہ لانے کی وجہ ان کی خواہشات پرستی ہے، جو قدیم عقیدہ کو ترجیح دیتی ہے اور اگلوں کی اندھی تقلید کو روا رکھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے:

فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ ؕ وَ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ (القصص:۵۰)

''اب اگر یہ تمہاری دعوت پر لبیک نہیں کہتے تو سمجھ لو کہ دراصل یہ اپنی خواہشات کے پیرو ہیں اور اس شخص سے بڑھ کر کون گمراہ ہوگا، جو خدائی ہدایت کے بغیر بس اپنی خواہشات کی پیروی کرے۔ اللہ ایسے ظالموں کو ہرگز ہدایت نہیں بخشتا۔''

اور صحیح بات یہ ہے کہ اس زندگی میں خواہش نفس کی اکثر پیروی نفس کی کمزوری یا معرفت کی کمی کی وجہ سے ہوتی ہے۔ خواہش انسان کی عقل کو مغلوب کر دیتی ہے۔ چناں چہ دوسرے انسانوں کی طرح وہ ادراک کرتا ہے نہ نصیحت قبول کرتا ہے نہ غور و فکر کرتا ہے بلکہ اس کا ذہن ایک ہی نقطہ کے اردگرد گھومتا رہتا ہے۔ اور انسان کو جو چیز سب سے زیادہ محبوب ہوتی ہے اسے ہمیشہ اس کی فکر لگی رہتی ہے۔ وہ سوچتا ہے تو اسی کے بارے میں، کسی حقیقت کا اس پر انکشاف ہوتا ہے تو وہی چیز سامنے موجود رہتی ہے۔ خواہش کی منطق عقل کی منطق سے بالکل جدا ہوتی ہے۔ عقل کی منطق میں مقدمات نتائج پیدا کرتے ہیں لیکن جذبات کی منطق میں نتائج سے مقدمات پیدا ہوتے ہیں اسی لیے قرآن کہتا ہے کہ خواہشِ نفس انسان کو بغیر کسی علم کے گمراہ کر دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

بَلِ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ (الروم:۲۹)

''بلکہ ظالم بے سمجھے بوجھے اپنے تخیلات کے پیچھے چل پڑتے ہیں۔''

وَ اِنَّ كَثِيْرًا لَّيُضِلُّوْنَ بِاَهْوَآئِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ (الانعام:۱۱۹)

''بکثرت لوگوں کا حال یہ ہے کہ علم کے بغیر محض اپنی خواہشات کی بنا پر گمراہ کن باتیں کرتے ہیں۔''

قرآن خواہشِ نفس پر قابو پانے کی تدبیر بھی بتاتا ہے وہ یہ کہ آدمی اللہ کی طرف مکمل

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طور سے یکسو ہو جائے اور اس کے احکام کی مخالفت سے ڈرے۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے:

وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰىۙ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰىؕ (النّٰزعٰت: ۴۰، ۴۱)

''اور جس نے اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے کا خوف کیا تھا اور نفس کو بری خواہشات سے باز رکھا تھا تو جنت اسی کا ٹھکانہ ہوگی۔''

مجاہدۂ نفس کے ساتھ اللہ کا خوف ہی اس بات کی ضمانت دے سکتا ہے کہ ہم حق کے راستے سے منحرف نہ ہوں گے اور گمرہی کا صید زبوں ہونے سے محفوظ رہیں گے۔ خاص طور سے جب کہ یہ نفسی جہاد دینی فضا میں ہو اور اللہ کا عظیم ثواب حاصل کرنے کی طمع ہو۔

تکبّر

تکبر ایک معاشرتی خرابی ہے اور ان بہت سے آفات ومصائب کا سرچشمہ ہے، جو انسانی معاشرے پر نازل ہوتے ہیں۔ یہ تکبر ہی ہے جو افراد کے درمیان عداوت اور تفرقہ کے جراثیم بوتا ہے اور ان کی آپسی محبت اور تعاون کے جذبے پر قینچی چلا دیتا ہے۔

تکبر ہمیں ایک دوسرے سے محبت کرنے سے ہی نہیں روکتا بلکہ ہماری اخلاقی اصلاح کو ناممکن بنا دیتا ہے اس لیے کہ متکبر اپنے نقائص اور عیوب سے چشم پوشی کرتا ہے، اپنی قدر و قیمت کو اپنی حیثیت سے بڑھ کر سمجھتا ہے اور مدح سرائی و چاپلوسی کے سوا کسی قسم کی گفتگو سننے کے لیے اپنے کان بہرے کر لیتا ہے۔ اس لیے کہ جو اپنی نظروں میں گُھب جائے وہ دوسرے کی نصیحت پر کان کب دھرے گا۔ چناں چہ علماء کے علم سے وہ فائدہ اٹھا پاتا ہے نہ فضلاء و دانشوران سے استفادہ کر سکتا ہے۔ اور جہالت اور پستی کے ایسے گڑھے میں گرتا ہے جہاں کسی پہلو چین نصیب نہیں ہوتا۔

اللہ کی سنت رہی ہے کہ اس نے متکبروں کے دل رسولوں کی نشانیوں اور ہدایت وفلاح کی باتوں سے پھیر دیے اس لیے کہ ان متکبرین پر اللہ نے ضلالت وگمرہی لکھ دی ہے، جو اس کے غضب کا سبب بنے گی اور یہ ان کے تکبر کی پاداش میں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَ اِنْ یَّرَوْا کُلَّ اٰیَةٍ لَّا یُؤْمِنُوْا بِهَا ۚ وَ اِنْ یَّرَوْا سَبِیْلَ الرُّشْدِ لَا یَتَّخِذُوْهُ سَبِیْلًا ۚ وَ اِنْ یَّرَوْا سَبِیْلَ الْغَیِّ یَتَّخِذُوْهُ سَبِیْلًا ؕ

(الاعراف:۱۴۶)

''میں اپنی نشانیوں سے ان لوگوں کی نگاہیں پھیر دوں گا، جو بغیر کسی حق کے زمین میں بڑے بنتے ہیں وہ خواہ کوئی نشانی دیکھ لیں کبھی اس پر ایمان نہ لائیں گے، اگر سیدھا راستہ اُن کے سامنے آئے تو اسے اختیار نہ کریں گے اور اگر ٹیڑھا راستہ نظر آئے تو اس پر چل پڑیں گے۔''

قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ مستکبرین ہی رسولوں کی دعوت کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ تھے۔ اللہ نے اپنے نبی صالح علیہ السلام کی قوم کی حکایت ان لفظوں میں کی ہے:

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ اسْتَکْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قَالُوْۤا اِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ○ قَالَ الَّذِیْنَ اسْتَکْبَرُوْۤا اِنَّا بِالَّذِیْۤ اٰمَنْتُمْ بِهٖ کٰفِرُوْنَ○ (الاعراف:۷۵-۷۶)

''اس کی قوم کے سرداروں نے جو بڑے بنے ہوئے تھے، کمزور طبقہ کے ان لوگوں سے جو ایمان لے آئے تھے، کہا'' کیا تم واقعی یہ جانتے ہو کہ صالحؑ اپنے رب کا پیغمبر ہے؟'' انھوں نے جواب دیا'' بے شک جس پیغام کے ساتھ وہ بھیجا گیا ہے اسے ہم مانتے ہیں''۔ اُن بڑائی کے مدّعیوں نے کہا، جس چیز کو تم نے مانا ہے ہم اس کے منکر ہیں''۔

اپنے نبی شعیب علیہ السلام کی قوم کی حالت اس طرح بیان کی ہے:

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ اسْتَکْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّکَ یٰشُعَیْبُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَکَ مِنْ قَرْیَتِنَاۤ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِیْ مِلَّتِنَا ؕ

(الاعراف:۸۸)

''اس کی قوم کے سرداروں نے جو اپنی بڑائی کے گھمنڈ میں مبتلا تھے، اس سے کہا کہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اے شعیبؑ، ہم تجھے اور ان لوگوں کو جو تیرے ساتھ ایمان لائے ہیں اپنی بستی سے نکال دیں گے ورنہ تم لوگوں کو ہماری ملت میں واپس آنا ہوگا۔''

قوم عاد کی تاریخ اٹھا کر دیکھیے۔ ہدایت الٰہی سے استکبار کیا، اپنی بڑائی کے نشہ میں رسول کا انکار کر دیا اور دنیا و آخرت کی دردناک سزا کی مستحق بنی۔ قرآن کہتا ہے:

فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ۭ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۭ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ۝ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى وَهُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ۝ (حٰمٓ السجدہ: ۱۵، ۱۶)

''عاد کا حال یہ تھا کہ وہ زمین میں کسی حق کے بغیر بڑے بن بیٹھے اور کہنے لگے ''کون ہے ہم سے زیادہ زور آور''۔ اُن کو یہ نہ سوجھا کہ جس خدا نے ان کو پیدا کیا ہے وہ ان سے زیادہ زور آور ہے؟ وہ ہماری آیات کا انکار ہی کرتے رہے۔ آخر کار ہم نے چند منحوس دنوں میں سخت طوفانی ہوا ان پر بھیج دی تا کہ انہیں دنیا ہی کی زندگی میں ذلت و رسوائی کے عذاب کا مزہ چکھا دیں اور آخرت کا عذاب تو اس سے بھی زیادہ رُسوا کن ہے۔ وہاں کوئی ان کی مدد کرنے والا نہ ہوگا۔''

اللہ نے متکبرین کو آخرت میں عذاب الیم کی دھمکی دی ہے:

اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ۝ (الزمر: ۶۰)

''کیا جہنم میں متکبروں کے لیے کافی جگہ نہیں ہے؟''

یعنی کیا جہنم ان کو ان کے تکبر کے پاداش میں تکلیف دینے اور سزا سے دوچار کرنے کے لیے کافی نہیں ہے؟

ہمیں پوچھنے دیجیے، بھلا متکبر کس چیز پر گھمنڈ کرتا ہے، اپنی قدرت و طاقت پر؟ یا اپنی خوب صورتی و رعنائی پر؟ خوبصورتی ڈھلتی چھاؤں ہے، ہلکی سی بیماری اسے ہلا کر رکھ دیتی ہے۔ ہر روز زمانہ جسم پر اپنا عمل جاری رکھے ہوئے ہے یہاں تک کہ جوانی کے بعد بڑھاپے کا دور آ جاتا ہے۔ اگر وہ اپنی دولت و ثروت پر فخر کرتا ہے تو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ موت امیر و غریب میں کوئی فرق

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں کرتی اور انسان عنقریب اپنی ساری دولت دوسروں کے لیے چھوڑ کر چلا جائے گا۔ اسی لیے قرآنی آیات نے فخر جتانے سے روکا ہے۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے:

وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۚ إِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا ○ (بنی اسرائیل: ۳۷)

''زمین میں اکڑ کر نہ چلو، تم نہ زمین کو پھاڑ سکتے ہو نہ پہاڑوں کی بلندی کو پہنچ سکتے ہو۔''

یعنی اکڑتے ہوئے نہ چلو، سرکشوں اور جباروں کی چال نہ چلو اس لیے کہ اپنے قدموں کی اکڑ سے تم زمین کو نہیں پھاڑ سکتے اور چاہے تمہاری ناک کتنی ہی اونچی ہو تم لمبائی میں پہاڑ کو نہیں پہنچ سکتے۔

تکبر سے روکتے ہوئے اللہ تعالیٰ کہتا ہے:

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ○ (لقمان: ۱۸)

''اور لوگوں سے منہ پھیر کر بات نہ کر، نہ زمین میں اکڑ کر چل، اللہ کسی خود پسند اور فخر جتانے والے شخص کو پسند نہیں کرتا۔''

یعنی جب تم لوگوں سے بات کرو یا لوگ تم سے بات کریں تو اپنا چہرہ انھیں حقیر سمجھنے کی وجہ سے ان سے نہ پھیر لو اور اپنے کو بڑا نہ سمجھو۔

یہ ہے وہ تکبر جس کو اللہ نے ناپسند کیا ہے، اس لیے کہ یہ اُن مذموم صفات میں سے ہے، جو انسانی معاشرہ کو خراب کر دیتی ہیں اور آپس میں بغض وحسد کے بیج بوتی ہیں۔ مربیوں اور مصلحین کے لیے مناسب تر بات یہ ہے کہ اس سے جنگ کریں اور اس کی برائیاں طشت از بام کریں تاکہ ہمارا معاشرہ کھوئی ہوئی باہمی محبت کی بازیافت کر سکے۔

شراب نوشی اور جوا بازی

شراب اور جوئے کی حرمت کا اعلان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کہتا ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ (۳) وَالْاَنْصَابُ (۴) وَالْاَزْلَامُ (۵) رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ (۶) لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ○ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَ يَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ عَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ○ (المائدۃ:۹۰،۹۱)

''اے لوگ جو ایمان لائے ہو، یہ شراب اور جُوا اور یہ آستانے اور پانسے، یہ سب گندے شیطانی کام ہیں، ان سے پرہیز کرو، امید ہے کہ تمہیں فلاح نصیب ہوگی۔ شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے سے تمہارے درمیان عداوت اور بغض ڈال دے اور تمہیں خدا کی یاد سے اور نماز سے روک دے۔ پھر کیا تم ان چیزوں سے باز رہو گے؟''

یہ دونوں آیات چند اہم اور عظیم الشان نصیحتوں پر مشتمل ہیں:

اللہ نے شراب اور جوا کو شیطانی کام اور گندگی قرار دیا ہے۔ اور گندگی کسی چیز کے انتہائی خبیث اور قبیح ہونے کا پتہ دیتی ہے۔ ان دونوں کو گندگی اس لیے کہا کہ ان سے برائیاں اور نافرمانیاں جنم لیتی ہیں۔

اللہ نے ان دونوں سے بچنے کو اس دنیا میں کامیابی کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص جوا اور شراب میں مبتلا ہوگا وہ دنیا و آخرت میں گھاٹے کا سودا کرے گا۔

اللہ نے ان دونوں چیزوں کو عداوت اور بغض کا سرچشمہ قرار دیا ہے، جو تمام دنیوی مفاسد کی جڑ ہیں۔

آخر میں اللہ نے بتایا ہے کہ یہ دونوں چیزیں ذکر الٰہی اور نماز سے، جو دین کی روح ہیں، غافل کر دیتی ہیں۔

شراب کے نقصانات

انسان اور معاشرے پر شراب کے نقصانات بے شمار ہیں۔ یہ انسان کے ضمیر کی آواز کو دبا دیتی اور اس کی حیا کو ختم کر دیتی ہے۔ اور ان دونوں سے زیادہ انسانی معاشرہ کو نقصان پہنچانے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والی کوئی اور چیز نہیں۔ شرابی تمام اخلاقی قدروں کو پرے پھینک دیتا ہے اور ہر برائی میں لت پت ہوجاتا ہے۔ زنا اور ازدواجی خیانت و بے وفائی کے بہت سارے واقعات شراب کے نشہ کا نتیجہ ہوتے ہیں، جس سے بھرے پُرے گھر اجڑ جاتے ہیں اور زندگی بھر ندامت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ روز مرہ کے مشاہدات وواقعات بتاتے ہیں کہ لڑائی جھگڑا اور دوسرے جرائم کے بیشتر حادثات شراب کے اڈوں پر جنم لیتے ہیں۔ کچھ لوگ شراب کی حمایت میں کہتے ہیں: نفسی الجھنیں بہت بڑھ گئی ہیں اور مسائل بہت گمبھیر ہو چکے ہیں اور اس مرض کا علاج شراب کے علاوہ کسی دوسری چیز سے ممکن نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ نفسی الجھنوں کو شراب سے نہیں دور کیا جاسکتا۔ اس کے لیے اخلاقی شعور کو طاقت ور بنانا ہوگا اور عوام کی اس طرح تربیت کرنی ہوگی کہ وہ ضبطِ نفس، صبر جمیل اور روحانی سکون سے مالا مال ہوسکیں۔ اگر نفس کو کسی پریشانی کا سامنا ہو اور انسان اسے کم کرنے کے لیے جام اٹھالے اور ضمیر کی آواز کو کمزور کردے تو وہ ایک بیماری کی جگہ اس سے زیادہ بھیانک بیماری کو جگہ دے گا اور شراب کا اثر ختم ہونے کے بعد اس کی پریشانی دوبارہ لوٹ آئے گی اور اس سے آدمی کمزور ہوتا چلا جائے گا۔ وہ اپنے نفس پر قابو نہ رکھ سکے گا اور اعصابی انحطاط کا شکار ہوجائے گا یا نشہ آور اشیاء کے استعمال کا عادی ہوجائے گا اور زندگی میں اس کا طرزِ عمل اس شخص کا ہوگا، جو خودکشی کرلے اور اپنی سرگرمیوں اور عقلی صلاحیتوں پر چھری چلادے۔ اس کے علاوہ ان نقصانات کا ذکر ہی کیا، جو اس کی صحت پر مرتب ہوتے ہیں۔

اس کا سب سے بڑا معاشرتی نقصان یہ ہے کہ یہ دوستوں کے درمیان نفرت اور عداوت پیدا کرتی ہے۔ شرابی نشہ میں آکر اپنی عقل کھو بیٹھتا ہے، جو اسے برے اقوال وافعال سے روکتی اور وہ لوگوں سے بدسلوکی سے پیش آتا ہے اور بلا وجہ تیزی سے غصہ میں مبتلا ہوجاتا ہے اور یہ چیز باہمی جھگڑے اور قتال وخوں ریزی تک جا پہنچتی ہے۔

اسی طرح شراب ذکرِ الٰہی اور نماز سے روک دیتی ہے۔ اس لیے کہ بدمست شخص کے پاس نہ عقل ہوتی ہے نہ شعور جس سے وہ اپنے رب کا ذکر کرسکتا، اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرسکتا اور اس کی عبادت کرسکتا۔ عبادت تو عقل کی بنیاد پر قائم ہوتی ہے۔ اس لیے اسلام جس نے شراب کو حرام قرار دیا اور شرابی کے لیے سزا مقرر کی، اُن دوسرے ادیان سے بلند ہے جنہوں نے شراب کو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حرام نہیں کیا یا شرابی کے لیے سزا مقرر نہیں کی۔ دین کی اولین ذمے داری انسان کو اس کے خالق کی عبادت کی دعوت دینا ہے اور عبادت کا کوئی تصور ہی نہیں رہ جاتا اگر انسان نشہ میں ہو۔ اسلام نے شراب کے نقصانات کی وضاحت کی اور اسے حرام قرار دیا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ روحانی مذہب ہے، جس کے قوانین کی بنیاد تزکیۂ نفس پر ہے اور جس کے ذریعے انسان مادہ کی برائیوں سے اوپر اٹھ جاتا ہے۔

جوے کے نقصانات

جوے کے نقصانات میں جو چیز سب سے پہلے ہمارے مطالعہ میں آتی ہے وہ جواری کا مالی نقصان ہے۔ یہاں ہم ان نقصانات پر بحث کریں گے جو امت کے درمیان ہوتے ہیں۔ جوئے بازی سے عداوت پیدا ہوتی ہے، اس لیے کہ جواری کا فائدہ دوسرے کے نقصانات پر ہی منحصر ہوتا ہے۔ وہ اس کی نگاہوں کے سامنے اس کا مال غصب کر لیتا ہے اور انسان کا جتنا زیادہ نقصان ہوتا ہے اتنا ہی جیتنے والے کے خلاف نفرت پیدا ہوتی جاتی ہے، جس نے چند لمحات میں اس کی وہ دولت سمیٹ لی ہے جسے اس نے برسوں کی محنت اور جدوجہد سے جمع کیا تھا۔ بسا اوقات جوا باز اتنا نقصان اٹھاتا ہے کہ وہ اپنی پوری دولت گنوا بیٹھتا ہے اور خود اپنے اوپر اسے قابو نہیں رہ جاتا چنانچہ جیتنے والے کو گالیاں دینے لگتا ہے اور اس کے خلاف ہر طرح کی سازشیں کرتا ہے اور اس کا انجام باہمی کشمکش یا خودکشی کی شکل میں سامنے آتا ہے، جیسا کہ بعض جوئے بازوں کی طرف سے دیکھنے میں آیا ہے۔

جوا ذکر الٰہی اور نماز سے روک دیتا ہے۔ جوا کھیلنے والا اپنی پوری عقلی قوت کھیل میں لگا دیتا ہے، جس میں نفع کی اسے توقع ہوتی ہے اور خسارہ کا اندیشہ ہوتا ہے۔ گھنٹوں اسی میں مستغرق رہتا ہے، اپنے رب کو فراموش رکھتا ہے، اس کی عبادت سے غافل اور نماز سے، جو اس کی روح کو بلند کرتی ہے، بے پروا ہوتا ہے۔ انسان کی توجہ کو مشغول رکھنے اور دوسری تمام مصروفیات سے دست کش بنا دینے میں جوا سے زیادہ کسی اور عمل کو مہارت نہیں ہے۔ اسی لیے قرآن نے اس سے جو نتیجہ نکالا ہے وہ اس کی بلاغت اور صداقت کی دلیل ہے۔

جوا کو حرام قرار دینا اس بات کی دلیل فراہم کرتا ہے کہ اسلام وہ روحانی دین ہے جو ہر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس چیز کو حرام قرار دیتا ہے، جو انسان کے لیے نقصان دہ ہو اور اسے اس کے خالق کی عبادت سے غافل کر دے، ساتھ ہی ان نقصانات کی وضاحت بھی کر دیتا ہے، جو معاشرہ اور فرد پر مرتب ہونے والے ہیں۔

جھوٹ اور اس کی شکلیں

جھوٹ تمام برائیوں کی ماں ہے۔ اس سے معاشرے کی عمارت میں شگاف پڑتا ہے، معاملات بگڑتے ہیں اور انسان دوسروں کی نگاہوں سے گر جاتا ہے۔ اس کے قول کا اعتبار باقی رہ جاتا ہے نہ اس کے عمل کی پیروی کی جاتی ہے۔ اللہ نے جھوٹ بولنے والوں پر گمراہی لکھ دی ہے۔ اللہ کا فرمان ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِیْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ○ (المومن:۲۸)

''اللہ کسی ایسے شخص کو ہدایت نہیں دیتا، جو حد سے گزر جانے والا اور کذاب ہو۔''

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِیْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ○ (الزمر:۳)

''اللہ کسی ایسے شخص کو ہدایت نہیں دیتا، جو جھوٹا اور منکر حق ہو۔''

جھوٹ بولنے والوں کو قیامت کے دن دردناک عذاب کی دھمکی:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّ هٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ○ۚ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۖ وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ○

(النحل:۱۱۶، ۱۱۷)

''اور یہ جو تمہاری زبانیں جھوٹے احکام لگایا کرتی ہیں کہ یہ چیز حلال ہے اور وہ حرام، تو اس طرح کے حکم لگا کر اللہ پر جھوٹ نہ باندھو، جو لوگ اللہ پر جھوٹے افترا باندھتے ہیں وہ ہرگز فلاح نہیں پایا کرتے۔ دنیا کا عیش چند روزہ ہے آخر کار ان کے لیے دردناک سزا ہے۔''

جھوٹ تمام حالات میں علی الاطلاق قابلِ نفرت نہیں ہے۔ بعض حالات ایسے پیش آتے ہیں جب درستیِ تعلقات کے لیے سچائی سے زیادہ جھوٹ مناسب اور انسانیت کے مفاد میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتا ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: لیس الکذّاب الذی یصلح بین الناس فینمی خیرا أو یقول خیرًا (۷) ''جھوٹا وہ نہیں ہے جو (جھوٹ بول کر) لوگوں کے درمیان تعلقات درست کراتا ہے وہ تو خیر کو بڑھاوا دیتا ہے یا بھلی بات کہتا ہے۔''

خیانت

خیانت وہ بدترین جھوٹ ہے، جس کا نقصان براہ راست امت کے سارے افراد کو پہنچتا ہے اور جس قوم میں یہ صفت پھیلتی ہے وہ تباہی اور انتشار کے دہانے پر پہنچ جاتی ہے، اس لیے اللہ نے مسلمانوں کو خیانت سے روکا ہے۔ وہ کہتا ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَ تَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۝ (الانفال:۲۷)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، جانتے بوجھتے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ خیانت نہ کرو اور اپنی امانتوں میں غداری کے مرتکب نہ ہو۔''

اللہ نے باخبر کر دیا کہ وہ خائنوں کے عمل کو باطل کر دے گا:

وَاَنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ كَیْدَ الْخَآئِنِیْنَ۝ (یوسف:۵۲)

''اور جو لوگ خیانت کرتے ہیں اللہ ان کی چالوں کو کامیابی کی راہ پر نہیں لگاتا۔''

ایسے لوگوں سے اللہ نفرت کرتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِیْمًا۝ (النساء:۱۰۷)

''اللہ کو ایسا شخص پسند نہیں ہے جو خیانت کار اور معصیت پیشہ ہو۔''

جو لوگ ایک صحت مند معاشرے کی تشکیل کرنا چاہتے ہیں ان کے لیے ضروری ہے کہ اپنی دوڑ دھوپ کا ایک بڑا حصہ اس برائی کے خلاف جنگ میں صرف کریں تاکہ اپنی زندگی میں امن وسلامتی سے ہم کنار ہو سکیں۔

وعدہ خلافی

جھوٹ کی بدترین شکل وعدہ خلافی ہے، جو یہ بتاتی ہے کہ وہ انسان کمزور شخصیت کا مالک

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے اور اس سے کسی خیر کی توقع نہیں جا سکتی، نہ اس پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ یہ افراد کے درمیان محبت کو ختم کر دیتی ہے اور اس سے بہت سے نقصانات مرتب ہوتے ہیں، بلا وجہ وقت ضائع ہوتا ہے، جھوٹی امیدیں وابستہ کی جاتی ہیں، اسی لیے اللہ کے رسولؐ نے وعدہ خلافی کو منافقوں کی صفت بتایا ہے: آیۃ المنافق ثلاث إذا حدّث کذب، و إذا وعد أخلف، و إذا ائتُمِن خان۔(۸)

''منافق کی تین نشانیاں ہیں، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، وعدہ کرے تو مکر جائے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے''۔

جھوٹی گواہی

کذب کی ایک شکل جھوٹی گواہی دینا ہے۔ جس سے بدترین معاشرتی برائیاں جنم لیتی ہیں اور بڑے بڑے مسائل اٹھ کھڑے ہوتے ہیں، جو روح کو نقصان پہنچاتے ہیں اور حقوق غصب کر لیتے ہیں اور انتشار و لاقانونیت کا راج قائم کر دیتے ہیں۔ اس لیے اسلام نے شرک، جو بدترین اور قبیح ترین گناہ ہے، کی برائی کے ساتھ اس کا ذکر کیا ہے:

فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ (الحج:۳۰)

''بتوں کی گندگی سے بچو اور جھوٹی باتوں سے پرہیز کرو''۔

اپنے مقرب بندوں کی صفت یہ بتائی ہے:

وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ (الفرقان:۷۲)

''جو جھوٹ کے گواہ نہیں بنتے''۔

بہتان تراشی

جھوٹ کی ایک قسم جسے اسلام نے حرام کیا ہے، بہتان تراشی ہے۔ عام طور سے اس کے ذریعے انسان کی عزت اور اس کے اعمال پر حملہ کر کے اس سے انتقام لینا ہوتا ہے، جب کہ اس کی ذات سے انتقام لینا ناممکن ہو۔ اور بیشتر شرفاء اور دین دار حضرات کے خلاف اس کا استعمال کیا جاتا ہے۔ اور بہت سے مسائل اور نقصانات کا سبب بن جاتا ہے اسی لیے اسلام نے اس سے ہوشیار کیا ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًاۢ بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ۝ (الحجرات:۶)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لیا کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی گروہ کو نادانستہ نقصان پہنچا بیٹھو اور پھر اپنے کیے پر پشیمان ہو۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی رہنمائی کر رہا ہے اور انھیں ہوشیار کر رہا ہے کہ کسی خبر کی حقیقت معلوم کرنے سے پہلے اور اس خبر کی اور متعلق فرد کی سیرت کی تحقیق کرنے سے پہلے اس پر کارروائی نہ کریں تاکہ جہالت و ناواقفیت کی وجہ سے اور جھوٹی خبر ہونے کی وجہ سے کوئی غلط اقدام نہ کر بیٹھیں اور بعد میں اپنی غلطی پر ہمیشہ کے لیے انھیں پچھتانا پڑے۔

چغل خوری

چغل خوری بھی جھوٹ کی ایک قسم ہے اور یہ سب سے بدترین برائی ہے، جو فرد کو لاحق ہو سکتی ہے اور جو اس بات کا پتہ دیتی ہے کہ اس برائی میں ملوث انسان نفسیاتی مریض ہے۔ وہ بس انسانوں کو ایک دوسرے سے برسرِ پیکار دیکھنا چاہتا ہے اور اس بری خصلت کے خلاف سب سے کارگر ہتھیار یہ ہے کہ ایسے لوگوں کی بات ہی نہ سنی جائے۔ اللہ نے ہمیں اسی بات کا حکم دیا ہے:

وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ۝ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِيْمٍ ۝ (القلم:۱۰،۱۱)

''ہرگز نہ بات مانو کسی ایسے شخص کی جو بہت قسمیں کھانے والا بے وقعت آدمی ہے، طعنے دیتا ہے، چغلیاں کھاتا پھرتا ہے۔''

''مَّشَّآءٍۭ بِنَمِيْمٍ'' سے مراد وہ شخص ہے، جو ایک قوم کی بات دوسری قوم تک اس لیے پہنچاتا ہے تاکہ ان کے درمیان فساد برپا کرا دے۔ ایسے شخص کی بات ماننے اور اس کی تصدیق کرنے سے اللہ نے ہمیں روک دیا ہے۔

مذاق اڑانا، طعن کرنا اور ایک دوسرے کو برے لقب سے یاد کرنا

قرآن کا ایک مقصد ایک دوسرے کا احترام کرانا ہے تاکہ جماعت کی وحدت برقرار رہ سکے اور افراد میں محبت پیدا ہو اور اختلاف و عداوت کے اسباب کا خاتمہ ہو، اس لیے اللہ تعالیٰ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں کو مخاطب کر کے حکم دیتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ۭ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

(الحجرات:۱۱)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، نہ مرد دوسرے مردوں کا مذاق اڑائیں، ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں، ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔ آپس میں ایک دوسرے پر طعن نہ کرو اور نہ ایک دوسرے کو بُرے القاب سے یاد کرو۔ ایمان لانے کے بعد فسق میں نام پیدا کرنا بہت بُری بات ہے۔ جو لوگ اس روش سے باز نہ آئیں وہ ظالم ہیں۔''

یہ آیت مندرجہ ذیل مواعظ پر مشتمل ہے:

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو حکم دے رہا ہے کہ وہ دوسروں کا احترام کریں، ان کی عزت، کرامت اور شعور کی محافظت کریں۔ چنانچہ کسی فرد کا مذاق نہ اڑائیں۔ اپنی کسی بات یا اشارہ یا زبان سے کسی کی تحقیر نہ کریں۔ محض کسی کے فقیر، بدحال اور مفلس ہونے کی وجہ سے اسے گری نظر سے نہ دیکھیں چاہے وہ شخص مرد ہو یا عورت، کیوں کہ بسا اوقات وہ شخص مذاق اڑانے والے سے اللہ کے نزدیک بہتر ہوتا ہے۔ چناں چہ آدمی اس شخص کی تحقیر کر کے جسے اللہ نے معزز بنایا ہے خود اپنے اوپر ظلم کرتا ہے چہ جائیکہ جس شخص کا مذاق اڑایا گیا ہے وہ خاموش نہیں بیٹھے گا بلکہ اپنی بے عزتی اسے اس بات پر آمادہ کرے گی کہ وہ مذاق اڑانے والے کے عیوب تلاش کرے اور اس کی اشاعت کرے۔ اور اگر اس کے اندر کوئی عیب نظر نہ آیا تو اپنے ہاتھوں سے عیوب تراشے گا اور ان کی نسبت متعلق فرد کی طرف کر دے گا اور اس پر سچائی کا لباس پہنائے گا۔ پھر تو لوگ اسے نقل کرنے لگیں گے اور اس طرح خود مذاق اڑانے والے پر پھبتی کسی جائے گی۔

جب ہمیں یہ بات معلوم ہوگئی تو ہم نے سمجھ لیا کہ استہزاء و تمسخر دلوں میں بغض و حسد پیدا کرتا ہے اور افراد کے درمیان محبت کے روابط کاٹ دیتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر اللہ نے اس بات سے روکا ہے کہ کسی کی عیب جوئی کرے اور اس کی ذات پر کیچڑ اچھالے۔ کیوں کہ یہ چیز بھی معاشرہ کے افراد کے درمیان عداوت پیدا کرتی ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ یہ بھی کہتا ہے کہ مسلمان ایک جان کی طرح ہیں۔ ان کے لیے ایک دوسرے پر طعن کرنا مناسب نہیں ہے۔ جب انسان اپنے بھائی کے عیب بیان کرے گا تو گویا خود اپنا عیب بیان کر رہا ہوگا۔ یہ ہے اللہ کے اس قول کا مفہوم:

وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ''اپنے آپ پر طعن نہ کرو۔''

آخر میں اللہ نے ممانعت فرمائی ہے کہ کوئی شخص اپنے بھائی کو ایسے لقب سے نہ پکارے، جو اسے ناپسند ہو۔ اس سے کراہیت میں کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وہ ناپسندیدہ لقب اس کی صفت ہے یا اس کے باپ کی یا اس کی ماں کی اور ان دونوں کے علاوہ اس کے کسی اور رشتے دار کی۔ اس لیے کہ اس سے سینوں میں نفرت اور حسد کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ پھر اللہ نے واضح کر دیا کہ مذاق اڑانا، طعن کرنا اور ایک دوسرے کو بُرے القاب سے یاد کرنا فسق اور اطاعتِ الٰہی سے انحراف کا موجب ہے اس لیے کسی مسلمان کے لیے مناسب نہیں ہے کہ اب جب کہ مومن کی حیثیت سے وہ معروف ہے، اس پر فاسق کا لفظ چسپاں ہو۔ پھر اللہ نے وضاحت فرمائی کہ جو ان مذموم عادات و خصائل سے توبہ نہ کریں گے وہی لوگ اپنے اوپر ظلم کرنے والے ہوں گے کیوں کہ انھوں نے اپنے کو خدا کے غضب اور اس کی ناراضگی کا نشانہ خود بنایا ہے۔

بدگمانی، تجسّس اور غیبت

انسانوں کے احترام کی دعوت دیتے ہوئے قرآن کہتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۫ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ۭ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ۝ (الحجرات:۱۲)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، بہت گمان کرنے سے پرہیز کرو کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔ تجسّس نہ کرو۔ اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے۔ کیا تمہارے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اندر کوئی ایسا ہے، جو اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے گا؟ دیکھو تم خود اس سے گھن کھاتے ہو۔ اللہ سے ڈرو۔ اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا اور رحیم ہے۔''

اللہ نے مسلمانوں کو بہت گمان کرنے سے روک دیا اس لیے کہ یہ چیز دوسروں کی تحقیر کرنے اور انھیں نقصان پہنچانے کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہے اور ان کی عزت و ناموس تک بات جا پہنچتی ہے۔ اللہ نے مسلمانوں کو اس سے خبردار کیا اور فرمایا کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔ بدگمانی کی حرمت کی شرط یہ ہے کہ متعلق فرد کے اندر صلاح و بہتری اور امانت کا مشاہدہ کیا گیا ہو لیکن جو شخص منکرات و فواحش کا عادی ہو اس کے سلسلے میں بدگمانی حرام نہیں ہے۔

پھر اللہ نے کسی کی ٹوہ لگانے سے منع کیا اور جن چیزوں کو لوگ چھپانا چاہتے ہیں ان کی بحث میں پڑنے سے روک دیا تاکہ کوئی شخص کسی کی برائی جان کر اس کی اشاعت میں نہ لگ جائے۔ تجسّس لایعنی اور بے فائدہ کام ہے، جس کا نتیجہ کینہ اور بغض کے سوا کچھ اور نہیں نکلتا۔

حکومتیں مفسدوں، باغیوں اور فتنہ پروروں کی سرکوبی کے لیے جاسوسی کے جو کام کراتی ہیں وہ اس ممنوع تجسّس میں نہیں آتا اس لیے کہ ممانعت کا مقصد افراد کے درمیان عداوت کو ابھارنے والے عوامل کا سدّ باب کرنا ہے۔ حکومتوں کا تجسّس تو فساد کے ذرائع و وسائل کے سدّباب کے لیے ہے، جو قرآن کریم کی بہت سی آیات کی روشنی میں مطلوب و محبوب ہے۔

اور آخر میں اللہ نے غیبت سے روکا ہے یہاں تک کہ غیبت کرنے کو مردہ بھائی کا گوشت کھانے کے مترادف قرار دیا ہے۔ غیبت یہ ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کی عدم موجودگی میں اس طرح اس کا ذکر کرے جو اسے ناپسند ہو چاہے یہ ذکر صراحۃً ہو یا کنایہ و اشارہ کی زبان میں ہو، چاہے اس کی دین داری زیر بحث ہو یا دنیاوی معاملات، ظاہری صورت پر گفتگو ہو یا سیرت پر، اس لیے کہ اس سے افراد کے درمیان عداوت پیدا ہوتی ہے اور ان کی جمعیت پارہ پارہ ہو جاتی ہے۔

اسلام نے غیبت سے اس درجہ نفرت دلائی کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے کے برابر کر دیا۔ فرمایا کیا تم لوگوں کے اندر کوئی ایسا ہے، جو اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے گا؟ دیکھو تم خود اس سے گھن کھاتے ہو۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی جب اس کی موت کے بعد اس کا گوشت کھانا تم پسند نہیں کرتے بلکہ تمہیں اس سے گھن آتی ہے۔ اس لیے کہ نفس اس سے نفرت کرتا ہے تو اس کی زندگی میں اس کی غیبت کو اسی طرح قابلِ نفرت تصور کرو۔ البتہ جو شخص علی الاعلان فسق و فجور کا ارتکاب کرتا ہے اور شک کے حدود میں قدم رکھ چکا ہے تو اس کے عمل سے نفرت پیدا کرنے اور اس کے طرزِ عمل سے ہوشیار کرنے کے لیے اس کی غیبت کرنا حرام نہیں ہے۔

پھر اللہ نے تقویٰ کی دعوت پر آیت کو ختم کیا ہے اس لیے کہ جو شخص ان مذموم صفات سے باز آجاتا ہے اس کی توبہ وہ قبول کر لیتا ہے کیوں کہ وہ توبہ قبول کرنے والا اور رحیم ہے۔

زنا

زنا کی خباثت آدمی کو اس باطنی سکون و اطمینان سے محروم کر دیتی ہے، جس سے پاکیزہ اور صاف ستھرے کردار کے لوگ متمتع ہوتے ہیں۔ عفت اور پاکیزگی ہی ہمیں نفسی سکون اور سلامتی سے ہم کنار کر سکتی ہے۔ جب کہ زنا ہمارے دلوں میں قلق اور اضطراب پیدا کرتی ہے اور ہماری فکر و خیال میں ایسے تصورات اور افکار داخل کر دیتی ہے، جو ہماری نیند تک اڑا دیتے ہیں۔ اس بُرائی کے شکار ایک شخص نے زانی کی نفسیات میرے سامنے اس طرح بیان کیں کہ یَحْسَبُوْنَ کُلَّ صَیْحَۃٍ عَلَیْھِمْ ''وہ ہر پکار کو اپنے خلاف سمجھتے اور ہر نظر انہیں چبھتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔''

زانی قانونی اور مروج طریقے یعنی شادی کو اختیار نہیں کرتا اس لیے کہ وہ دوسروں سے اس طرح لطف اندوز ہونا چاہتا ہے۔ جس میں کسی کے لیے ایثار و قربانی اور اخلاص کا مرحلہ نہ آئے۔ جب کہ شادی وہ طبیعی قانون ہے جو آدمی کے اوپر یہ ذمے داری عائد کرتا ہے کہ وہ دوسرے کے لیے اپنی زندگی صرف کرے، اپنے بچوں کی صحیح تربیت کرے تاکہ وہ صالح، نیک اور خیر کے لیے غیور بن سکیں۔ یہ ہے وہ روحانی لطف جس سے شادی شدہ بہرہ اندوز ہوتا ہے جب کہ زنا کی مثال سمندر کی ہے جو ہماری اخلاقی صفات کو ڈبو دیتا اور ہماری روشنی اور روحانیت کو بجھا دیتا ہے اور ایسے ولد الحرام چھوڑ جاتا ہے جو معاشرے پر بار ہوتے ہیں اور اس زندگی میں درد و الم کی نہ ختم ہونے والی کہانی بن جاتے ہیں کیونکہ انھیں ان والدین کا سایہ میسّر نہیں آتا جو ان پر شفقت کے ڈونگرے برسا سکیں اور ان کے لیے شان دار مستقبل مہیا کر سکیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شادی وہ روحانی رابطہ ہے، جو میاں بیوی کے درمیان محبت ورحمت اور قربانی کے تعلقات قائم کرتا ہے۔ جب کہ زنا مرد وعورت کے تعلقات کو حیوانیت سے جوڑتا ہے جس کی بنیاد خالی لذت اندوزی اور ذاتی منفعت پر ہوتی ہے اور جو بہت سی دشمنیوں کا سبب بن جاتی ہے۔

اسلام نے زنا کو حرام قرار دیا اور اسے نہایت بُرا فعل اور بُرا راستہ قرار دیا، جس سے امت کو اجتناب کرنا چاہیے:

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا۝

(بنی اسرائیل:۳۲)

''زنا کے قریب نہ پھٹکو۔ وہ بہت برا فعل ہے اور بڑا ہی بُرا راستہ ہے۔''

یہ اسلام کی بلندی ہے کہ اس نے اس برائی کے خاتمے کے لیے سو کوڑے اور شادی شدہ زانی کے لیے رجم کی سزا تجویز کی ہے۔

اخلاق کا احترام دلوں سے اٹھ جاتا ہے اور ان کا نفاذ ناممکن ہو جاتا ہے اگر سزا کی طاقت موجود نہ ہو جو بیمار اور شریر انسانوں کے علاج کے لیے کافی ثابت ہو۔ اس کے برعکس اخلاقی تعلیمات اگر محض نظریہ کے دائرے میں ہوں تو ان سے مطلوب حاصل نہیں ہو پاتا۔

غصّہ

غصہ وہ اخلاقی خرابی ہے، جو انسانی دلوں میں جڑ پکڑ لیتی ہے اور ان کے معاشرے میں جگہ پالیتی ہے تو ان کی زندگی میں اپنے بدترین اثرات ظاہر کرتی ہے۔ ان کے تعلقات کو پارہ پارہ کر دیتی اور ان کی محبت والفت کے رشتوں پر قینچی چلا دیتی ہے۔

انسان غصہ کے اثر سے حق وصواب اور رشد وہدایت کا دامن چھوڑ بیٹھتا ہے اور خونخوار درندہ بن جاتا ہے۔ جو نہیں جانتا کہ وہ کیا کر رہا ہے اور سمجھتا یہ ہے کہ وہ اپنا احترام کرا رہا ہے اور اپنی شرافت کی حفاظت کر رہا ہے حالاں کہ احمق غضب ناک شخص کا رول ادا کر رہا ہوتا ہے۔ ایسا شخص بلاشبہ خسارہ میں رہے گا اس لیے کہ غصہ کو ظلم کی ابتدا سمجھا جاتا ہے جب کہ حلم کو فطانت اور پختگیِ عقل کی دلیل سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح اثر پذیری جو غصہ کو ابھارتی ہے انسانی صحت کے لیے مختلف حیثیتوں سے نقصان دہ ہے، جیسا کہ طب نے ثابت کر دیا ہے۔ اس لیے اسلام نے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان خداترس انسانوں کی صفت جو اللہ کی رضا کے مستحق ہوں گے، یہ بتائی ہے کہ وہ غضب کے سامنے سپر نہیں ڈالتے:

وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ (آل عمران: ۱۳۴)

''جو غصہ کو پی جاتے ہیں۔''

غَیظ غصہ کی انتہائی شکل ہوتی ہے اور 'کَظْمُ الْغَیظ' کا مطلب یہ ہے کہ دل میں جو غصہ بھرا ہوا ہے اسے صبر وسکون سے روک لے تاکہ اس کے کسی اثر کا اظہار نہ ہو سکے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نفس سے مجاہدہ کرنے اور غصہ کے وقت اسے قابو میں رکھنے کو بہادری کی علامت قرار دیا ہے: لیس الشدید بالصرعة إنّما الشدید الذی یملک نفسه عند الغضب(۹) ''طاقت ور وہ نہیں ہے، جو دوسروں کو پچھاڑ دے۔ طاقت ور وہ ہے، جو غصہ کے وقت نفس پر قابو رکھے''۔

اللہ کے رسول کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ نفس کی قوت جو غصہ پر قابو پالے اور اسے مغلوب کر دے، اس کے مقابلے میں جسمانی قوت کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

ایک آدمی رسول اللہؐ کی خدمت میں آیا اور درخواست کی کہ مجھے نصیحت کیجیے۔ آپؐ نے فرمایا: غصہ نہ کرو۔ اس نے کئی بار یہی بات دوہرائی۔ آپ نے ہر بار فرمایا: غصہ نہ کرو۔

انسان غصہ میں انصاف نہ کرنے والا حاکم ہوتا ہے۔ وہ غصہ کے وقت حق وصواب کو نہیں دیکھتا اسی لیے اس کے احکام حق سے دور ہوتے ہیں۔ اسلام نے مسلمانوں کی صفت یہ بتائی ہے کہ وہ غصہ کے وقت معاف کر دیتے ہیں:

وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ۝ (الشوریٰ: ۳۷)

''اور اگر غصہ آ جائے تو درگزر کرتے ہیں۔''

جو لوگ اخلاقی ترقی کے خواہش مند ہیں ان کے لیے ضروری ہے کہ اپنے نفس پر قابو رکھیں اور ہر اس جذبہ کو کنٹرول میں رکھیں جسے عارضی انفعال ابھارنے کی کوشش کرے اور عقل کی جانچ پڑتال سے پہلے منہ کو حرکت میں لے آئے۔ اس سے وہ اس لائق ہو سکیں گے کہ بے شمار مشکلات ومسائل سے چھٹکارا پا جائیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حسد

حسد اخلاقی رذائل میں شمار ہوتا ہے۔ یہ ان بدترین خصلتوں میں سے ہے، جو انسان پر حملہ آور ہوتی ہیں تو اس کی زندگی کو مکدّر بنا دیتی ہیں۔ حاسد جو دوسروں کی نحوست اور بدبختی کا طالب ہوتا ہے، اپنے نفس کو بھی نامراد اور بدبخت بنالیتا ہے۔ چناں چہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایسا شخص جو مال و دولت اسے میسّر ہے اس پر خوش ہونے کے بجائے اس مال و دولت پر کڑھتا ہے، جو دوسروں کو حاصل ہے۔

دور جدید میں حسد پورے اہتمام سے موجود ہے۔ فقیر مال دار سے حسد کرتا ہے، عورتیں مردوں سے حسد کرتی ہیں، بدصورت لڑکیاں حسین دوشیزاؤں سے حسد کرتی ہیں اسی طرح قوم کے بعض طبقے دوسرے طبقوں سے حسد کرتے ہیں اور ان کی بدبختی کی تمنا کرتے ہیں۔ حاسد کی فطرت کمینگی ہے اسے چغل خوری، وسوسہ اندازی اور طعن و تشنیع میں لذت ملتی ہے۔ وہ کامیاب شخص کے خلاف سازشیں کرتا رہتا ہے تاکہ اس کی جگہ لے سکے یا اسے بھی ناکام و نامراد بنا دے یہاں تک کہ اس کی شہرت کو داغ دار کر دیتا ہے کیوں کہ حاسد شخص خود اعتمادی کی دولت سے محروم ہو جاتا ہے اور منزل مقصود تک رسائی میں درماندگی کا اسے احساس ہو جاتا ہے۔ اس وجہ سے قرآن نے حسد کرنے سے روک دیا ہے:

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ؕ وَ لِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ؕ وَسْـَٔلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ (النساء:۳۲)

"اور جو کچھ اللہ نے تم میں سے کسی کو دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ دیا ہے اس کی تمنا نہ کرو۔ جو کچھ مردوں نے کمایا ہے اس کے مطابق اُن کا حصہ ہے اور جو کچھ عورتوں نے کمایا ہے اس کے مطابق ان کا حصّہ، ہاں اللہ سے اس کے فضل کی دعا مانگتے رہو۔"

اس آیت میں اللہ نے اس بات سے روک دیا ہے کہ دوسروں کو جو کچھ عطا ہوا ہے اس کی تمنا کی جائے اور اس کے خلاف حسد میں جلا جائے۔ پھر اللہ نے مسلمانوں کو باخبر کیا کہ انسان جو کچھ حاصل کرتا ہے وہ اس کے عمل اور دوڑ دھوپ کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اس لیے مسلمانوں کو اپنی محنت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر بھروسہ کرنا چاہیے اور مرغوبات کے حصول کے لیے اپنی صلاحیتوں کا سہارا لینا چاہیے اور جو چیزیں انھیں نہ مل سکیں ان کے لیے اللہ کے فضل وانعام کی وہ دعا کرتے رہیں۔

ایک دوسری جگہ اللہ نے حاسد کے شر سے پناہ مانگنے کا حکم دیا ہے:

وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۝ (الفلق:۵)

''اور حاسد کے شر سے (میں پناہ مانگتا ہوں) جب کہ وہ حسد کرے۔''

حاسد جس قلق اور رنج میں مبتلا ہوتا ہے اس پر وہ شفقت اور مزاج پرسی کا محتاج ہے اس وجہ سے ہمارے لیے زیادہ مناسب یہ ہے کہ ہم حاسدوں کے حسد کا مقابلہ عفو ودرگزر سے کریں اور ان کے حسد کا مواخذہ نہ کریں، جس کا نقصان ان ہی کو پہنچنے والا ہے۔ اللہ نے ہمیں اسی بات کا حکم دیا ہے۔ وہ کہتا ہے:

وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ۚ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۚ فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ (البقرۃ:۱۰۹)

''اہل کتاب میں سے اکثر لوگ یہ چاہتے ہیں کہ کسی طرح تمھیں ایمان سے پھیر کر پھر کفر کی طرف پلٹا لے جائیں۔ اگرچہ حق ان پر ظاہر ہو چکا ہے، مگر اپنے نفس کے حسد کی بنا پر تمھارے لیے ان کی یہ خواہش ہے۔ اس کے جواب میں تم عفو ودرگزر سے کام لو یہاں تک کہ اللہ خود ہی اپنا فیصلہ نافذ کر دے۔''

حسد کا علاج

حسد سے نجات پانے کے بہت سے وسائل ہیں۔ ان میں سے ایک وسیلہ یہ ہے کہ انسان کو اس کی زندگی میں جو راحتیں اور مسرتیں مل رہی ہیں ان سے لطف اندوز ہو اور ان ذمے داریوں کو ادا کرے، جو اس کے اوپر واجب ہیں۔ لیکن اپنی اس حالت کا اُس شخص سے موازنہ نہ کرے، جو اس سے زیادہ خوش بخت اور مال ودولت کا مالک ہے بلکہ اپنے سے کمتر کی طرف دیکھے تاکہ اللہ کے فضل واحسان کا ادراک کر سکے۔ یہی بات اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس حدیث میں فرمائی ہے: إذا نظر أحدكم إلى من فضل عليه في المال

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والخلق فلينظر إلى من هو أسفل منه ممّن فضل عليه(۱۰) ''جب تم میں سے کسی کی نظر اس شخص پر پڑ جائے جو مال و دولت اور شکل وصورت میں بڑھا ہوا ہے تو وہ اس شخص کی طرف دیکھے جس پر اللہ نے فضل واحسان کیا ہے اور وہ اس سے کمتر ہے''۔

لغو

اسلام میں روحانی بلندی اور دنیوی زندگی کی کامیابی کا ایک مضبوط و مستحکم عامل، جس کی طرف قرآن نے دعوت دی ہے یہ ہے کہ انسان یاوہ گوئی، ٹھٹھابازی، غلط اقوال واعمال اور ان تمام چیزوں سے اجتناب کرے جو آدمی کی شرافت پر دھبہ لگاتی ہیں اور جنھیں قرآن میں ایک جامع لفظ 'لغو' سے تعبیر کیا گیا ہے۔ قرآن میں ہے:

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ۝ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ۝ (المومنون:۱-۳)

''یقیناً فلاح پائی ہے ایمان لانے والوں نے، جو اپنی نماز میں خشوع اختیار کرتے ہیں اور لغویات سے دور رہتے ہیں۔''

لسان العرب میں 'لغو' کے مادہ میں ہے: اللغو واللغا: السقط و مالا يعتد به من كلام وغيره ولا يحصل منه على فائدة ولا نفع۔ یعنی ناکارہ و ناقابل لحاظ کلام وغیرہ، جس سے کوئی فائدہ اور نفع حاصل نہ ہو

قرآن میں مختلف شکلوں میں لغو سے منع کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے مقرب بندوں کی صفت بیان کرتے ہوئے کہتا ہے:

وَ اِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَقَالُوْا لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ۝ (القصص:۵۵)

''اور جب انھوں نے بیہودہ بات سنی تو یہ کہہ کر اس سے کنارہ کش ہو گئے کہ ہمارے اعمال ہمارے لیے ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے لیے، تم کو سلام ہے، ہم جاہلوں کا سا طریقہ اختیار کرنا نہیں چاہتے۔''

وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا۝ (الفرقان:۷۲)

''اور کسی لغو چیز پر ان کا گزر ہو جائے تو شریف آدمیوں کی طرح گزر جاتے ہیں۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی ان لغویات سے پہلو بچاتے ہوئے اور اہل لغو کا ساتھ دینے سے کتراتے ہوئے گزر جاتے ہیں۔ لغو کے مفہوم میں لہو ولعب کے وہ تمام سامان اور اقسام داخل ہیں، جو لوگوں نے آج کے دور میں ایجاد کر لی ہیں جن سے نہ نفس کا تزکیہ ہوتا ہے اور نہ شعور میں بالیدگی آتی ہے۔ اور ان میں وہ تمام عناصر موجود ہیں، جو شہوات کو برانگیختہ کرتے اور انسانی اخلاق کو بگاڑ دیتے ہیں۔

بعض قوموں کی ترقی کا سبب ہی یہ ہے کہ انھوں نے لغو سے پرہیز کیا اور مفید اور بار آور کاموں میں لگ گئیں۔ مشرقی قوموں کا حال اس سے مختلف ہے یہاں لغویات، گفتگو میں فحش و عریاں انداز، بے فائدہ گھنٹوں اوقات کی بربادی بالکل عام ہے۔

لالچ

فرد کی روحانی دلچسپیاں جیسے جیسے کم ہوتی جائیں گی طبیعی طور پر اس کی مادی رغبتیں بڑھتی جائیں گی اور کھانے کی شہوت میں آ کر مرکوز ہو جائیں گی۔

یہ بات قابلِ غور ہے کہ کھانے کی شہوت میں اسراف ہوگا تو جنسی شہوت بڑھے گی اور انسان کو اس مقام پر پہنچا دے گی جہاں وہ زندگی کو ناؤ نوش تک محدود سمجھ لے گا۔ احسان، ایثار، قربانی، ذات کو دبانا اور دوسری روحانی صفات کمزور ہو جائیں گی اور ان کی جگہ خود غرضی، سخت دلی، سطحیت اور عیش کوشی آ جائے گی اور یہ چیز اتنی بڑھے گی کہ وہ فرد انسانی معاشرے کا عضو فاسد ہو کر رہ جائے گا، جس سے وہ کوئی اس طرح کا فائدہ نہ اٹھا سکے گا کہ اس کی حالت بلند ہو سکے اور اس کے اندر ترقی سر ابھار سکے۔ اسی وجہ سے قرآن کی نصیحتیں لالچ جیسی برائی سے چوکنا کرتی ہیں اور لالچی آدمی کو خدا کے نزدیک ناپسندیدہ قرار دیتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے:

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝

(الاعراف:۳۱)

''کھاؤ اور پیو اور حد سے تجاوز نہ کرو، اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔''

لالچ اور حرص ذہن کو کند کر دیتی ہے اور عقل و روح کو ان علوم و معارف کی غذا نہیں پہنچنے دیتی، جن کی اس کو ضرورت ہوتی ہے۔ لالچی شخص بس مختلف قسم کے کھانوں اور سستی زندگی کی لطف اندوزیوں کی فکر میں ہمیشہ منہمک رہتا ہے، جس سے تزکیۂ نفس سے وہ بہت دور جا پڑتا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے اور خرابیاں اس کی دور نہیں ہو پاتیں۔ وہ اپنی انسانیت کا جامہ اتار پھینکتا ہے اور حیوان بن جاتا ہے۔ یہ صفت جس میں انسان مبتلا ہوتا ہے، قرآن کے بیان کے مطابق ان کافروں کی صفت ہے جن کے سلسلے میں اللہ کا فرمان ہے:

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَيَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ○ (محمد:۱۲)

''اور کفر کرنے والے بس دنیا کی چند روزہ زندگی کے مزے لوٹ رہے ہیں جانوروں کی طرح کھا پی رہے ہیں اور ان کا آخری ٹھکانہ جہنم ہے۔''

یہ ہیں قرآن کی نصیحتیں جو کھانے پینے میں اعتدال پیدا کرنے سے متعلق ہیں تاکہ اس روحانی پہلو کی تقویت ہو سکے، جو اسلام کا اہم ترین ہدف ہے۔

---

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حواشی

(۱) اس فصل کی ترتیب میں استاذ جمیل صلیبا کی کتاب ''دروس الفلسفہ'' سے مدد لی گئی ہے۔

(۲) فرانسس بیکن (Francis Bacon 1561-1626) سولہویں صدی کا فلسفی جو یوروپ کی تحریک نشاۃ ثانیہ سے متاثر ہوا اور ارسطو کے فلسفیانہ نظریات اور متکلمانہ منطق (Scholasticism) کے خلاف بگل بجایا۔ اس نے اکتشاف حقائق کے استقرائی منہج کو اختیار کیا، مشاہداتی واقعات اور مبینہ معلومات کا تجزیہ کیا، مفروضات کی تحقیق مشاہدات کے ذریعہ کی اور مسلسل تجربات کے ذریعے انہیں پروان چڑھانے پر زور دیا۔ اُس نے اس استقرائی منہج کی راہ میں چار بڑی رکاوٹوں کا تفصیلی ذکر کیا ہے اور انہیں Idol (بُت) کا نام دیا ہے: (۱) قبیلہ کا بُت یعنی نسلی طرز فکر (۲) غار کے بت یعنی ذاتی عصبیتیں (۳) بازار کے بت یعنی معاہدات کی تعیین میں ناکامی (۴) تھیٹر کے بُت یعنی روایات واقتدار کی اندھی تقلید۔ بیکن کا نظریۂ شاعری بھی دلچسپ ہے۔ اگر عقل اشیاء کی فطرت کو قبول کرنے پر دماغ کو آمادہ کرتی ہے، سائنس عقل کی تقلید کر کے فطرت کی تسخیر کرتی ہے تو شاعری اشیاء کے مظاہر کو دماغ کی خواہشات کے سامنے سرنگوں کرتی اور فطرت کو ہمارے تخیلات میں بسا کر اسے قابو میں کر لیتی ہے۔ ذاتی تجربات اور تاریخی ریکارڈ سے گزر کے شاعری اپنے اظہارات اور ڈرامائی تحسینات کی تعمیر کرتی ہے تاہم سائنسی حقائق اور مذہبی اسرار کی تصویر کشی کر کے شاعری ضمنیات کو بھی جنم دیتی ہے۔ (مترجم)

(۳) قرآنی لفظ 'المیسر' کا مطلب قمار اور جوابازی ہے۔

(۴) اَنصاب سے مراد وہ پتھر یا بت ہیں جن کے پاس اہل عرب دور جاہلیت میں اپنی قربانیاں کرتے تھے۔ ایک روایت ہے کہ وہ ان کی پرستش کرنے لگے تھے۔

(۵) اَزلام سے مراد تیروں کی شکل کی وہ لکڑیاں ہیں جن کی مدد سے مشرکین مکہ مشرکانہ فال گیری کرتے تھے اور کسی دیوی یا دیوتا سے قسمت کا فیصلہ پوچھا جاتا، غیب کی خبر دریافت کی جاتی یا باہمی نزاعات کا فیصلہ دریافت کیا جاتا۔ کعبہ کے اندر مشرکین نے ہبل دیوتا کو اس کے لیے مخصوص کر رکھا تھا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۶) بعض لوگوں نے ایسی باتیں کہنا شروع کردی ہیں کہ شراب کی حرمت مشکوک ہوجائے۔ وہ کہتے ہیں کہ قرآن نے صراحۃً نہیں کہا کہ شراب حرام ہے بلکہ اجتناب کرنے کا حکم دیا ہے اور اجتناب کا کلمہ اس طرح کی حرمت ظاہر نہیں کرتا جو ''حرّمت'' سے ہوتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اِجْتَنِبُوْہُ کا حکم حرمت کی صراحت زیادہ کررہا ہے بہ نسبت ''حرّمت'' کے۔ اس لیے کہ اجتناب کے معنیٰ ہیں اسے ایک کنارے پھینک دو یعنی وہ حرام ہے اُس سے بچو۔ ایک دوسرے پہلو سے دیکھیے کہ قرآن نے شراب کی حرمت کو اَنصاب یعنی بتوں کی حرمت کے ساتھ ملا کر بیان کیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ شراب اسی طرح حرام ہے، جس طرح بتوں کی پوجا حرام ہے، کیوں کہ دونوں کا ایک ساتھ ملا کر بیان کرنا ایک ہی تعبیر کے ذریعہ ہے جب کہ یہ واضح ہے کہ بتوں کی حرمت اسلام میں سب سے بڑھ کر ہے۔ اس مفہوم کی تائید اس طرح بھی ہوتی ہے کہ بتوں کی حرمت بیان کرنے کے لیے قرآن نے دوسرے مواقع پر اِجْتَنِبُوْہُ ہی کا لفظ استعمال کیا ہے۔ فرمایا: فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ۙ (الحج: ۳۰)
''پس بتوں کی گندگی سے بچو اور جھوٹی باتوں سے پرہیز کرو۔''

(۷) رواہ البخاری

(۸) رواہ البخاری و مسلم

(۹) رواہ مسلم

(۱۰) رواہ البخاری

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منتخب مآخذ

۱- القرآن الکریم۔ اردو ترجمہ کے لیے' ترجمۂ قرآن مجید مع مختصر حواشی' مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ

۲- امام بخاری، الجامع الصحیح

۳- امام مسلم، الجامع الصحیح

۴- امام ترمذی، کتاب السنن

۵- امام ابوداؤد، کتاب السنن

۶- امام نسائی، کتاب السنن

۷- امام احمد بن حنبل، مسند احمد

۸- امام دارمی، کتاب السنن

۹- ڈاکٹر ذکی مبارک، التصوف الاسلامی، ج دوم، طبع اوّل

۱۰- عبدالرزاق نوفل، الاسلام والعلم الحدیث

۱۱- ابوطالب مکی، قوت القلوب، جلد دوم

۱۲- احمد امین، کتاب الاخلاق

۱۳- عبداللہ اباحی، الحیاۃ الروحیۃ

۱۴- ارسطو، کتاب الاخلاق، عربی ترجمہ لطفی السیّد، حصہ اوّل

۱۵- گستاؤلیبان، حضارۃ العرب، عربی ترجمہ، محمد عادل زعیتر

۱۶- جمیل صلیبا، دروس الفلسفہ

۱۷- ڈاکٹر عمر فروخ، ڈاکٹر مصطفیٰ خالدی، التبشیر والاستعمار

۱۸- جارج مجلوار، علیٰ ابواب الابدیۃ، عربی ترجمہ، ادیب ابراہیم المصری، اخبار الیوم ۲۷ رجون ۱۹۵۳ء

19- Laurence E. Browne, The Prospect of Islam, London, 1944.

20- Lootfy Levonidn, Islam and Christianity, London, 1940.

21- Encyclopaedia Britannica, Vol. 5.

22- Runes, Dagobert D., The Dictionary of Philosophy, Bombay, 1956.

Institute of Islamic Studies
University of the Punjab Lahore.
2891

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

297 144 ع
2891-S-64

₹ 60.00
PN-1158